المملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية
عمادة البحث العلمي

علمائے اسلام کی تصانیف کا انتخاب

(۱)

شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تصانیف کا انتخاب

مرتب:
ڈاکٹر عبد العزیز بن عبد الرحمن السعید

مترجم:
ڈاکٹر سمیر عبد الحمید ابراہیم

www.KitaboSunnat.com

ناشر:
إدارة الثقافة والنشر
۱۴۱۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

2001

المملكة العربية السعودية
وزارة التعليم العالي
جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية
عمادة البحث العلمي

علمائے اسلام کی تصانیف کا انتخاب

(۱)

شیخ محمدؒ بن عبدالوہابؒ کی تصانیف کا انتخابؒ

مرتب :
ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالرحمن السعید

مترجم :
ڈاکٹر سمیر عبدالحمید ابراہیم

www.KitaboSunnat.com

ناشر :
ادارۃ الثقافۃ والنشر
۱۴۱۳ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢١٠،٨
٣١١م
محمد بن عبدالوہاب سلیمان ت ١٢٠٦ ہجری مختارات من مؤلفات
الشیخ محمد بن عبدالوہاب اختارھا عبدالعزیز بن عبدالرحمن السعید ترجمہ الی
الاردیہ سمیر عبدالحمید ابراہیم الریاض : جامعۃ الامام محمد بن سعود
الاسلامیہ ، ١٤١٤ھ / ١٩٩٤م - ٦٧٣ ص ، ٢٥ سم - النص باللغۃ
الاردیہ ردمک ٤ - ٠٠٥ - ٠٤ - ٩٩٦٠
ا - الاسلام - مجموعات ا - السعید، عبدالعزیز بن عبدالرحمن، جامع
ب - ابراہیم، سمیر عبدالحمید، مترجم - العنوان
رقم الایداع ١٣/٠٨٣٤
رقم ردمک ٤ - ٠٠٥ - ٠٤ - ٩٩٦٠
حقوق الطبع والنشر محفوظۃ للجامعۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 001058
91-Babar Block Garden Town Lahore

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از

معالی الدکتور محمد بن عبداللہ العجلان'
چانسلر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی

الحمدللہ والصلوہ والسلام علی رسول للہ وعلی آلہ وصحبہ' وبعد۔ یہ اللہ تعالی کا خاص فضل واحسان ہے کہ اس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کو دعوت و تبلیغ اور توحید خالص کے نفاذ کے لئے ایسے دور میں منتخب فرمایا' جب عرب کے اطراف و اکناف میں شرک و جہالت نے غلبہ پا لیا تھا۔ غیر شرعی طریقوں سے وسیلہ پکڑنا' اللہ تعالی کے سوا دیگر مخلوقات کو پکارنا اور ان سے مدد چاہنا عام ہو چکا تھا' چنانچہ ایسے دور میں شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ نے علم توحید کو بلند کیا اور اس وقت کے امام محمد بن سعود رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس مبارک مشن میں آپ کا ساتھ دیا۔

شروع شروع میں تو بہت ساری رکاوٹوں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنا پڑا مگر صبرو ثبات کی وجہ سے اللہ تعالی نے حالات کا پانسا پلٹ دیا' حتیٰ کہ اس مبارک دعوت کو لوگوں کے ہاں قبولیت عامہ اور خاص پذیرائی حاصل ہوئی جو اپنی شان و شوکت کے ساتھ عمومی سطح پر پھیل گئی۔

یہ سب کچھ محض اللہ کی توفیق و عنایت سے ہوا یا پھر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور امام محمد بن سعود رحمہما اللہ کی مشترکہ کاوشوں کا رہین منت ہے کہ جن کا باہمی معاہدہ اور تعاون محض اس بناء پر قائم ہوا کہ لوگوں کو بدعات و خرافات کے شوائب سے نکال کر صحیح اسلامی راستے پر گامزن کیا جائے اور اس طرز کو عام کیا جائے کہ جس پر اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل (اسوہ حسنہ) ملتا ہے۔

یہی دو چیزیں ہمارے لیے ہر کام میں مرجع اور مصدر ہیں اور اسی وحی کا اللہ تعالی نے ہمیں پابند کیا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے

(فاستمسك بالذی أوحي إليك إنك على صراط مستقيم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (أوتيت القرآن ومثله معه) مجھے قرآن اور اس طرح کی دوسری چیز بھی دی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہی وہ منہج اور واضح راستہ ہے' جسے سعودی حکومت نے اپنے مختلف ادوار میں مطمح نظر بنایا۔ انہوں نے کتاب و سنت کے صراط مستقیم کو ہمیشہ منتخب فرمایا اور اپنی تمام تر مساعی کا دارومدار صرف انہی دو چیزوں پر رکھا اور یہ اپنے آغاز سے لے کر تاہنوز اسی پر قائم چلے آ رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالی کو منظور ہوا تو وہ اسی نظام کے پاسباں رہیں گے تا آنکہ اللہ کا وہ حکم آجائے کہ جب وہ زمین اور اس کی ہر چیز کا اکیلا ہی مالک ہو گا۔ اللہ تعالی کی توفیق کے ساتھ امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی بھی اپنے عزائم پر کمربستہ ہو چکی ہے کہ ماضی کی طرح امام محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کی ان تمام تصانیف کو منصہ شہود پر لایا جائے جو مختلف موضوعات کے اعتبار سے عقیدہ' تفسیر' حدیث' فقہ اور امام صاحب کے خطبات اور خطوط پر محیط ہوں۔

ہمیں امید ہے کہ آج جو عالم اسلام میں مختلف مذاہب اور فرقہ ضالہ نیز باطل کے داعی جو شریعت کے تشخص کو مسخ کر رہے ہیں' ان کے پیدا کردہ وہ تمام آثار جو عبادات' عقائد' معاملات اور نظریات کی شکل میں ناجائز مداخلت کر رہے ہیں' ان سب آثار کی بیخ کنی کرتے ہوئے حق کو واضح کرنے میں ہمارا کردار اور مسلمانوں کو حالت رفتہ پر لانے کے لیے مثبت اور موثر نتائج کا حامل ہو گا' اسی وجہ سے ہم خالص توحید اور صافی عقیدہ کی نشرواشاعت کو اسلامی واجبات اور اس کی ضروریات کا حصہ سمجھتے ہیں' چنانچہ امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی نے اس کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ایک خاکہ تیار کیا اور اسے نافذالعمل بنانے کے لیے امام محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کا انتخاب کیا جو دعوت و سیرت کی آئینہ دار ہے۔ ہم نے اس کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کروانے کے لیے عمادہ البحث العلمی کے سپرد کیا تاکہ عالم اسلام میں اس کی اشاعت سے ہمارے دینی مقاصد اور ایمانی فرائض کی ادائی ہو سکے۔

اردو زبان برصغیر کے علاوہ' جنوبی افریقہ' برطانیہ' فرانس وغیرہ کئی ایک ممالک میں ایک معروف زبان کے طور پر رائج ہے۔ اس مناسبت سے یونیورسٹی شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کا انتخاب اردو زبان میں پیش کر رہی ہے۔ زیر نظر کتاب کے بعد دیگر کئی کتابیں اردو میں پیش کی جائیں گی۔

یہ کتاب جو آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہے' اپنے اندر بہت سارے موضوعات لیے ہوئے ہے۔ ان میں قرآن و حدیث' توحید' سیرت نبوی' حق و صداقت پر مبنی واقعات' تاریخ' فقہ اور خطوط و رسائل سے متعلق جامع انتخاب ہے۔ کتاب ہذا دراصل نہایت عظیم کاوش کا ثمرہ ہے اور مشترکہ تعاون پر معرض وجود میں آئی ہے۔ اس کی جمع و ترتیب فضیلتہ الدکتور عبدالعزیز بن عبدالرحمن السعید کے ہاتھوں سرانجام پائی اور ترجمہ جناب ڈاکٹر سمیر عبدالحمید ابراہیم نوح کے اہتمام سے ہوا۔ مترجم موصوف ہمارے ہاں عمادہ البحث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العلمی کے ممبر بھی ہیں۔

یونیورسٹی ان اصحاب کی مشترکہ کاوش پر ہدیہ تشکر پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل صالح کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور بہترین اجر سے انہیں نوازکر ان کے اس کام میں زیادہ سے زیادہ خیر و برکت دے، آمین!

یونیورسٹی اس عمل کو اپنے واجبات کا حصہ سمجھتی ہے کہ وہ اس مبارک مملکت کے سایہ عاطفت میں رہتے ہوئے زعمائے امت اور علمائے ملت کے علمی نشانات کی حفاظت اور ان کی دینی خدمات کے عملی اعتراف کا فریضہ سرانجام دے۔ ہماری یہ ساری کی ساری کوششیں مسلمانوں کی دینی مشکلات کو حل کرنے اور ان کے اہم امور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے نیز تکالیف و مصائب کا دفاع کرتے ہوئے بھلائی کو ان کے قریب تر کرنے کے لئے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ ہمارا کردار باثر طور پر نمودار ہو اور اسے حقیقی شکل دینے میں ہمیں خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی حسب معمول قیادت حاصل رہے کہ جن کی اور ان جیسے ان کے دیگر رفقاء اور بھائیوں کی قابل احترام توجہات اب بھی ہمارے شامل حال ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے، ان کے مشن کی اصلاح و ترقی فرمائے اور انہیں مسلمانوں کی اس خدمت اور دین حق کی اشاعت کے لئے اچھا صلہ عطا فرمائے۔

آخر میں پھر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی خادم حرمین شریفین کا تہ دل سے شکر کا اظہار کرتی ہے کہ جن کی عنایت، اہتمام اور مالی معاونت سے ہمیں اسلامی اور علمی واجبات کی ادائی میں بدستور اور مستقل مواقع مل رہے ہیں۔

محمد بن عبداللہ العجلان

چانسلر،

امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(از مترجم)

میرے لیے باعث صد فخر ہے کہ امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی مؤلفات کے انتخاب کا اردو ترجمہ میرے سپرد کیا۔ یہ انتخاب جناب ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالرحمن السعید کا مرتب کردہ ہے۔ اس انتخاب سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات اور ان کے تبلیغی مقاصد پر گہری روشنی پڑتی ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تصنیفات کے منتخب حصے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کئے جانے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس پروگرام میں اردو سب سے پہلی زبان ہے جس میں امام موصوف کی مؤلفات کے انتخاب کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

اس انتخاب کا ترجمہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ ترجمہ شروع کرنے سے پہلے میں نے سب علمی کتابوں کا جائزہ لیا جو اردو زبان میں امام موصوف کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ امام کی کتابوں کے ترجموں کے حصول کی کوشش بھی جاری رہی تو ان کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی۔ اس کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ اور اس کے تفسیری تراجم، صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث اور بعض فقہی کتابوں کے اردو تراجم پاکستان اور ہندوستان کے کتب خانوں سے بعض دوستوں اور کرم فرماؤں کی عنایت سے حاصل کئے گئے اور اس طرح ترجمے کا کام شروع ہوا اور بعونہ تعالیٰ و فضلہ ایک عرصے بعد اختتام کو پہنچا۔

اس انتخاب کے ترجمے کے بارے میں عرض ہے:

۱ - ترجمہ کرتے وقت میری یہی کوشش رہی ہے کہ ترجمہ اصل "متن" سے قریب سے قریب تر رہے۔

۲ - حسب ضرورت معانی یا الفاظ کی تشریح کے سلسلے میں بعض حواشی کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

۳ - ترجمے کی نظر ثانی کا بھی اہتمام کیا گیا تاکہ ترجمہ بہتر انداز میں قاری کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

چنانچہ ابتدا میں ترجمہ کی نظر ثانی کے لیے محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی کی طرف سے پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق انصاری کو متعین کیا گیا۔ موصوف نے ابتدائی حصے (نصف کے قریب) کی نظر ثانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی تندہی سے کی۔ لیکن موصوف کی اپنی گوناگوں مصروفیات کی بناء پر مکمل نہ کر سکے۔ بعد ازاں ترجمہ پر نظر ثانی کا کام ڈاکٹر امجد حسن سید احمد پروفیسر اردو کلیۃ الآداب قاہرہ یونیورسٹی کے حوالے کیا گیا اور اس طرح موصوف کے ہاتھوں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالحق انصاری اور پروفیسر ڈاکٹر امجد حسن دونوں صاحبان کا ترجمہ کی اصلاح اور نظر ثانی کے سلسلے میں تعاون کا بے حد شکر گزار ہوں۔

ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔ بے عیب اللہ کی ذات ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت۔ آپ کے سامنے شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کے دینی افکار اور ان کی تبلیغی جدوجہد کو ان کی زبانی "اردو" میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان براہ راست شیخ کی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور قارئین سے امید ہے کہ وہ میرے ترجمے کی لغزشوں اور علمی کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں گے۔

واللہ المستعان

مترجم
سمیر عبدالحمید ابراہیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از مرتب

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ علیہ کے حالات زندگی کا ایک سرسری جائزہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب بارھویں صدی کے اوائل میں جزیرہ نمائے عرب کے علاقہ نجد کے ایک شہر عینیہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ ہجری بمطابق ۱۷۹۳ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ نے علم کی آغوش میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کا گھرانہ علم کا مرکز تھا۔ آپ کے والد بزرگوار علاقے کے قاضی اور فقیہ تھے۔ آپ کے برادر محترم کا شمار جید علما میں ہوتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بے انتہا ذہانت عطا فرمائی تھی۔ تحصیل علم کا بچپن سے بے انتہا شوق تھا۔ چنانچہ علم کے حصول میں سرگرداں رہے اور دور دراز کا سفر کیا۔ اہم اہم اسلامی مراکز کی خاک چھانی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عالم اسلام میں ہر طرف خلافت عثمانیہ کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ ہر سو جہالت خرافات و بدعات کا دور دورہ تھا۔ ہر طرف تاریکیوں کی حکمرانی تھی اور مسلمان علوم و فنون میں انتہائی پسماندہ ہوگئے تھے۔ بدامنی اور معاشی بد حالی ہر سو مسلط تھی اور دین خرافات و بدعات کا نام بن کر رہ گیا تھا۔ معاشرہ کے فاسدانہ نظریات کے گمراہ کن نتائج سے علماء اور عوام دونوں ہی بے خبر تھے۔ قبروں پر اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کی جاتی تھیں۔ مزار تعمیر کئے جاتے اور ان پر عالیشان گنبد بنائے جاتے تھے۔ اور یہ مقامات عوام و خواص کا مرجع اور شرک و بدعات کے مراکز بن گئے تھے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے تحصیل علم کے لیے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ اور احساء کی بھی خاک چھانی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مقدس مقامات اور اہم علمی مراکز بھی شرک، بدعات و خرافات سے محفوظ نہ تھے۔ یہ تھے وہ حالات جن میں شیخ نے ان باطل نظریات و خیالات، مشرکانہ عقائد و افکار اور جاہلانہ رسم و رواج کا تحریر و تقریر کے ذریعے ان کو ختم کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ جہاں موقع ملا قبروں پر بنی ہوئی عمارتوں اور گنبدوں کو ڈھادیا۔ پھر کیا تھا! آپ کے خلاف ہر طرف مخالفتوں کے محاذ کھل گئے۔ برائیوں کے علمبرداروں اور مفاد پرستوں نے جناب شیخ کی اس جد و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھد کو اپنے لیے سب سے بڑا چیلنج سمجھا چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مخالفتیں بڑھتی گئیں۔ لیکن ان مخالفتوں کی شدید آندھیوں میں بھی جناب شیخ ثابت قدم رہے۔ جناب شیخ کے یقین محکم اور عمل پیہم کی شمع روشن سے روشن تر ہوتی چلی گئی۔ شیخ صاحب اپنے تبلیغی مقاصد کو لیے آگے بڑھتے رہے اور لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے رہے۔ فاسد خیالات کے تاریک جنگل کو صاف کرکے فکر و نظر کی صاف اور سیدھی شاہراہ دکھاتے رہے ، یہاں تک کہ شیخ درعیہ آئے۔ یہاں پر ان کی ملاقات امیر محمد بن سعود سے ہوئی۔ ان دونوں کے مابین اقامت دین کے کام میں اتفاق و تعاون کا عہد و پیمان ہوا۔ امیر محمد بن سعود نے اپنی خدمات کو شیخ کی تحریک میں پیش کرنے کا اعلان کردیا اور پھر وہ وقت بھی آیا جب امیر محمد بن سعود جناب شیخ کے تبلیغی مقاصد کے سب سے بڑے علمبردار بن کر دنیا کے سامنے آئے۔ امیر نے شیخ کا ہر موڑ پر ساتھ دیا یہاں تک کہ مخالفین کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ تمامتر رکاوٹوں کے باوجود شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت وسط الجزیرہ ، خلیج عرب اور یمن کے علاقوں کو متاثر کرتے ہوئے ایشیا اور افریقہ کے اکثر و بیشتر علاقوں میں پھیلتی چلی گئی۔ جگہ جگہ شیخ کی دعوت کے اثرات پہنچنے لگے۔ عالمِ اسلام میں عام بیداری کی لہر پیدا ہونے لگی اور بہت سے مصلحین نے اصلاحی تحریکیں شروع کردیں اور تبلیغ اسلام اور اس کی نشر و اشاعت کا انتظام کیا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی مؤلفات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اجتہاد اور استنباط کے ہر علم اور فن میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ نے قرآن کی فضیلت اور قرآنی علوم پر بھی قلم اٹھایا۔ قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر بھی کی اور کسی حد تک اجتہاد کو ترجیح دی۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے علم فقہ کے ابواب کے مطابق احادیث نبوی کو (پانچ جلدوں میں) جمع کیا اور فقہ کی کتابوں کا بڑا عمیق مطالعہ کیا اور اس موضوع پر چند کتابیں مرتب کیں۔ علم فقہ کی بعض آراء کا تنقیدی جائزہ بھی لیا اور چند مسائل میں اپنا اجتہاد پیش کیا اور بنیادی اصولوں کے بارے میں بھی قلم اٹھایا۔ سیرت ابن ہشام کو مختصر کیا اور اس میں دعوت اور جہاد کے موضوع پر تھوڑا بہت اضافہ کیا۔ زاد المعاد (ابن القیم کی) تلخیص بھی کی۔

پیشِ نظر کتاب میں ہم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خطبات اور ارشادات کے انتخاب میں موجودہ زمانہ کی ضروریات کو ملحوظ رکھا ہے یہ خطبات، عبادات اور وعظ سے متعلق ہیں یا ان کا تعلق امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ہے۔ البتہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا اصل میدان عقیدہ ہے جس میں شیخ کے مختلف رسائل ہیں۔ یہ رسائل عقائد کے اصول و فروع میں شیخ کے طریقے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیدے کی تشریح و وضاحت پر مشتمل ہیں۔ شیخ نے اپنی دعوت میں "عقائد" پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ جس کا مقصد یہی ہے کہ لوگ اس صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین گامزن تھے۔ اسلامی عقیدہ کو بدعات و خرافات سے پاک و صاف کرنے کے لیے شیخ نے کتاب و سنت اور صحابہ کرام و تابعین کے عمل سے دلائل پیش کیے ہیں۔

اس کتاب میں اصحاب سیر و تراجم کی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت زندگی اور تصنیفات کے بارے میں تفصیل سے لکھنا ہمارا مقصد نہیں ہے اس کے لیے الگ وقت اور مناسب موقع درکار ہے۔ یہاں تو ہم صرف شیخ کے فرمودات، ملفوظات اور تألیفات کے مختلف نمونے پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ سو تمہید کے طور پر اپنی طرف سے چند جملے لکھے ہیں تاکہ اہل حق شیخ کے علم و فکر سے براہ راست آگاہ ہوسکیں اور خود سے فیصلہ کرسکیں۔

ہم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد و افکار کے یہ منتخب شہ پارے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ جن میں پہلے قرآن مجید، پھر سنت اور آخر میں دوسرے دینی امور ہیں۔موضوعات میں ہم نے امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی سے شائع شدہ مواد کو معیار بنایا ہے کیونکہ ہماری تحقیق کے مطابق ان کا پیش کردہ مواد ہی سب سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے نبی پر، اس کی آل پر اور اصحاب پر اپنا درود اور رحمت نازل فرمائے۔ آمین

مرتب

ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالرحمن السعید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

قرآن کی تلاوت اور اس کے سیکھنے سکھانے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ

"تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا"۔ (المجادلہ : ۱۱)

پھر ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا۟ رَبَّٰنِيِّۦنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾

"کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے اللہ کے بندے بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو"۔ (آل عمران : ۷۹)

تلاوت قرآن مجید کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات :

عن عائشة ـ رضي الله عنها ـ قالت: قال رسول الله ﷺ: «الماهر بالقرآن مع السَفَرَة الكرام البررة، والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران».

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن کا ماہر (جاننے والا) ان بزرگ اطاعت شعار فرشتوں کے ساتھ ہے، جو (کلمات الٰہیہ) لکھنے پر مامور ہیں۔ اور وہ شخص جو قرآن پڑھے لیکن قرآن پڑھنے میں اسے دشواری پیش آئے، مگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہ پڑھتا ہے ایسے شخص کو دوہرا اجر ملے گا"۔ (مسلم ۔ باب، حافظ القرآن کی فضیلت)

امام بخاری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«خيركم من تعلَّم القرآن وعلَّمه»

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"۔

(بخاری ٦ : ١٣٨ باب التفسیر - مسلم : صلاۃ المسافرین - ابن ماجہ ٢ / ١٢٤٢ فی الادب : باب فضل قرآن - احمد: مسند ٦ / ٩٤)

امام مسلم حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قال سمعت رسول الله ﷺ، يقول: «اقرأوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعاً لأصحابه. اقرأوا الزهراوين البقرة وسورة آل عمران؛ فإنهما غمامتان أوكأنهما غيايتان، أو كأنهما فرقان من طير صافٍ تحاجّان عن أصحابهما. اقرأوا سورة البقرة؛ فإن أخذها بركة وتركها حسرة ولا يستطيعها البطلة».

انہوں نے کہا: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، قرآن پڑھا کرو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا اور وہ دونوں درخشندہ اور تابندہ سورتیں، سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھا کرو۔ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن اس حال میں آئیں گی جیسے کہ دو بادل ہوں یا دو سایہ دار درخت یا اڑتے ہوئے جانوروں کی دو ٹولیاں اور دونوں پڑھنے والوں کے حق میں سفارشی ہوں گی۔ سورہ بقرہ کو اپناؤگے تو برکتیں ہی برکتیں ہیں۔ اس سے غفلت برتوگے تو مقدر میں حسرتیں ہی حسرتیں ہیں۔ جادوگر لوگ ان کا مقابلہ کہاں کرسکتے ہیں۔

وعن النواس بن سمعان يقول: سمعت النبي ﷺ يقول: «يؤتى بالقرآن يوم القيامة وأهله الذين كانوا يعملون به تتقدمه سورة البقرة وآل عمران. وضرب لهما رسول الله ﷺ ثلاثة أمثال ما نسيتهن بعد، قال: كأنهما غمامتان، أو ظلتان سوداوان بينهما شرق أو كأنهما فرقان من طير صاف تحاجّان عن صاحبهما».

حضرت نواس بن سمعان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "قیامت کے دن قرآن پیش کیا جائے گا اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کو بھی پیش کیا جائے گا جو اس پر عمل پیرا تھے۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران آگے آگے ہوں گی"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تین مثالیں دیں، میں ان کو آج تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایا۔" یہ دونوں سورتیں تو ایسی ہیں گویا دو بادل کے ٹکڑے ہیں یا دو کالے کالے سائبان ہوں جن سے روشنی چھن چھن کر آتی ہو یا چڑیوں کی دو ٹولیاں جو قطار میں کھڑی ہوں۔ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے وکالت کر رہی ہوں گی"۔(مسلم: باب فضائل القرآن)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں "الم" کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ "الف" ایک حرف ہے "لام" ایک حرف ہے اور "میم" ایک حرف "۔

یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی ہے اور انہوں نے اسے حسن اور صحیح قرار دیا ہے۔ نیز انہوں نے اس حدیث کو بھی جو عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے، صحیح قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قرآن پڑھنے والے شخص سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور جنت کی بلندیوں پر چڑھتا جا اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا دنیا میں تیرا انداز تھا۔ جس آخری آیت تک پڑھے گا اس حد تک تیرے درجات بلند ہوتے رہیں گے۔"

امام احمد نے بھی اس قسم کی ایک حدیث حضرت ابوسعید کے واسطہ سے بیان کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ پھر وہ پڑھے گا اور اس کے درجات بلند ہوتے چلے جائیں گے اور ہر آیت کے ساتھ ساتھ ایک ایک درجہ بلند ہوگا یہاں تک کہ آخری آیت جو اسے یاد ہوگی پڑھے گا۔

امام احمد نے ایک اور مرفوع حدیث، حضرت بریدہ سے سورہ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی فضیلت میں روایت کی ہے، جس میں آیا ہے کہ روز قیامت جب انسان کی قبر پھٹ جائے گی تو قرآن اس کے پاس ایک کمزور اور زرد رو انسان کی صورت میں آئے گا اور اس سے کہے گا: "کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟" وہ کہے گا: "میں تجھے نہیں جانتا" تو وہ کہے گا: "میں تمہارا ساتھی قرآن ہوں جس نے تجھے دن میں پیاسا رکھا تھا اور راتوں کو جگایا تھا۔ ہر تاجر اپنی تجارت سے نفع چاہتا ہے اور تجھے تو ساری تجارتوں کا نفع ملے گا"۔

پھر اس کے دائیں ہاتھ میں بادشاہت اور بائیں ہاتھ میں خلد عطا کیا جائے گا اور سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو زرق برق لباس پہنایا جائے گا جو حیرت سے پوچھیں گے کہ ہمیں اس زرق برق لباس سے آراستہ کیوں کیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ تمہارے بیٹے کے قرآن پڑھنے کا ثواب ہے۔ پھر اس سے کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت کی بلندیوں پر چڑھتا جا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک وہ قرآن پڑھتا رہے گا تب تک وہ بلندیوں پر چڑھتا ہی چلا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اللہ کے دوست اور چہیتے ہیں" یہ حدیث امام احمد اور نسائی نے روایت کی ہے۔

(۲)

علماء قرآن کی تعظیم و تکریم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس کے شرکاء قرآن کریم کے قاری ہوتے تھے، خواہ وہ ادھیڑ عمر کے لوگ ہوں یا جوان۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "لوگوں کی امامت اسے کرنی چاہیے جو قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا اور اس کی کثرت سے تلاوت کرنے والا ہو۔ اگر کئی آدمی تلاوت قرآن میں برابر ہوں تو پھر اسے امام بنایا جائے جس نے ہجرت میں پہل کی ہو۔ اگر یہاں بھی وہ سب برابر ہوں تو پھر اسے امامت کرنی چاہیے جو عمر میں سب سے بڑا ہو"

دوسری روایت میں ہے کہ کوئی کسی دوسرے آدمی کے علاقے میں جہاں اس کی بات چلتی ہو، امامت نہ کرے اور نہ ہی اس کی مسند پر بیٹھے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لے، یہ حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے دو دو کو ایک کفن میں رکھتے جاتے اور پوچھتے جاتے کہ ان میں سے قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا کون ہے، جس کے بارے میں بتایا جاتا کہ وہ زیادہ قرآن کا علم رکھنے والا تھا تو اسے پہلے قبر میں اتارتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سن رسیدہ شخص کی تعظیم، حامل قرآن کی تعظیم اور انصاف پرور حکمران کی تعظیم دراصل اللہ ہی کی تعظیم ہے، یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)

قرآن کریم کے سیکھنے سمجھنے اور سننے اور اس کے نہ پڑھنے والوں کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا

"اور ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کردیتے ہیں"۔ (بنی اسرائیل : ۴۶)

اور

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ

"یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بد ترین جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے"۔ (الانفال : ۲۲)

اور پھر ارشاد فرمایا:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا

"اور جس نے میرے ذکر سے منہ موڑا، تو اس کے لئے تنگ زندگی ہے"۔ (طٰہٰ : ۱۲۴)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے علم و ہدایت کی جو تعلیمات مجھے دے کر بھیجی ہیں اس کی مثال اس بارش جیسی ہے جو زمین پر خوب خوب برسے۔ بعض زمینیں اتنی عمدہ ہیں کہ انہوں نے پانی جذب کرلیا جس کے نتیجے میں خوب گھاس اگ آئی اور سبزیاں پیدا ہوئیں، کچھ دوسری زمین میں جو پتھریلی ہیں، انہوں نے پانی کو روکے رکھا اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس پانی سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کیا، لوگوں نے خود بھی پیا، اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور کھیتوں کو بھی سیراب کیا، پھر کچھ ایسی زمینیں بھی ہیں جو بالکل چٹیل ہیں، ایسی چٹیل اور چکنی کہ پانی کو روک نہ سکیں۔ پہلی زمین کی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور جو تعلیم مجھ کو دی گئی اس سے فائدہ اٹھایا، اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا، دوسری زمین کی مثال اس شخص کی ہے جس نے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر سر ہی نہیں اٹھایا اور اللہ کی ہدایت جو میں دے کر بھیجا گیا وہ اس نے نہ مانی۔ یہ تو مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فائدہ دیا، اس چیز سے جو مجھ کو عطا فرمائی، اس نے اس کو آپ بھی جانا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور جس نے اس کی طرف سر نہ اٹھایا (یعنی توجہ نہ کی) اور اللہ کی ہدایت کو جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا"۔ (یہ عبارت صحیح مسلم کتاب الفضائل باب بیان مابعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الھدی والعلم سے ماخوذ ہے۔ مترجم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رحم کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا، معاف کرو اللہ تمہیں بھی معاف کردے گا ہلاکت ہے بدزبانی کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی غلط کاموں میں لگے رہتے ہیں۔"

(۴)

قرآن کو نہ سمجھنے والا منافق ہوسکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰٓ إِذَا خَرَجُوا۟ مِنْ عِندِكَ قَالُوا۟ لِلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ مَاذَا قَالَ ءَانِفًا ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَٱتَّبَعُوٓا۟ أَهْوَآءَهُمْ ﴿١٦﴾

"ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہاری بات سنتے ہیں اور پھر جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جنہیں علم کی نعمت بخشی گئی ہے پوچھتے ہیں کہ ابھی ابھی انہوں نے کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ٹھپہ لگادیا ہے اور یہ اپنی خواہشات کے پیرو بنے ہوئے ہیں"۔ (محمد : ۱۶)

پھر فرمایا:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَـٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَـٰفِلُونَ

"اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے پاس دل ہیں، مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں"۔ (الاعراف : ۱۷۹)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا "تم لوگوں کو قبروں میں اس طرح آزمایا جائے گا جیسا کہ مسیح دجال کے فتنہ کے وقت آزمایا جائے گا تمہارے سامنے ایک شخص کو پیش کیا جائے گا، اور پوچھا جائے گا کیا تم اس کو جانتے ہو؟"

راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں حضرت اسماء نے مومن کا لفظ استعمال کیا یا "موقن" کا، بہرحال مومن یا موقن (یقین رکھنے والا) کہے گا:

" یہ "محمد" ہیں، اللہ کے فرستادہ۔ ہمارے پاس واضح نشانیاں اور ہدایات لے کر آئے ہیں۔ ہم ان کی تعلیمات پر ایمان لے آئے اور ان کی پیروی کی" اس پر اس سے کہا جائے گا: "تم اطمینان سے سوجاؤ" ہم تو (پہلے ہی) جان چکے تھے کہ تم ان پر یقین رکھنے والے اور مومن ہو۔ مگر منافق یا شک کرنے والا یوں کہے گا: میں کچھ نہیں جانتا (میں نے تو دنیا میں کچھ غور نہیں کیا) لوگوں کو جو کہتے سنا میں بھی وہی کہتا رہا۔(بخاری و مسلم)

حضرت براء کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں :"مومن کہے گا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں"۔ اس پر دونوں فرشتے کہیں گے "کیا تونے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی؟" یہ صحیح حدیث ہے۔

(۵)

آیت وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (بقرہ : ۷۸) کی تشریح

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

"جن لوگوں کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا مگر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا، ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، اس سے بھی زیادہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلا دیا ہے، ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا"۔ (الجمعہ : ۵)

حضرت ابودرداء کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، دیکھا کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا : "ایک وہ وقت ہوگا جب علم لوگوں سے جاتا رہے گا یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہے گا" یہ سن کر زیاد بن لبید انصاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھنے لگے : یا رسول اللہ ! علم ہم سے کیوں کر چھین لیا جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے رہیں گے؟ اللہ کی قسم، ہم تو خود بھی قرآن پڑھتے رہیں گے اور اپنے گھر والوں کو بھی پڑھاتے رہیں گے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے زیاد برا ہو تمہارا! میں تو تمہیں مدینے کے سمجھ دار اور ہوشیار لوگوں میں شمار کرتا تھا، دیکھتے نہیں... یہود و نصاریٰ کے پاس بھی تورات اور انجیل ہیں مگر وہ ان کے کسی کام آئیں؟"

یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو انہوں نے حسن و غریب کا درجہ دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ

یعنی بے شک آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے لے کر سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ

یعنی تیری ذات پاک ہے تو بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے۔ تو آپ نے فرمایا "ہلاک ہوا وہ شخص جس نے ان آیات کی تلاوت کی اور ان پر غور و فکر نہیں کیا"۔ (یہ حدیث ابن حیان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔)

(٦)

قرآن کی آڑ میں گناہ کرنے والے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلْفَٰسِقِينَ

"اور اس سے گمراہی میں وہ انہی کو مبتلا کرتا ہے جو فاسق ہیں۔" (البقرہ : ٢٦)

اور وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔" (المائدہ : ٤٤)

پھر فرمایا:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حق یہ ہے کہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انہیں بھینٹ چڑھاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ ہرگز ان سے بات نہ کرے گا نہ انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا اور ان کے لیے دردناک سزا ہے"۔ (البقرہ : ۱۷۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو کمتر سمجھوگے، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، کہ تیر انداز تیر کے دھار کو یا اس کے بازو کو دیکھتا رہ جائے یا اس کے دوسرے سرے کو دیکھے لیکن کہیں خون لگا ہوا نہ پائے"۔[1] (دیکھیے صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ) دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ قرآن کو بڑی لگن سے پڑھیں گے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو بہترین مخلوق تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو آیات کافروں کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں ان کو ان لوگوں نے مومنوں پر چسپاں کردی ہیں، ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے یہ مرفوعاً روایت کی ہے کہ جس کسی سے علم کے بارے میں پوچھا گیا مگر اس نے چھپایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائے گا۔

۱- بخاری کی روایت یوں ہے:

حضرت ابوسعید خدری نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے: کچھ لوگ تم میں سے ایسے پیدا ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے دوسرے نیک اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانوگے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر صرف زبان سے، قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے کہ اس میں کچھ لگا نہ ہو، اس کی دھار دیکھے تو صاف، بازو دیکھے تو صاف، پر کو دیکھے تو صاف، سوفار کو دیکھے تو بھی شک کہ کچھ لگا بھی ہے یا نہیں۔ (صحیح البخاری فضائل القرآن) (از مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷)

تفسیر بالرأی کرنے والوں کے بارے میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جس شخص کے بارے میں سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ ایسا شخص ہوگا جو شہید ہوا ہوگا جب اس کو اللہ کے سامنے لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمت اس کو بتائے گا اور وہ اعتراف کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: تو نے اس نعمت کا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ کہتا ہے تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں اور تجھے بہادر کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس کو اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ اس طرح ایک دوسرا شخص حاضر کیا جائے گا جس نے دین کا علم سیکھا اور سکھایا ہوگا۔ اور قرآن پڑھتا ہوگا، جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں جتلائے گا۔ وہ اس کا اعتراف کرے گا، تب کہا جائے گا تو نے اس نعمت کا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا دوسروں کو بھی علم سکھایا اور تیری خوشی کے لئے قرآن تلاوت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے علم حاصل کیا تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھتا رہا کہ لوگ تجھ کو قاری کہیں، تو جا تجھ کو عالم اور قاری کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ اس کو منھ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ تیسرا شخص لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا تھا اور ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا، جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں بتائے گا اور وہ اس کا اعتراف کرے گا اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو نے اس نعمت سے کیا کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسی راہ جس پر مال خرچ کیا جاسکتا ہو اور جس کو تو پسند کرتا ہو نہیں چھوڑی، ہمیشہ تیری راہ میں خرچ کرتا رہا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تو نے خرچ اس لیے کیا تھا کہ لوگ تجھے سخی اور داتا کہیں، تو جا تجھے دنیا میں سخی کہہ دیا گیا۔ پھر حکم ہوگا اور اسے منھ کے بل کھینچ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم، کتاب الامارہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸)

قرآن کو ذریعۂ معاش بنانے کے بارے میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرآن پڑھو اور اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرو قبل اس کے کہ ایک ایسی قوم آئے جو اسے تیر کی طرح سیدھا کردے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگے"۔ (ابوداؤد ۔کتاب الصلاۃ)

اس مفہوم کی ایک حدیث سہل بن سعد سے بھی مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو لوگوں کو قرآن پڑھ پڑھ کر سناتا جاتا تھا اس نے اپنے اس عمل سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کردیا، حضرت عمر نے یہ منظر دیکھ کر "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قرآن پڑھو تو صرف اللہ ہی سے مانگو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں گے۔ (احمد اور ترمذی)

(۹)

قرآن سے بے توجہی برتنے والوں کے بارے میں

سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : گزشتہ رات میرے پاس دو فرشتے آئے (جبریل اور میکائیل) انہوں نے مجھے جگایا اور کہنے لگے ہمارے ساتھ چلیئے، میں ان کے پیچھے ہولیا۔ یہاں تک کہ ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ جبکہ ایک دوسرا شخص (جو کہ فرشتہ تھا) اس کے سر کے پاس کھڑا ہوا تھا، وہ جھک کر پتھر سے اس کا سر کچل رہا تھا، جب پتھر ڈھلک جاتا تھا تو وہ دوبارہ پتھر اٹھانے جاتا جب پتھر اٹھا کر واپس آتا تو اس لیٹے ہوئے شخص کا سر دوبارہ جڑ کر پہلے جیسا ہوجاتا، وہ پتھر مار کر اس کا سر کچلتا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے اپنے ساتھی فرشتوں سے پوچھا: اللہ کی ذات بزرگ و برتر ہے، بتاؤ تو یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھ کر چھوڑ دیا تھا اور دوسرا شخص وہ ہے جس کو اللہ نے (دنیا میں) قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ اس کو ایک طرف رکھ کر بے نیازی سے سوجاتا اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ قیامت تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی۔ (بخاری)

مسلم میں حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے بصرے کے قاریوں سے کہا قرآن کو پڑھتے رہا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ تمہارے دل بھی پچھلے لوگوں کی طرح سخت ہوجائیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بنی اسرائیل کے دل سخت ہوگئے۔ انہوں نے اپنی طرف سے ایک کتاب گھڑلی اور اس کو اپنی خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے ذریعہ بنالیا۔ حق اور ان کے اکثر خواہشات کے درمیان ٹکراو تھا اور انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

(۱۰)

قرآن کے علاوہ کسی اور سے ہدایت چاہنے والے کے بارے میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ

"جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں"۔ (الزخرف : ۳۶)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ

"ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کردی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے"۔ (النحل : ۸۹)

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ایک چشمے پر جو "غدیر خم" کے نام سے مشہور تھا، ایک خطبہ دیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر ہمیں ہدایات دیں اور نصیحتیں کیں، آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، بہت ممکن ہے کہ عنقریب میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغامبر آپہنچے اور میں اس کا بلاوا قبول کرلوں۔ میں تم میں دو بڑی بڑی اور انتہائی اہم اور قیمتی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ پہلی چیز اللہ کی کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تمہارے لئے اس میں راہنمائی بھی ہے اور روشنی بھی۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھامے رہنا اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ پھر آپ نے کتاب اللہ کے سلسلے میں لوگوں میں خوب ترغیب دی اور اس کی اتباع پر ابھارا۔ پھر فرمایا: دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں ان کے سلسلے میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

"ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ اللہ کی رسی ہے جو اس کی پیروی کرے گا۔ راہ راست پر ہوگا اور جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہ ہوجائے گا" (مسلم باب کتاب الفضائل)

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ جب بھی خطبہ دیتے تو امابعد کہتے پھر فرماتے:

اے لوگو! یہ جان رکھو کہ سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھی رہنمائی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہنمائی ہے اور سب سے برے کام بدعت کے کام ہیں اور یہ بدعت گمراہی ہے (صحیح مسلم: کتاب الجمعہ)

حضرت سعید بن مالک کہتے ہیں کہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا آپ اسے ایک عرصہ تک لوگوں کو سناتے رہے۔ صحابہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ ہمیں اس کے واقعات سنائیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

الٓمٓر تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ۗ وَٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ٱلْحَقُّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عرصہ تک ان کے سامنے تلاوت فرماتے رہے۔

سعودی القاسم سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بے تاب ہوکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہمیں کچھ بتایئے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا

"اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں"۔ (الزمر: ۲۳)

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ

"کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں"۔ (الحدید: ۱۶)

اس واقعہ کو عبید نے بھی بعض تابعین سے روایت کیا ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ صحابہ کرام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کرتے تو آپ ان کو قرآن کی طرف متوجہ کرتے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہر روز اپنی مجلس میں یہ کہا کرتے تھے اور شائد ہی کوئی دن ایسا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گزرتا ہو کہ انہوں نے یہ الفاظ نہ کہے ہوں "اللہ تعالیٰ بڑا انصاف کرنے والا حاکم ہے، ہلاک ہوئے وہ لوگ جو شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمہارے آگے ایک ایسا فتنہ برپا ہونے والا ہے جس میں مال و دولت کی فراوانی ہوگی۔ قرآن کا بہت چرچا ہوگا۔ یہاں تک کہ مومن منافق، عورتیں اور بچے سب ہی اس کو پڑھیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ میں نے قرآن پڑھا لیکن میں نہیں سمجھتا کہ لوگ میری بات مانیں گے جب تک میں ان کے لئے کوئی اور چیز نہ گھڑ لوں۔ ہوشیار رہو، اس کی ساری بدعتوں سے دور رہنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ عقلمندوں کی لغزشوں سے بچنا۔ بعض اوقات منافق بھی حق بات کیا کرتے ہیں پس جہاں سے بھی حق ملے لے لو کیونکہ حق تو بڑی واضح اور روشن چیز ہے"۔ (ابوداؤد)

امام بیہقی عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب احادیث کو لکھوانے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام سے مشورہ کیا انہوں نے اثبات میں جواب دیا، پھر آپ نے مہینے بھر استخارہ کیا اور پھر فرمایا: مجھے تم سے پہلے والی قومیں یاد آگئیں جو کتابیں لکھتے تھے اور پھر انہی میں لگے رہتے تھے اور "کتاب اللہ" کو چھوڑ دیتے تھے۔ میں تو کبھی بھی "کتاب اللہ" کے ساتھ کسی اور چیز کو گڈمڈ نہیں کروں گا۔

(۱۱)

قرآن میں غلو کرنے کا بیان

حدیث خوارج جو پہلے بیان کی جاچکی ہے اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم روزانہ روزہ رکھتے ہو اور ایک رات میں قرآن پڑھ لیتے ہو۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ یہ سچ ہے اور اس سے مقصود صرف اور صرف نیکی کا حصول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داؤد علیہ السلام والا روزہ رکھو بے شک وہ بندوں میں بڑے عبادت گزار تھے اور مہینہ بھر میں قرآن ختم کیا کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر دس روز میں ختم کرلیا کرو۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر ایک ہفتے میں ختم کرلیا کرو۔ اور اس سے آگے نہ بڑھو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہلاک ہوگئے غلو کرنے والے! امام احمد نے عبدالرحمن بن شبلی سے مرفوعاً یہ حدیث ذکر کی ہے۔

"قرآن پڑھو نہ اس میں مبالغہ کرو نہ اس سے بے توجہی برتو۔ نہ ہی اس کو ذریعہ معاش بناؤ اور نہ ہی اس سے مال و دولت کی فراوانی چاہو"۔

اور رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہو اور جب اس کو میرا کوئی ایسا حکم پہنچے جس میں یا تو کسی چیز کا حکم دیا گیا ہو یا کسی چیز سے روکا گیا ہو۔ تو وہ کہنے لگے : میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو صرف اس چیز کو قبول کروں گا جو کتاب اللہ میں ملے گی" (ابوداؤد ، ترمذی)

(۱۲)

متشابہات کی کھوج میں لگے رہنے والوں کے بارے میں

صحیح مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران کی وہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ[1] ہے :

وہی (اللہ) ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس (کتاب) میں بعض آیتیں محکم ہیں جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، وہ فتنے کی تلاش میں متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اور مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں۔ وہ کہتے ہیں "کہ ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔ اور کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں" ۔ پھر آپ نے فرمایا : جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیات کی کھوج میں لگے رہتے ہیں تو تم ان سے احتراز کرو اور دور رہو۔

---

[1] هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ مِنْهُ ءَايَٰتٌ مُّحْكَمَٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَٰبِهَٰتٌ ۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَآءَ ٱلْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِۦ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ ۗ وَٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ يَقُولُونَ ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ (آل عمران : ۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی وہ لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اشارہ کیا ہے۔ تو تم ان سے ہوشیار رہو۔ (مسلم : باب العلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیزیں اسلام کو تباہ کرتی ہیں وہ یہ ہیں کتاب اللہ کے سلسلہ میں عالم کی لغزش اور منافق کی کٹھ حجتی اور گمراہ حکمرانوں کی حکمرانی (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔الدارمی : ۱/ ۵۴ ، ۵۵)۔

(۱۴)

قرآن مجید کے بارے میں بغیر علم کے محض اپنی عقل سے کلام کرنے والوں کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ﴿٣٣﴾

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں۔ وہ تو یہ ہیں بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے۔ گناہ اور حق کے خلاف زیادتی، اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اسی نے فرمائی ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور ایک روایت میں ہے کہ بغیر علم کے کچھ کہا، تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے (ترمذی) جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جس نے محض اپنی رائے سے قرآن کی تاویل کی اور صحیح تاویل کی تب بھی اس نے غلطی کی"۔ (ابوداؤد اور ترمذی ۔ موخر الذکر نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۴)

قرآن کے سلسلہ میں کج بحثی کرنے کا بیان

حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ قرآن کے سلسلہ میں کج بحثی کرنے والے کے لئے یہ دو آیتیں انتہائی شدید ہیں:

مَا يُجَٰدِلُ فِىٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِى ٱلْبِلَٰدِ

"اللہ کی آیتوں میں صرف وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں"۔ (غافر : ۴)

وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخْتَلَفُوا۟ فِى ٱلْكِتَٰبِ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ

"اور جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ گہری ضد میں پڑ گئے ہیں"۔ (البقرہ : ۱۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن میں کج بحثی کرنا کفر ہے (احمد اور ابوداؤد)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم میں اختلاف کررہے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا : "تم سے پہلے کے لوگ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔"

(۱۵)

قرآن میں لفظی یا معنوی اختلاف کا بیان

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ

"وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تیرا مالک فضل کرے"۔ (ھود : ۱۱۸ / ۱۱۹)

كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّۦنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ

"ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور (کجروی کے نتائج سے) ڈرانے والے تھے"۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا مگر میں نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا تھا، اس پر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور آنحضرت صلی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم کے پاس لے گیا، اور آپ سے ذکر کیا، اس پر آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ آپ نے فرمایا، "تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو، اختلافات میں نہ پڑو کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہوگئے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن میں صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی جو ایک آیت کے سلسلے میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ باہر نکل آئے۔ آپ کے چہرے سے غصہ کے آثار نمایاں تھے آپ نے فرمایا: "تم سے پہلے کے لوگ اللہ کی کتاب میں کج بحثی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوچکے ہیں" یہاں جس اختلاف سے روکا گیا ہے، اس کا تعلق ایسے اختلاف سے ہے جو نفسانی خواہشات اور دوسروں کو گمراہ کرنے کی غرض سے ہو یا فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے ہو۔ جہاں تک اصل معاملہ کی تحقیق اور احکام سے استنباط کا معاملہ ہے وہاں اختلاف کی گنجائش ہے۔

مسند احمد میں عمرو بن شعیب کی حدیث ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں کہا اور کسی نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ ایسا ایسا نہیں کہتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ باہر تشریف لے آئے چہرہ مبارک ایسا سرخ تھا جیسے کہ چہرہ پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں ایسی ہی باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور کیا میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ تم کتاب اللہ میں تضاد اور اختلاف ثابت کرتے پھرو۔ پچھلی امتیں اسی سبب سے گمراہ ہوئیں۔ دیکھو جس چیز کا میں حکم دوں اس کو انجام دو اور جس چیز سے منع کرو اس سے رک جاؤ۔"

دوسری روایت میں ہے کہ لوگ "تقدیر" کے بارے میں جھگڑ رہے تھے کہ اتنے میں آپ تشریف لائے۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں، "ہم تقدیر کے بارے میں بحث کررہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے" (امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔)

(۱۶)

جب تمہارے درمیان اختلاف ہو تو اٹھ کھڑے ہو

صحیح بخاری میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو جب تک تمہارے درمیان اتفاق ہو اور جب تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ نے (اسی بیماری کی شدت میں) فرمایا: "لکھنے کا سامان لاؤ، میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھادوں تاکہ تم گمراہ نہ ہوسکو۔" حضرت عمر نے کہا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت ہے پھر ہمارے پاس اللہ کی کتاب بھی تو موجود ہے، اور یہی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔" کچھ دوسروں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامان کتاب مہیا کیا جائے۔ اس پر لوگوں میں اختلاف ہونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ میرے سے چلے جاؤ۔ نبی کے پاس لڑنا جھگڑنا مناسب نہیں۔"

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سورہ یوسف کی تلاوت کی تو ایک شخص نے کہا یہ اس طرح نہیں اتری، آپ نے اس شخص کی بات سن کر کہا: "کیا تو اللہ کی کتاب کو بھی جھٹلاتا ہے؟"

(۱۷)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جس کو اس کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جائے اور وہ ان سے منہ پھیرلے"۔ (السجدۃ :۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تکبر یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے" (مسلم کتاب الایمان : غرور کی حرمت اور اس کا بیان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ کے نزدیک گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک بندہ دوسرے سے کہے : اللہ سے ڈرو، تو دوسرا اس شخص سے (جواباً) کہے کہ پہلے تم اپنی فکر کرو۔

صحیح بخاریؒ میں حضرت ابو واقد اللیثی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں بیٹھے تھے اور لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں تین آدمی آئے، ان میں سے دو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ایک چلا گیا۔ رہے دو تو وہ آنحضرت صلی اللہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) بخاری ۹۳:۱ باب الایمان اور باب تحریم الکبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہے۔ ایک نے مجلس میں تھوڑی جگہ دیکھی اور آکر بیٹھ گیا۔ دوسروں لوگوں کے پیچھے بیٹھا۔ تیسرا بیٹھ کر پھر چلا گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (وعظ سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: "کیا میں تم کو ایسے تین آدمیوں کا حال نہ بتاؤں، ایک نے تو اللہ کی پناہ چاہی اور اللہ نے اس کو جگہ دی، دوسرے کو (اندر گھسنے میں) شرم آئی، اللہ نے بھی اس سے شرم کی۔ اور تیسرے نے منہ پھیر لیا، اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

"اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے علم کے بغیر بھٹکا دے"۔ (لقمان : ٦)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہا کہ ضروری نہیں کہ اس نے مال خرچ کرکے ہی ایسی بیہودہ چیزیں حاصل کی ہوں۔ انسان کی گمراہی کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ باطل کو حق پر ترجیح دے۔

(١٨)

خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اتنی محبت سے کسی چیز کو نہیں سنتا جتنا کہ وہ کسی نبی کی آواز کو سنتا ہے جب کہ وہ خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہا ہو۔ (مسلم کتاب فضائل القرآن)

ابولبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو قرآن خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (ابوداؤد - کتاب الصلاہ ٢ / ١٥٦ - ١٥٧) اور (بخاری ٩ : ١٢٣ باب التوحید اور احمد ١ / ١٧٢ / ١٧٥ / ١٧٩)

واللہ اعلم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۹)

سورہ الفاتحہ

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کہتے ہیں :
جان لو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی اطاعت کرنے کی توفیق دے۔ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے اور دنیا اور آخرت میں تمہارا کارساز ہو کہ نماز کا اصل مقصد، اس کی روح اور جوہر یہ ہے کہ دل اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگا رہے۔ ایسی نماز جس میں دل اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو وہ اس جسم کی مانند ہے جس میں روح نہ ہو۔ اس حقیقت کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوں اشارہ کیا ہے:

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّينَ ۝ ٱلَّذِينَ هُمۡ عَن صَلَاتِهِمۡ سَاهُونَ

"تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں" (الماعون ۴ - ۵)
مفسرین کے نزدیک "سہو" سے مراد اوقات نماز سے لاپرواہی بھی ہے لوازمات اور واجبات نماز سے بے اعتنائی بھی۔ مزید برآں نماز میں دل کا ادھر اُدھر بھٹکنا بھی "سہو" کی تعریف میں آتا ہے۔ اس کی تائید صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"وہ نماز منافق کی ہے، منافق کی ہے جو کہ بیٹھا سورج کو تکتا رہتا ہے یہاں تک کہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجاتا ہے پھر یہ شخص اٹھتا ہے اور چار ٹھونگیں مارلیتا ہے اس طرح کی نماز میں وہ اللہ کو بہت کم ہی یاد کرسکتا ہے۔" (صحیح مسلم : کتاب المساجد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ بیٹھا سورج کو تکتا رہتا ہے" اس سے مراد نماز کے اوقات ضائع کرنا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ وہ "چار ٹھونگیں مارلیتا ہے" اس سے مراد ارکان نماز ضائع کرنا ہے اور آپ کا یہ فرمان کہ وہ "اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتا ہے" اس سے مراد حضوری قلب کا فقدان ہے۔
یہ پہلو ذہن نشین کرانے کے بعد ایک اور اہم پہلو کی طرف توجہ دلانا بھی انتہائی ضروری ہے جس کا تعلق سورہ فاتحہ کی تلاوت و قراءت ہے۔ اس طرف اگر توجہ دی گئی تو امید کی جاتی ہے کہ ہماری نمازیں اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوں گی اور گناہوں کا کفارہ بنیں گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنہ کی حدیث جو صحیح مسلم[1] میں "وہ سورہ فاتحہ" کو سمجھنے کے سلسلہ میں بڑی رہنمائی کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا یہ قول فرماتے سنا ہے کہ نماز میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہوتی ہے اور میرا بندہ جو سوال کرتا ہے وہ پورا کیا جاتا ہے جب کوئی شخص "الحمد للہ رب العالمین" کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تعریف کی اور جب وہ "الرحمن الرحیم" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری توصیف کی اور جب "مالک یوم الدین" کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری عظمت بیان کی اور اس نے اپنے سب کام میرے سپرد کردیئے ہیں۔ جب وہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کہتا تو اللہ عزوجل کہتا ہے۔ یہ میرا اور میرے بندے کا معاملہ ہے، میرا بندہ جو بھی مانگے گا وہ اسے دیا جائے گا۔ پھر جب وہ "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ یہ سب میرے بندہ کے لیے ہے۔ وہ جو کچھ طلب کرے گا اسے دیا جائے گا۔

جب بندہ سورہ فاتحہ پر غور کرتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ اس کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ اللہ کا۔ جو شروع سے لے کر "نعبد" تک ہے۔ اور دوسرا حصہ بندے کا۔ جو دعا ہے جسے بندہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اگر تم اس کی گہرائی میں جاؤ گے تو یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ وہ اللہ ہی کی ذات تو ہے جس نے انسان کو اس طرف رہنمائی عطا فرمائی اور اس حقیقت سے آگاہ کیا اور اس کو اس بات کا پابند بنایا کہ وہ صرف اور صرف اللہ ہی سے مانگے اور ہر رکعت میں نمازی اس کو دہرائے اور یہ اللہ کی شان کریمی ہی تو ہے کہ جب اس کا بندہ خشوع و خضوع، اخلاص، یکسوئی اور حضور قلب کے ساتھ دعا کرتا ہے تو وہ دعا کو قبولیت کی ضمانت دیتا ہے اور اس پر یہ حقیقت بھی آشکارا ہوجائے گی کہ کتنے ہی لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

یہاں میں اس عظیم سورت کے بعض اہم نکات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ شاید تم پورے خشوع و خضوع، مکمل انہماک، کامل یکسوئی اور حضورِ قلب کے ساتھ نماز ادا کرسکو۔ تمہاری زبان سے جو کلمات ادا ہوں وہ دل کی گہرائیوں میں اتر سکیں کیونکہ وہ بات جو زبان سے ادا ہو اور قلب میں پیوست نہ ہو وہ ایک بے سود عمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ (ابوداؤد: کتاب الصلاۃ، ترمذی: کتاب التفسیر، نسائی: افتتاح ابن ماجہ: ادب کتاب الصلاۃ مسند احمد ۲: ۲۴۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ

وہ زبانوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ (الفتح : ۱۱)

"استعاذہ" (اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھنا) اور "بسملہ" (بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا) کا مفہوم اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس دشمن (شیطان) کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کے گوشہ عافیت میں آتا ہوں قبل اس کے کہ یہ دشمن مجھے دین میں یا دنیا میں ضرر پہنچائے یا مجھے ان کاموں سے روکے جن کا مجھے حکم دیا گیا ہے یا ایسے کاموں پر اکسائے جن سے مجھے منع کیا گیا ہے۔ جب بھی بندہ نماز یا قرآن کی تلاوت کا ارادہ کرتا ہے شیطان بہت زیادہ طیش میں آتا ہے اس وجہ سے شیطان اور اس کے شر کو دفع کرنے کی سب سے زیادہ کارگر تدبیر یہی ہے کہ اللہ کی پناہ مانگی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّهُ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

وہ (شیطان) اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

(الاعراف : ۲۷)

جب تم شیطان سے بچنے کے لیے اللہ کی مدد چاہوگے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مستحکم کروگے تو یہ حضور قلب کا سبب بنے گا۔ تم کو اس کلمہ (استعاذہ) کی گہرائیوں میں اترنا چاہیے۔ صرف زبان ہی سے اس کی ادائیگی کافی نہیں جیسا کہ اکثر لوگوں کا وطیرہ ہے۔

بسملہ (بسم اللہ پڑھنے) کا تعلق اکثر دعا اور قرات قرآن سے ہے (بسم اللہ) پڑھ کر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ میرے پاس کچھ بھی قدرت و طاقت نہیں، میں تو یہ کام اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اس کے بزرگ و برتر نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے شروع کرتا ہوں۔ ہر دین اور دنیوی کام شروع کرتے ہوئے۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا چاہیے۔

جب قرات کی ابتدا اللہ کے نام سے ہوگی اور درماندگی و عاجزی کے احساس کے ساتھ اللہ سے مدد مانگی جائے گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ دل یکسو ہوجائے گا۔ حضوری قلب کی کیفیت پیدا ہوگی۔ مزید یہ کہ بھلائیوں کی انجام دہی میں جو رکاوٹیں ہوں گی وہ دور ہوجائیں گی۔

(الرحمن الرحیم) یہ دونوں نام رحمت سے مشتق ہیں ایک لفظ دوسرے لفظ سے زیادہ بلیغ ہے جیسے علام اور علیم، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں : یہ دونوں بہت اچھے نام ہیں ایک رحمت کے لحاظ سے، دوسرے سے زیادہ ہے۔

(م۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ فاتحہ سات آیات پر مشتمل ہے، ابتدائی ساڑھے تین آیات اللہ سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری ساڑھے تین آیات بندوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین، یہ جان لینا چاہیے کہ "الحمد" کا مطلب زبان سے کسی اچھی چیز یا اچھے عمل (جمیل اختیاری) کی تعریف کرتا ہے۔ زبان سے تعریف کے ساتھ ساتھ عمل سے بھی تعریف کرنا چاہیے جسے لسان حال کہتے ہیں۔ یہ بھی شکر کی ایک قسم ہے۔ "جمیل اختیاری" سے مراد ہر وہ اچھا کام ہے جسے انسان اپنے ارادے اور اختیار سے انجام دیتا ہے اور اچھی چیز جن میں کسی کے عمل کو دخل نہیں جیسے کہ جمال وغیرہ تو اس کی تعریف کرنے کو مدح کہتے ہیں، حمد نہیں کہتے۔ حمد اور شکر میں یہ فرق ہے کہ حمد اس تعریف کو کہتے ہیں جس میں "محمود[1]" کی اچھائیوں کا ذکر ہو، چاہے "حامد[2]" پر اس نے کوئی احسان کیا ہو یا نہ کیا ہو، معنی کے اعتبار سے شکر احسان پر ادا کیا جاتا ہے اس لئے "حمد" معنی کے اعتبار سے "شکر" کے مقابلے میں عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جاتی ہے کیونکہ وہ بہترین ناموں سے متصف ہے اور دنیا و آخرت اور ان کے اندر کی تمام اشیاء اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے کہا گیا :

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ شَرِيكٌ فِى ٱلْمُلْكِ

تعریف ہے اس اللہ کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے۔ (الاسراء ۱۱۱)

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ

تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے۔ (الانعام : ۱)

اور اس طرح کی قرآن میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ جہاں تک "شکر" کا تعلق ہے وہ عطاء، نوازش اور انعام پر ادا کیا جاتا ہے۔ اس طرح "شکر" "حمد" سے زیادہ خاص ہے، البتہ "شکر" کے لئے یہ ضروری ہے کہ دل ہاتھ (اعضا و جوارح) اور زبان سب اس کی گواہی دے رہے ہوں یعنی دل اس پر آمادہ ہو، اور زبان اس کا اعلان کر رہی ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ٱعْمَلُوٓا۟ ءَالَ دَاوُۥدَ شُكْرًا

اے آل داؤد، عمل کرو شکر کے طریقے پر۔ (سباء : ۱۳)

"حمد" کا تعلق زبان سے بھی ہے اور دل سے بھی۔ اس طرح شکر (معنی کے اعتبار سے) اپنی اقسام کی وجہ سے زیادہ عام ہے اور حمد اپنے اسباب کی وجہ سے۔

---

(۱) تعریف کرنے والا۔ (۲) جس کی حمد بیان کی گئی ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد میں الف اور لام استغراق کے لئے ہیں۔ یعنی ہر طرح کی تعریفیں صرف اور صرف اللہ کے لئے ہیں کسی اور کے لئے نہیں۔ جہاں تک ایسے امور کا تعلق ہے جس میں مخلوق کا کچھ عمل دخل ممکن نہیں مثلاً انسان کی تخلیق اور اسی کا سماعت و بصارت سے نوازا جانا، آسمان و زمین کی پیدائش، رزق رسانی۔ ظاہر ہے کہ ایسے امور میں کون کلام کرسکتا ہے۔ یہ تو ایک بدیہی امر ہے جہاں تک ان امور کا تعلق ہے جن میں انسان کی تعریف اور اس کی ستائش کی جاتی ہے مثلاً حضرات انبیاء کرام کی تعریفیں اور صلحاء امت کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنا ہے تو یہ دراصل سب اللہ ہی کی تعریف ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اسی نے ان نیک کاموں کے کرنے والوں کو پیدا کیا، اس نے انہیں یہ اوصاف عطا کئے، انہیں ترغیب دی اور کاموں کو انجام دینے کی قوت و صلاحیت عطا فرمائی، اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نوازشیں ہیں اگر ان میں سے بعض چیزیں "حامد" کو نہ حاصل ہوسکیں تو بھی "محمود" کی تعریف کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

الحمد کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے: "للہ رب العالمین" لفظ اللہ اسم علم ہے اور اس کے معانی "الہ" یعنی معبود کے ہیں، ایک جگہ یوں ارشاد ہوا ہے:

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ

"اور وہی ہے اللہ آسمانوں اور زمین میں"۔ (الانعام: ۳)

یعنی وہ آسمانوں اور زمین دونوں میں معبود ہے۔

إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْدًا

"آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں (آدمی اور جن اور فرشتے اور جانور) سب اس کے سامنے غلام (بندہ ناچیز) بن کر حاضر ہوں گے"۔ (مریم: ۹۳)

رب کے معنی ہیں: وہ جو کہ مالک ہو، متصرف ہو۔ اور "العالمین" کے معنی میں۔ ہر وہ چیز شامل ہوگی جو اللہ کے علاوہ ہو اور یہ تمام مخلوقات: مثلاً ملائکہ انس و جن وغیرہ سب کی سب اسی کے ماتحت ہیں، وہی ان کی پرورش کررہا ہے، سب مجبور و بے کس ہیں اور اسی کے محتاج ہیں جبکہ اللہ بے نیاز ہے، یکتا ہے، تنہا ہے، کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

اس کے بعد فرمایا: "مالک یوم الدین" دوسری قرات میں "ملک یوم الدین" بھی پڑھا جاتا ہے، الوہیت، ربوبیت اور ملک تین اہم صفات کا تذکرہ قرآن کی سب سے اولین سورہ یعنی سورہ فاتحہ میں بھی ہے اور یہی صفات قرآن کی سب سے آخری سورہ "الناس" میں بھی مذکور ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس"۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تین ایسی صفات ہیں جو ایک ساتھ قرآن کی سب سے پہلی اور سب سے آخری سورت میں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن میں ان صفات کا اس طرح ایک ساتھ جمع ہونا، انسان کی توجہ کا مطالبہ کررہا ہے اور انسانی سماعت کو دستک دے رہا ہے۔ جو انسان اپنی خیر خواہی کا متمنی ہے اس کے لئے یہ موضوع بڑا اہم ہے۔ یہ پہلو اسے سوچنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ وہ جوں جوں اس پہلو پر غور کرے گا کہ یہ تینوں صفات الٰہیہ ایک ساتھ قرآن کی سب سے پہلی اور سب سے آخری سورہ میں کیوں بیان کی گئی ہیں تو اس کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہوگی اس "علم خیر" کا منشا یہ ہے کہ اس کے بندے ان صفات کا شعور حاصل کریں اور ان کے باہمی فرق سے بھی آگاہ ہوں یہ شعور و آگہی اس کے بندوں کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

ہر صفت کا اپنا ایک خاص مفہوم ہے اور ہر صفت اپنے مفہوم اور معانی کے اعتبار سے دوسری صفت سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے اس بات کو اس مثال سے سمجھیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یوں ذکر کیا جائے کہ وہ (۱) اللہ کے رسول ہیں (۲) خاتم النبیین ہیں (۳) اولاد آدم کے سردار ہیں۔ دیکھیے یہاں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں اور ان تینوں کے معنی الگ الگ ہیں۔

جب تم اس حقیقت سے آگاہ ہوچکے کہ اللہ "الٰہ" ہے اور الٰہ ہی عبادت کے لائق ہے وہی معبود ہے تو اگر تم اس کے نام پر قربانی کرتے ہو اس کے نام پر نذر مانتے ہو تو دراصل یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم اللہ کو صحیح طریقے سے جان اور پہچان چکے ہو۔

البتہ اگر تم اچھی یا بری مخلوق میں سے کسی کو بھی پکارتے ہو یا اس سے مانگتے ہو یا اس کے نام پر قربانی کرتے ہو یا اس کے نام پر منت مانتے ہو، تو یہ عمل گواہی دے رہا ہے کہ تم نے مخلوق کو خالق بنا رکھا ہے اور جس نے یہ جان لیا کہ اس نے اپنی عمر کے کسی لمحہ میں "شمسان" یا "تاج" کو معبود بنایا تھا۔ تو اس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش کرکے کیا۔ مگر جب ان پر حقیقت واضح ہوگئی تو وہ کانپ اٹھے اور تائب ہوئے اور قرآن نے ان کی توبہ کا یوں ذکر کیا ہے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ أَيۡدِيهِمۡ وَرَأَوۡاْ أَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّواْ قَالُواْ لَئِن لَّمۡ يَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَيَغۡفِرۡ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿١٤٩﴾

---

(۱) شمسان اور تاج شیخ محمد بن عبدالوہاب کے زمانہ کی دو شخصیتیں ہیں جو اس عہد میں مرجع اخلاق تھیں اور لوگ ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، ان کے پاس حاضر ہوتے، لوگوں نے ان کو خدا کا مقام دے رکھا تھا، ان کے پرستش کرتے اور ان سے حاجت روائی کے طالب ہوتے تھے۔ دیکھئے کشف الشبہات ص ۹ از شیخ محمد بن عبدالوہاب اور تاریخ ابن غنام ص: ۲۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پھر جب ان کی فریب خوردگی کا طلسم ٹوٹ گیا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ درحقیقت وہ گمراہ ہوگئے تو کہنے لگے کہ "اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہم سے درگزر نہ کیا تو برباد ہوجائیں گے"۔ (الاعراف : ۱۴۹)

رب کے معنی مالک اور تصرف کرنے والے کے ہیں۔ پس اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز پر اس کا ختیار ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے اس کا ہر شخص اقرار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا اقرار وہ لوگ بھی کرتے تھے جو بتوں کے پجاری تھے اور جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگیں لڑی تھیں۔ قرآن نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کی نشاندہی کی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ

"ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہے؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟"

کون اس نظم عالم کی تدبیر کررہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟ (یعنی شرک سے کیوں نہیں بچتے؟) (یونس : ۳۱)

جو شخص اپنی پریشانیوں، الجھنوں اور مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اللہ کو پکارتا ہے اور پھر اس کی مخلوق سے بھی مدد طلب کرتا ہے اور دعا میں اپنی نسبت مخلوق کے ساتھ کرتا ہے مثلاً اس قسم کے الفاظ کہ اے فلاں تیرا بندہ! یا اے علی تیرا بندہ! یا اے زبیر تیرا بندہ! تو گویا اس نے علی یا زبیر کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں شامل کرلیا، اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ساتھ اس کی ربوبیت کا بھی اقرار کرلیا اور خود کو مخلوق کے ساتھ منسوب کرکے گویا وہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ فلاں فلاں اس کی مدد کریں گے اور اس کو فائدہ پہنچائیں گے اور اس سے مصیبت دور کریں گے۔ اس کا یہ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار تو کرلیا لیکن یہ اقرار نہیں کیا کہ صرف اللہ ہی تمام جہانوں کا رب ہے اس نے ربوبیت کے ایک حصہ کا اقرار کیا اور ایک حصہ کا انکار کیا۔ اللہ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل کرے جس نے اپنے ساتھ خیر خواہی کی، ان اہم اور بنیادی باتوں کا شعور حاصل کیا اور اہل علم کی باتیں سنیں کیونکہ اہل علم ہی صحیح راہ پر گامزن ہیں اور جنہوں نے ان باتوں کی تفسیر اس طرح بیان کی۔

ملک کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک یوم الدین۔ یعنی روز جزا کا مالک، ایک دوسری قراءت میں "ملک یوم الدین" آیا ہے مگر اس کا مطلب تمام مفسرین کے نزدیک وہی ہے جس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کی ہے:

وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾

اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ ہاں تمہیں کیا خبر کہ وہ جزا کا دن کیا ہے؟ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لیے کچھ کرنا کسی اور کے بس میں نہ ہوگا۔ فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔ (الانفطار : ۱۷ / ۱۹)

تو جس نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر سمجھ لی اور یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرلی کہ "ملک" کو یہاں "یوم الدین" کے ساتھ خصوصی طور پر بیان کیا گیا ہے اور اسے روز قیامت کے ساتھ خاص کردیا گیا جبکہ یہ تو سب ہی جانتے اور مانتے ہیں کہ اللہ ہی ہر دن کا مالک ہے۔ اس دن کا بھی اور اس کے علاوہ تمام دوسرے دنوں کا بھی۔ اس حقیقت کا ادراک جنت کے حصول کا سبب ہے اور اسی سے بے توجہی دخول جہنم کا سبب ہوگی۔

یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیس برس بھی اس پر غور کرنے میں لگائے تو بھی اس کا حق ادا نہ کرسکے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو ان معانی کو سمجھیں اور ایمان کی اس حقیقت کو جانیں جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔

"مالک یوم الدین" کی تفسیر میں یہ چند نکات ہیں جو بیان ہوئے، ان پر تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر سورہ (الانفطار) میں کی ہے جیسا کہ میں نے ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ تم یہ سمجھ لو کہ حق کی پہچان باطل کے مقابلے میں کس طرح کی جاتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا : حق اسی وقت واضح ہوتا ہے جب باطل اس کے سامنے لایا جائے۔ " و بضدھا تتبین الاشیاء" چیزیں اضداد کی موجودگی سے ہی واضح ہوتی ہیں۔

ان باتوں پر غور کرو، مجھے تمہارے سامنے انہیں بیان کیے ہوئے ایک زمانہ ہوگیا۔ اسی کوشش میں کئی سال بیت گئے شاید تم اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کو پہچان لو اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا صحیح شعور حاصل کرسکو شاید کہ انجام کار قیامت کے دن میدان حشر میں تمہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد علیہ السلام کی رفاقت کی سعادت نصیب ہو اور تمہیں حوض کوثر سے روکا نہ جائے جبکہ ان لوگوں کو اس کے پاس جانے سے روکا جارہا ہو۔ جنھوں نے ان بزرگوں کے دین سے انحراف کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر تمہارا یہی عمل نیک رہا تو امید ہے کہ تم اس "صراط" پر سے بڑے آرام اور سکون کے ساتھ گزرتے چلے جاؤ گے اور بھٹکنے سے محفوظ رہو گے کیونکہ تم دنیا میں صراط مستقیم پر گامزن رہے تھے جبکہ اور لوگ اس راہ مستقیم سے پھسل گئے تھے۔ اور اس سے دور جاچکے تھے۔

پس تم سورہ فاتحہ انتہائی خضوع و خشوع، عاجزی اور دل کی پوری آمادگی کے ساتھ پابندی سے پڑھا کرو اور اسے اپنے اوپر لازم کرلو۔

باری تعالیٰ کے ارشاد "ایاک نعبد و ایاک نستعین" (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) عبادت محبت کی معراج ہے، عاجزی و انکساری کی غایت (انتہا) ہے اور اللہ سے خوف اور اس کے آگے خود سپردگی اور سرافگندگی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ غور کیجیے۔ "ایاک" جو مفعول ہے، اپنے فعل "نعبد" سے پہلے لایا گیا ہے۔ پھر اہمیت جتانے اور خطر پیدا کرنے کے لیے اسے دہرایا گیا ہے۔ بندہ یوں کہتا ہے کہ "لا نعبد الا ایاک" (کسی کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف تیری) اور کسی پر بھروسہ نہیں کرتے مگر تجھ پر، اطاعت و فرمانبرداری کی یہی تو معراج ہے اور سارے دین کا دار و مدار تو ان ہی دو حقیقتوں پر ہے: اول شرک سے بیزاری اور دوم کسی اور کی طاقت و قوت سے جرات (انحراف) پھر فرمایا گیا: "ایاک نعبد" ہم تیری ہی عبادت اور تیری ہی وحدانیت کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتے ہو کہ اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہیں کرو گے۔ نہ کسی فرشتے کو، نہ نبی کو اور نہ ہی کسی اور کو۔ جس طرح قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا گیا۔

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾

وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو۔ (آل عمران : ۸۰)

پس اس آیت پر غور کرو اور ربوبیت کے مسئلے پر جو کچھ بیان کیا جاچکا ہے اسے بھی ذہن نشین کرو، لوگوں نے ربوبیت کی نسبت "تاج" اور "محمد بن شمسان" کی طرف کی ہے۔ اگر صحابہ کرام انبیاء اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایسا کرتے تو قرآن اسے کفر قرار دیتا پھر اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو "تاج" اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے قول: "ایاک نعبد و ایاک نستعین" کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جائے، اس پر توکل کیا جائے اور غیر اللہ کی طاقت و قدرت کی نفی کی جائے اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اعلان برات کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا (نصف عبادت) ہے۔

ارشاد ہے : "اھدنا صراط المستقیم" یعنی ہمیں سیدھا راستہ دکھایئے، دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو عطا کردہ ایک تحفہ ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ اور آہ و زاری ہے۔ اس دعا کے ذریعے اس مقصد کا حصول ہے کہ جس سے زیادہ اعلیٰ و ارفع دنیا و آخرت میں کوئی اور مقصد ہو ہی نہیں سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا گیا" "ویہدیک صراطا مستقیما" یعنی اللہ تجھے سیدھے راستے پر چلائے گا۔ ہدایت سے مراد یہاں توفیق اور رہنمائی ہے۔ بندے کو اس مسئلہ کی اہمیت و ضرورت پر غور کرنا چاہیے۔ یہ ہدایت علم اور عمل صالح دونوں پر مشتمل ہے اور اس عمل صالح کا حسن یہ ہے کہ اس پر استقامت ہو اور آخری سانس تک ثابت قدمی ہو۔

"الصراط" سے مراد ایسا راستہ ہے جو ہموار ہو، صاف ستھرا ہو، بالکل سیدھا ہو، نہ اس میں اونچ پیچ ہو اور نہ کوئی رکاوٹ ہو۔ اس سے مراد وہ دین ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے رسول پر اتارا۔ "صراط الذین انعمت علیھم" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا راستہ ہے۔ تم ہمیشہ ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرتے ہو کہ وہ تم کو انہیں نیک بندوں کے راستہ پر چلائے۔ انہی کا راستہ سیدھا راستہ ہے۔ اور اس کے برعکس جو بھی علم ہے جو بھی راہ عبودیت و بندگی ہے غلط ہے، ٹیڑھی ہے اور تاریک ہے۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اعتقاد دل کی گہرائیوں سے ہو اور مومن شیطان کی چالوں سے دور رہے۔ بہت سے مرتد یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور جو چیز آپ کے مخالف ہے وہ باطل ہے مگر جب کوئی چیز ان کی نفسانی خواہشات کی راہ میں حائل ہوجائے تو وہ اپنے نفس ہی کا کہنا مانتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کی طرف قرآن میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے :

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ

"یہ ایک جماعت کو جھٹلاتے ہیں اور دوسری کو قتل کرتے ہیں"۔ (المائدہ : ۷۰)

قول باری تعالیٰ : "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" کے معنی ہیں کہ (ان لوگوں کا راستہ نہیں) جو مغضوب ہوئے اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔

(مغضوب علیھم) سے مراد ایسے علماء ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتے اور "الضالین" سے مراد ایسے لوگ ہیں جو راہ مستقیم سے دور نکل چکے ہیں۔ جہالت میں مبتلا ہیں بغیر جانے بوجھے، بلا سوچے سمجھے جو کچھ ان کے دل کو بھائے، اس پر عمل کرتے ہیں۔ پہلی صفت یہود کی ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری نصاریٰ کی۔ اکثر جاہل لوگ جب تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں، اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ یہ دونوں صفات یہود و نصاریٰ ہی کے لیے بیان کی گئی ہیں، حالانکہ انہیں اس کا اعتراف ہے کہ ان کے اللہ نے ان پر لازم کیا ہے کہ وہ اس دعا کے سہارے اپنے رب سے مانگیں، اس کی جناب میں گڑگڑائیں، اور ان صفات قبیحہ کے حامل لوگوں کے طریقہ سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ لیکن اگر وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ یہ صفات یہود و نصاریٰ کے ساتھ خاص ہیں تو میں ان سے بری ہوں۔ یہ صرف ان کا خیال خام ہے۔

گرچہ "آمین" سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے لیکن دعا کے بعد قبولیت کی درخواست ہے یعنی، اے ہمارے رب ہماری دعا قبول فرمالے۔

(۲۰)

سورہ بقرہ کی بعض آیات کی تفسیر

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿١٠٢﴾

"اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو اس طرح پس پشت ڈالا گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے تو پہلے صاف طور پر متنبہ کردیا کرتے تھے کہ "دیکھ ہم محض ایک آزمائش ہیں تو کفر میں مبتلا نہ ہو" پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں ظاہر تھا کہ اذن الٰہی کے بغیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس ذریعہ سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی۔ اور انہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، کتنی بری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔ کاش انہیں معلوم ہوتا اگر وہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے پاس اس کا جو بدلہ ملتا وہ ان کے لیے زیادہ بہتر تھا۔ کاش انہیں خبر ہوتی۔ (البقرہ : ۱۰۲)

مذکورہ بالا آیات میں بہت سے پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان سے مندرجہ ذیل پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔

○ اہل کتاب میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جہاں کہیں وہ اپنا مفاد دیکھتے ہیں، کتاب اللہ سے اعراض کرتے ہیں "ان جانے" بن جاتے ہیں اور کتب باطلہ سے استدلال کرنے لگتے ہیں۔

○ ان کے اس طرح کے استدلال پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

○ قرآن کا یہ فرمان (کانھم لا یعلمون) دراصل اس حقیقت کی نشاندھی کرتا ہے کہ وہ قصداً اور اراداتاً ایسا کرتے ہیں جبکہ حقیقت کا انہیں علم ہوتا ہے۔

○ انبیاء کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں۔

○ باطل کتب کو صلحاء و بزرگان دین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

○ جس قسم کی خرافات شیاطین پچھلے انبیاء کے زمانہ میں لوگوں کو سناتے تھے ایسے ہی واقعات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بھی پیش آتے تھے۔

○ سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیاطین نے حق اور باطل کو گڈ مڈ کر دیا تھا۔

○ وہ گمراہ ہے جو سلیمان علیہ السلام کی طرف باطل علم منسوب کرتا ہے اور پھر اس کو قابل تحسین بھی سمجھتا ہے جس طرح خلق کثیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے واقعہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمراہ ہوئی۔

○ جادو کرنے والا کافر ہے چاہے وہ اس کے باطل ہونے کا اعتقاد ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

○ جادو سکھانا دراصل شیاطین کا کام ہے۔

○ انسان علم کی جتنی بھی بلندیاں سر کر لے وہ اللہ کی پکڑ اور اس کے جزا اور سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

○ انسان خود اعتمادی کے زعم میں مبتلا ہو کر کبھی بھی خود کو آزمائش میں نہ ڈالے بلکہ ہر آن اللہ سے عاقبت میں بھلائی کا طلب گار رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کی رحمت و مغفرت بے پایاں ہے۔
○ قضاء و قدر کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔
○ سب سے بڑا فتنہ عورتیں ہیں۔
○ خواہشات نفس کی غلامی سب برائیوں کی جڑ ہے اور ان سے چھٹکارا بھلائیوں کی بنیاد ہے۔
○ شرک وہ ہے جو دل کو کھٹکے۔
○ مشرکانہ کلمات ادا کرنے والا ناقابل معافی مجرم ہے گرچہ اس کا مقصد کچھ اور ہی کیوں نہ رہا ہو۔
○ نفس کو قتل کرنا زنا سے بڑا گناہ ہے۔
○ گناہ کفر کا محرک ہے۔
○ گناہ اور کفر کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔
○ قبولیت توبہ کا اعزاز ہر کسی کو بغیر سزا کے حاصل نہیں ہوتا یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوتا ہے۔
○ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہیے۔
○ بڑے شر کو دور کرنے کے لیے چھوٹے کا مرتکب ہونا اور بڑی نیکی کو حاصل کرنے کے لیے چھوٹی نیکی کھودینا دانشمندی کی دلیل ہے۔
○ جادو کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔
○ جادو اثر انگیزی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے " ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ " ۔
○ اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر جادو کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔
○ ایسے شخص کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کی کتابیں پڑھ کر علم کا دعویدار بن جاتا ہے۔
○ ایسے بھی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مقابلے میں اپنے جادوگرانہ علم کا سہارا لیتے ہیں۔
○ کتاب اللہ کے بجائے کسی اور کتاب کی پیروی گمراہی ہے۔
○ باطل کتابیں اور "علم کے جھوٹے دعویدار" دین کے لیے نقصان دہ ہیں۔
○ علماء کا فساد عوام کے اندر فساد اور فتنہ انگیزی کا سبب بنتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جادو کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام لوگوں نے جادوگر کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ جادوگر سے توبہ بھی نہ کروائی جبکہ مرتد کو بھی تائب ہونے کا موقع دیا جاتا ہے۔

○ حسد کرنے والے لوگ کتاب اللہ کو رد کرنے کا سبب بناتے ہیں۔

○ حاسد کا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ وہ ناصح اور خیرخواہ سے بھی بغض رکھتا ہے اور اس کے قتل کے درپے رہتا ہے۔

○ حسد، انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت کو ٹھکرادینے پر بھی آمادہ کرتا ہے۔

○ حسد دراصل یہودیوں کا شیوہ ہے۔

○ اللہ تعالیٰ محسود کو حاسد سے اونچا مقام عطا کرتا ہے۔

○ اطاعت و فرمانبرداری دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت دیتی ہے جبکہ معصیت ونافرمانی دونوں جہاں میں ناکامی و نامرادی کا سبب بنتی ہے۔

○ کفر کو ایمان پر ترجیح دینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

○ انسان میں دو متضاد خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

○ یہ ایسا سودا ہے جس میں وہ دھوکا کھاگئے ہیں۔

○ وہ اس شرک کے سبب دنیا کی حقیر اور معمولی چیز خرید رہے ہیں۔

○ جاہلیت کے طور طریقوں سے ان کی دلچسپی اور وابستگی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ کو نظر انداز کردیا ہے اور بالکل ہی انجانے بن گئے ہیں۔

○ اس بنا پر وہ سنگین جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں چونکہ اللہ کے احکامات ان کے جاہلی رسم و رواج کی نفی کرتے ہیں۔

○ معجزات، کرامات اور شیاطین کی شعبدوں میں فرق نہ کرنا دونوں کو ایک ہی طرح کی چیز تصور کرنا۔

○ انسان کو جس بات کا صحیح علم نہ ہو اس کا انکار نامناسب ہے۔ کتنے ہی لوگ اس بیماری میں مبتلا ہوکر گمراہ ہوچکے ہیں جن کے خیال کے مطابق جو کچھ وہ جانتے ہیں وہی درست ہے جس کی واضح مثال یہ ہے کہ لوگ حضرت سلیمان بن داوٗد علیہ السلام کے بارے میں بغیر علم کے طرح طرح کی گفتگو کرتے تھے (باتیں گھڑتے تھے)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْحَقُّ ۖ فَٱعْفُوا۟ وَٱصْفَحُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾

"اہل کتاب میں سے اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان سے پھیر کر پھر کفر کی طرف پلٹالے جائیں، اگرچہ حق ان پر ظاہر ہوچکا ہے مگر اپنے نفس کے حسد کی بنا پر تمہارے لیے ان کی یہ خواہش ہے۔ اس کے جواب میں تم عفو و درگزر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود ہی اپنا فیصلہ نافذ کردے۔ مطمئن رہو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو تم اپنی آخرت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجوگے اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤگے جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اللہ کی نظر میں ہے"۔ (البقرہ ۱۰۹ - ۱۱۰)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

○ بعض لوگ علم کا دعوی کرتے ہیں اور یہ بات ان کی طرف سے عمداً ہوتی ہے وہ اللہ کے مقابلہ میں بڑی جسارت کرتے ہیں۔ مگر اکثر لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

○ بتانا چاہئے کہ ایسے لوگ بہت سے ہیں۔

○ یہ علم کے دعویدار اپنی لاعلمی کی وجہ سے دوسروں کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔

○ حاسد مصلحت اور ضرر کے خوف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حسد کرتا ہے۔

○ علم و عقل سے وابستگی کا اظہار کرنے والوں کا یہ بھی حال ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز کو اپنی دنیا کے لیے مفید سمجھتے ہیں لیکن اسے اختیار نہیں کرتے۔ یا کسی غیر کو اپنے لیے مضر اور نقصان دہ سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود اسے اختیار کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اگر وہ اس دین کو اختیار کرلیں گے تو حاسد ان سے دور ہوجائیں گے اور انہیں فوائد حاصل ہوں گے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ اس دین کے آنے سے پہلے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کے مقابلے میں نفرت کی تمنا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ دیکھو ہمارے ہاں ایک نبی آنے والا ہے ہم تم سے اس وقت بدلہ لیں گے لیکن جب یہ دین آگیا تو حسد کی وجہ سے انہوں نے اس دین کو اختیار نہیں کیا۔

○ حسد کفر کا سبب بنتا ہے چنانچہ اسی حسد نے ان لوگوں کو اور ابلیس کو دائرہ کفر میں داخل کردیا۔

○ عفو و درگزر سے کام لینا چاہیے کہ اس سے عزت حاصل ہوتی ہے اور دشمن مغلوب ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

○ ہر کام میں نرمی برتنی چاہیے اور تدریج سے کام لینا چاہیے جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کیا کرتے تھے۔

○ اللہ تعالیٰ مہلت ضرور دیتا ہے مگر بالکل چھوڑ نہیں دیتا (دیر ہے اندھیر نہیں)

○ آیت کا حکم منسوخ کرنے سے پہلے باخبر کر دیتا ہے۔

○ مظلوم و محسود کو تسلی دینا چاہیے۔

○ غلطی کرنے پر سرزنش کرنی چاہیے۔

○ ظالم اور حاسد کو اللہ تعالیٰ قیامت تک ذلیل و خوار کرے گا اور اللہ کی یہی سنت ان لوگوں کے ساتھ بھی جاری ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے : إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس آیت میں چند پہلو قابل توجہ ہیں!

○ صفات سے افعال پر استدلال کیا گیا ہے۔

○ قدرت سے اس چیز کا استدلال کیا گیا ہے جس کے وقوع ہونے کا گمان تک نہ ہو۔

○ اس سے اس بات پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جو کوئی درگزر کرتا ہے وہ مقام شرف پر فائز ہے اور جس کو معاف کیا جائے وہ عاجز و درماندہ ہے اور معاف کرنے والے سے کمتر۔ اس سے عذاب قبر، "پل صراط" میزان عدل و قسط جیسے حقائق پر بھی استدلال کیا گیا ہے جن پر جہلاء یقین نہیں رکھتے۔ اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ دنیا میں گوناگوں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں خوشحالی، بدحالی میں اور بدحالی خوشحالی میں، ذلت عزت میں اور عزت ذلت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ اور بھی بے شمار چیزیں ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔

اس آیت میں یہ سب سے زیادہ باخبر شخصیت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ بعض مسائل مشکل ہوسکتے ہیں اور اس وقت یہ یاد رہے کہ : إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، بہرحال اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ قُلْ أَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾

اے نبی! ان سے کہو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ ہمارا بھی رب وہی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ اور ہم اللہ ہی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کرچکے ہیں۔ یا پھر تمہارا کہنا یہ ہے کہ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوب سب کے سب یہودی تھے یا نصرانی تھے؟ کہو تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ ؟ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کے ذمے اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے؟ تمہاری حرکات سے اللہ غافل تو نہیں ہے۔ وہ کچھ لوگ تھے جو گزر چکے۔ ان کی کمائی ان کے لیے تھی اور تمہاری کمائی تمہارے لیے، تم سے ان کے اعمال کے متعلق سوال نہیں ہوگا۔

(البقرہ : ۱۳۹ / ۱۴۱)

اس آیت کے ضمن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے فرمایا:

توحید کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ یہاں بھی لوگ مختلف آراء کے ماننے والے ہیں۔ اس مسئلہ کی وضاحت اس صورت میں بہتر طور پر ہوسکتی ہیں کہ ہم چند پہلوؤں پر اتفاق کرلیں اور صحیح مقصد تک پہنچنے کی پر خلوص کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا بیان جس میں ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق ہے اور دنیا کے حکمرانوں کے برعکس اس رب کی بندگی میں تم اور ہم سب برابر ہیں۔ کیونکہ بعض لوگ دنیا میں حکمرانوں کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ ہم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ہر نفس اپنے عمل کے مطابق بدلہ پائے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے : لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

یعنی جو اس نے اچھا کام کیا اسی کو فائدہ ہوگا اور جو برا کام کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ جبکہ سلاطین دنیا کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ وہ ایک مال چھین کر، دوسرے کے حوالے کردیتے ہیں، تو جب معاملہ یہ ہوا تو پھر تم کیسے اس کی بندگی کے لیے ہم سے زیادہ دعویدار ہو جبکہ ہم صرف اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں اور تم اس عبادت میں دوسروں کو بھی شریک کرتے ہوں۔ اس حقیقت کے ظاہر ہوجانے کے بعد آخری تصور یوں کیا جاسکتا ہے کہ ایک طرف تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ شخص ہے جو صرف "وحدہ لاشریک لہ" کا ہوجاتا ہے اور دوسری طرف ایسا شخص ہے جو اس "وحدہ لاشریک لہ" کو چھوڑ کر کہیں اور نیازمندی کرتا ہے اسی طرح سے یہ دونوں انسان کیوں کر برابر ہوسکتے ہیں، کیا کسی دانا و بینا اور شریف انسان کے بارے میں یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے مہمان سے روگردانی اور نفرت کرے گا اور جو شخص اس کا مہمان ہی نہیں بنتا بلکہ کسی اور طرف چلا جاتا ہے تو کیا اس شخص کو آداب مہمان نوازی اور شرافت سے عاری سمجھا جائے گا! جب انسان کے بارے میں ایسا تصور نہیں کیا جاسکتا تو پھر اللہ کے بارے میں اس تصور کی گنجائش کیونکر ہوسکتی ہے۔ عقل کی کسوٹی پر یہ حقیقت آشکارا ہوچکی ہے کہ انبیاء خالص "وحدہ لاشریک لہ" کی بندگی کی جو تعلیم دیتے ہیں وہی تعلیم دراصل قرین عقل ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی بھی قسم کا شریک، عقل کے سراسر منافی ہے۔ یہ کتنی روشن اور واضح دلیلیں ہیں مگر صرف ان لوگوں کے لیے جو سمجھنا چاہتے ہوں۔

(۲۱)

سورہ آل عمران کی بعض آیات کی تفسیر

ارشاد باری ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَـٰكِن كُونُوا۟ رَبَّـٰنِيِّـۧنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا۟ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِٱلْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾

"کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو"۔ (آل عمران : ۷۹ / ۸۰)

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی مذکورہ بالا آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس آیت مبارکہ کا سبب نزول اہل کتاب کا یہ قول ہے کہ "ہم تو مسلمان ہی ہیں، اللہ ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت کرتے ہیں مگر تم یہ بھی چاہتے ہو کہ ہم تمہاری بھی عبادت کرنے لگیں" قرآن کی یہ آیت انتہائی وضاحت کے ساتھ صفت اخلاص (صرف ایک اللہ کی بندگی) کی تلقین کرتی ہے۔ شرک سے واشگاف الفاظ میں براء ت کا اعلان کرتی ہے اور انتہائی صراحت کے ساتھ ائمہ ہدایت اور ائمہ ضلالت کے طریقہ ہائے کار کا فرق واضح آتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ائمہ ہدایت کے بیان میں نفی اور اثبات دونوں طریقے استعمال کیے ہیں۔ نفی یہ کہ وہ اپنے پیروکاروں کو شرک سے دور رکھیں، ان کے پیروکار نہ تو خود ان کو اللہ کے ساتھ کسی بھی معاملہ میں شریک ٹھہرائیں اور نہ ہی انبیاء اور ملائکہ کو۔ دوسروں کے بارے میں تو اور بھی احتیاط کریں۔ اثبات کا پہلو یہ ہے کہ یہ ائمہ ہدایت اپنے پیروکاروں کو اللہ کا بندہ بننے، اللہ والا بن جانے یا اللہ کے رنگ میں رنگ جانے کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس مقام بلند پر سرفراز فرمایا ہو، اس کے بارے میں یہ گمان کیوں کیا جائے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو یہ تعلیم دے گا کہ وہ خود اسے یا انبیاء اور ملائکہ کو اللہ کے ساتھ شریک کریں۔ اس طرح ان کا طریقہ اور گمراہوں کا طریقہ واضح ہوجاتا ہے اور "افضل چیز" مومن کو حاصل ہوجاتی ہے اور وہ ہے اخلاص، لیکن یہود یہ کہتے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری عبادت کریں جس طرح کہ نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری بندگی کریں جس طرح کہ یہود عزیر علیہ السلام کی پوجا کرتے ہیں۔ اس قول کی طرف توجہ دلا کر بتایا گیا کہ غیر اللہ کی عبادت بدترین عمل ہے اور عقل کا اندھا پن ہے، لیکن خواہشات انسان کو اندھا اور بہرا بنادیتی ہے۔

اس آیت میں انسان کو دشمن کی برائی سے آگاہ کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس برائی کو بالکل نہیں سمجھ سکتا چاہے، یہ برائی کتنی ہی قبیح ہو۔ اس بات کی تاکید بھی کی گئی ہے کہ جب انسان قرآن پڑھے تو اس کے معنی کو سمجھے، ان پر عمل پیرا ہو اور اللہ والا بنے۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے ہی انسان اللہ کا دوست بن سکتا ہے۔ جب کوئی بندہ مسلمان انبیاء اور صالحین کو اللہ کا شریک بناتا ہے تو گویا وہ اسلام لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس آیت میں دشمنان رسول کی پہچان بھی بتائی گئی ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل و انصاف، توازن و اعتدال کے منصب پر فائز ہیں اور لوگ آپ کی ہدایت کے محتاج ہیں۔ اس کے باوجود آپ کے متعلق اس قسم کی ناشائستہ باتیں کرتے ہیں۔ یہ آیت مبارکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ اگر کسی کو اللہ کے ساتھ شریک کیا گیا تو گویا اسے اپنا رب بنالیا گیا۔

قرآن میں (من دون اللہ) کا وہ مفہوم نہیں جو جہلاء بیان کرتے ہیں کیونکہ اہل کتاب بھی اللہ

(م٤)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّۦنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٨٢﴾

”یاد کرو، جس وقت اللہ نے پیغمبروں سے عہد کیا تھا کہ ”آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا، کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟“ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا ”اچھا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے وہی فاسق ہے“۔ (آل عمران : ۸۱ / ۸۲)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ پچھلے انبیاء کی کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ آیت اس چیز کی دلیل ہے کہ آپ کی دعوت ظاہر و باطن میں عام ہے اور یہ کہ آپ پر ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ آپ کی نصرت بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ یہ بھی اور وہ بھی، اور یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انبیاء سے اس پر عہد لیا ہے جس سے اس عہد و پیمان کی شدت اور اہمیت واضح ہوتی ہے اور یہ تو اللہ ہی پر منحصر ہے کہ وہ جس کے لئے چاہے آسانیاں پیدا کردے۔ یہ آیات اس پہلو کی بھی نشاندھی کرتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کتاب اور شریعت سے نوازے، پھر کوئی دوسرا شخص بھی کتاب اور شریعت کی دعوت دیتا ہو تو پہلے شخص پر لازم ہوگا کہ وہ دوسرے کا ساتھ دے اور اس کا ہم نوا بن جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى

”کیا تم نے اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کیا؟“

اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی گواہی کے ساتھ ان کی بھی گواہی لی۔ اس کے باوجود بھی جو منہ موڑتا ہے اور دوسری راہ اختیار کرلیتا ہے تو وہ عظیم جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ بعد میں آنے والے کو دراصل پہلے کی تصدیق کرنی ہے نہ کہ مخالفت۔ پس جب دوسری امتوں کا یہ حال ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملت واحدہ کے متعلق کیا خیال ہے! اگر وہ گمراہ ہوجائے اور کوئی اس کو اللہ کی دین کی طرف بلائے اور وہ شخص ایسا ہو کہ لوگ اس کی بات بھی مانتے ہوں تو پھر اگر سب کچھ جانتے ہوئے بھی (لوگ) منہ موڑیں تو یقیناً وہ فاسق ہیں۔ اگر وہ صرف اتنے ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ اس کی تکذیب بھی کرنے لگیں اور تکذیب کے ساتھ اس کا مذاق بھی اڑانے لگیں، شدید عداوت پر اتر آئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلنے والوں کی تکفیر شروع کردیں، ان کے خون کو مباح سمجھنے لگیں، مشرکین کے دین کے پیرو بن جائیں، ان کے ساتھ جان و مال سے تعاون بھی کرنے لگیں اور اس دین حق کی بنیادیں ہلا ڈالیں، تو ایسی سنگین صورتحال کا اللہ ہی حافظ ہے۔ وہی سب سے بڑا کارساز اور حامی و مددگار ہے۔

(۲۲)

سورہ طٰہٰ کی بعض آیات کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿١٢٧﴾

"اور جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا 'پروردگار'! دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا گیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں اس طرح تم ہماری آیات کو جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تو نے بھلا دیا تھا اسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے۔ اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیات نہ ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے"۔ (سورہ طٰہٰ: ۱۲۴ - ۱۲۷)

ان آیات کے بارے میں جب شیخ محمد بن عبدالوہاب سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا:

اللہ تمہارا بھلا کرے، یہ بات جان لو کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس کی مخلوق پر کیا کچھ وقوع پذیر ہونے والا ہے، اس نے یہ کتاب نازل فرمائی جو بڑی بابرکت ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہر چیز کا تذکرہ بھی ہے اور ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں ہر دور اور ہر زمانے کے لوگوں کے لئے رہنمائی ہے بارہویں صدی ہجری کی نسلوں کے لئے بھی اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے بھی، بالکل اسی طرح سے جس طرح قرون اولیٰ اور اس کے بعد کی نسلوں کی اس میں رہنمائی ہے۔

ان آیات میں بہترین دلائل سے اس مقصد کو واضح کیا گیا ہے اور اعتراضات کا منہ بند کردینے والا مسکت جواب دیا گیا ہے پھر ان میں غلط اور بے بنیاد دلائل کا تذکرہ کرکے ان کی نفی بھی کی گئی ہے۔

یہ آیات حضرت آدم اور ابلیس کے واقعہ کے بیان کے بعد آتی ہیں۔ ابلیس آدم کے سامنے سجدہ کرلیتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا کہ وہ اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہے مزید برآں اس عمل سے اس کا مقام اور زیادہ بلند ہوجاتا لیکن اس کے نفس نے اسے ورغلایا کہ اس طرح تو تیرا مرتبہ کم کیا جارہا ہے اور تجھے ایسی ذات کے آگے جھکایا جارہا ہے جو تجھ سے عمر میں بھی کم ہے اور اس کی بنیاد بھی تجھ سے کمزور ہے یعنی ابلیس کو یہ خوش فہمی تھی کہ میں آدم سے بہتر ہوں اور وہ ہر لحاظ سے مجھ سے کمتر ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی اور اپنے اس عمل کی یہ وجہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم سے بہتر بنایا ہے اور جو برتر ہے اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے سے فروتر کے آگے سر جھکا دے، پس وہ مخلوق ہوتے ہوئے خالق کی نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال دینے والوں کے لیے ان آیات میں بہت بڑی نصیحتیں ہیں، شیطان نے بے معنی دلیل کا سہارا لیا، مگر رب العزت نے اس کے عذر کو رد کردیا، اور اسے دھتکار دیا جبکہ آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کی اور انہیں جنت میں بسایا۔ مگر یہ دشمن اللہ بے انتہا ہوشیار، انتہائی چالاک تھا۔ اس نے آدم علیہ السلام کے لیے مکر و فریب کا جال بچھایا کہ اللہ کی طرف سے ممانعت کے باوجود انہوں نے شجرہ ممنوعہ کو چکھ لیا اور اس طرح ان سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی سرزد ہوگئی۔ اس دشمن اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے بہت سے دلائل بتائے مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کا عذر قبول نہ کیا اور جلاوطن کرکے انہیں زمین پر اتارا۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

فرمایا، "تم دونوں (فریق، یعنی انسان اور شیطان) یہاں سے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمن رہو گے۔ اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا"۔ (طٰہٰ : ۱۲۳)

آدمؑ کو زمین پر بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"میں تمہاری ہدایت بھیجنے والا ہوں میں نہ تو تمہیں تمہاری اور نہ ہی تمہارے علماء کی مرضی اور رائے کے سپرد کروں گا بلکہ ایک ایسا روشن اور واضح دین تمہاری طرف بھیجوں گا جو حق کو باطل سے، صحیح کو فاسد سے اور نفع کو ضرر سے جدا کردے"۔

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ

"یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بناکر بھیجے گئے تھے تاکہ ان کو مبعوث کردینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔ (النساء : ۱۶۵)

یعنی پیغمبروں کو نذیر اور بشیر بناکر اس لیے بھیجا گیا کہ ان کے بعد پھر کوئی عذر لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لیے باقی نہ رہ جائے"۔

اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ ہدایت سے مراد قرآن ہے تو جو شخص یہ سوچتا ہے کہ قرآن سے وہی ہدایت اور راہ نمائی حاصل کرسکتا ہے جو رتبہ اجتہاد پر فائز ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس خبر کی نفی کرتا ہے کہ قرآن ہدایت ہے۔

اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں لاکھوں بندوں میں سے ایک آدمی ہی صرف ہدایت حاصل کرسکتا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق تو ہدایت حاصل کرنا عام انسانوں کا حق نہیں ہے اس صورت میں تو یہ ہوگا کہ ہر فرقہ اپنے اپنے اسلاف کے طریقہ کو اپنائے۔ یہ نظریہ کس قدر بے بنیاد ہے، اسلام کا دعویٰ کرنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کے بارے میں ایسا سوچے جبکہ اللہ جل شانہ نے خبردار کردیا ہے کہ عنقریب اسی امت کا پہلی امتوں جیسا حال ہوگا۔ اس میں ستر فرقے پیدا ہوں گے اور صرف ایک فرقہ کے علاوہ باقی سب اللہ کے راستے سے ہٹ جائیں گے۔ یہ تو سبھی اقرار کرتے ہیں کہ کتاب اللہ حق ہے لیکن عذر پیش کرتے ہیں کہ قرآن کا علم اس لئے نہیں حاصل کرتے کہ وہ اس کے رموز و اسرار سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جبکہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے:

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ www.KitaboSunnat.com

یعنی جو کوئی میری ہدایت پر چلے وہ نہ دنیا میں بھکے گا اور نہ آخرت میں بدنصیب ہوگا۔

دیکھو اللہ کا یہ فرمان اس نظریہ کی تردید کررہا ہے کہ کتاب اللہ سے ہدایت و رہنمائی ہر کس و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکس کا کام نہیں بلکہ یہاں تو یہ پہلو ابھر کر سامنے آرہا ہے کہ جو ہدایت حاصل کرنا چاہے اللہ اس کی مدد فرمائے گا اور اسے صحیح راہ پر لے جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا ذمہ لے لیا جس نے قرآن پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا کہ نہ تو وہ دنیا میں گمراہ ہوگا نہ آخرت میں بدنصیب ہوگا، تو ان لوگوں کے خیال کے مطابق اگر وہ اپنے آباء واجداد کا طریقہ چھوڑدیں اور قرآن تک محدود ہوجائیں تو وہ اپنی کم فہمی کے باعث ہدایت حاصل نہ کرسکیں گے۔ قرآن میں ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: "قلوبنا غلف" ہمارے دل پردہ میں ہیں۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا: (بل لعنھم اللہ بکفرھم) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کردی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں یہ ضمانت دی ہے کہ جو قرآن کی اتباع کرے گا وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔ لوگوں کا تو عجیب حال ہے کہ جو بات اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں وہ اس کو نہیں مانتے بلکہ اپنی طرف سے اس مسئلے میں چھ سات اقوال گھڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو صرف خطا کے خوف اور گناہ کے اندیشے سے اس کو ترک کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر کہا ہے کہ قیامت تک گناہوں سے بچو۔ یعنی یہ عمل صرف قرآن کے اتباع سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولا یشقی" یعنی قرآن کا اتباع کرنے والا بدنصیب نہ ہوگا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایسے فعل سے خوش ہے اور آخرت میں انہیں ثواب دے گا اور یہ کہ اس کو چھوڑ کر قرآن کی اتباع کرنا غلط ہے، لیکن وہ یقیناً موجب سزا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قرآن کریم کا اتباع کرے گا وہ ہر مصیبت و آفت اور آخرت کی بدبختی سے محفوظ رہے گا جو لوگ قرآن سے منہ موڑتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا

"اور جس نے میرے ذکر (قرآن) سے منہ موڑ لیا (دنیا میں) اس کی زندگی تنگ گزرے گی"۔

"ذکر اللہ" سے مراد قرآن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کو واضح کیا گیا ہے جس طرح فرمایا:

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ

"جو شخص رحمن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور یہ (شیاطین) ان کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں اور وہ (اپنی جگہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پائے ہوئے ہیں"۔ (الزخرف : ۳۶ - ۳۷)

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن سے روگردانی اور اس کو چھوڑ کر کسی اور سے ہدایت حاصل کرنے والے کے لیے دو سزائیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک دشوار زندگی، پھر اسلاف نے بھی اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی قسم : دنیا کی تنگی! اگر وہ مالدار ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر و فاقہ کا اندیشہ مسلط کردیتا ہے، زندگی بھر پریشان رہتا ہے اس کا دل و دماغ اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے یہاں تک کہ زندگی کا مزہ اٹھائے بغیر دنیا سے کوچ کرجاتا ہے۔

دوسری قسم : عالم برزخ اور عذاب قبر کی سختی و تنگی! دنیا میں تنگی کو جہالت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ جہالت کے سبب شکوک و شبہات پیدا ہونے سے انسان تنگی اور پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔

حدیث نبوی قرآن کے اس قول کی یوں تصدیق کرتی ہے:"من ابتغی الهدی من غیره اضله الله"

یعنی جس نے غیر سے ہدایت چاہی اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردے گا۔

جب لوگوں نے فقہ کو ہی اپنی مقصود بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ کردیا۔ ان کے دلوں پر فقروفاقہ کا اندیشہ، بے صبری، ظلمت و تاریکی، حیرانگی و دیوانگی، بغض و عداوت، دشمنی و کینہ پروری جیسے عذابوں کو مسلط کردیا، پس دشمنی میں یہی لوگ آگے آگے ہیں جو فقہ ماننے کا دعوی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ

یعنی ہم ان کو روز قیامت اندھا اٹھائیں گے۔

اندھا پن دو طرح کا ہوتا ہے:

دل کا اندھا ہونا اور آنکھ کا اندھا ہونا۔ قرآن سے روگردانی کرنے والا جب اس کی بصیرت قرآن پر غور و فکر کرنے سے اندھی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے بدلہ میں روز قیامت اندھا اٹھائے گا اسلاف میں سے بعض نے کہا ہے "حجت سے اندھا باطل کی مدد سے مجادلہ نہیں کرسکتا۔"

فرمان باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا

اس نے کہا اے رب مجھے اندھا (کرکے) کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو انکھیارا (دیکھا کرتا تھا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس شخص سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے دنیا میں قرآن سے منہ موڑنے اور اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے ذریعے سے علم حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن کثیر اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں: "وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي"
یعنی جس نے میرے حکم کی جو میں نے اپنے رسول پر اتارا مخالفت کی، اس سے اعراض کیا، اسے جانتے بوجھتے نظر انداز کیا اور اس کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنایا، اس کو دنیا میں نہ چین و سکون میسر ہوگا نہ خوشی اور مسرت۔ جب کسی قوم کو طرح طرح کی نعمتیں حاصل ہوں، پھر وہ حق کو چھوڑدے تو اس کا ذریعہ رزق، تنگ ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بدگمانی رکھنے کے باوجود یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ان کو اسی طرح آرام و آسائش میں رکھے گا۔ واللہ اعلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ احادیث نبوی کے بارے میں

شیخ نے حدیث میں جو کچھ لکھا ہے وہ متأخرین حنابلہ کے طرز پر ہے یعنی احادیث فقہی ترتیب کے مطابق جمع کی ہیں۔ ابتدا کتاب طہارت سے کی ہے اور اختتام کتاب شہادات پر۔ آخر میں جوامع الکلم اور اس کے آداب سے متعلق بھی احادیث بیان کی گئی ہیں اور آخر میں طب نبوی سے متعلق احادیث بیان کی ہیں۔

شیخ نے آداب، مواعظ اور فتن سے متعلق حدیثوں پر مستقل ایک کتاب مرتب کی ہے، اس طرح حدیث سے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے وہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ جن میں مجموعی طور پر تقریباً پانچ ہزار احادیث ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان پانچوں جلدوں میں صرف احادیث نبوی کا ذکر ہے بلکہ شیخ نے احادیث کے ذکر کے بعد اپنی طرف سے کوئی تشریحی نوٹ نہیں لکھا اور نہ فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے البتہ احادیث کے عنوان فقہی مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے عنوان قائم کئے ہیں۔ ہم نے اپنے اس مجموعہ میں "کتاب الصلاہ" کے عنوان کے تحت آنے والی حدیثوں کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ شیخ نے ان احادیث کی تخریج نہیں کی ہے کیونکہ یہ احادیث مشہور و معروف ہیں صرف ان کے مصادر کا ذکر کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے شیخ کے تبحر علمی اور انتخاب حدیث کی عظیم صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب الصلاۃ

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: «بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة، وحج البيت وصوم رمضان».

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا۔ حج بیت اللہ کرنا اور رمضان کے روزہ رکھنا"۔ (بخاری کتاب الایمان ۱ : ۴۹ مسلم ۱ : ۴۵ نسائی ۸ : ۱۰۷ / ۱۰۸ سنن الترمذی : ۵۱۵)

وعن أنس قال: فرضت الصلاة على النبي ﷺ، ليلة أسرى به خمسين،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم نقصت حتى جعلت خمساً، ثم نودي يامحمد، إنه لا يُبدَّل القول لدي، وأبدلك بهذه الخمس خمسين.

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسراء (معراج) کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر کم کر کے پانچ کردی گئیں اور کہا گیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے حکم میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی ان پانچ نمازوں کے پڑھنے سے پچاس نمازوں ہی کا ثواب ملے گا"۔ (ترمذی ۱ : ۵۱۷ مسند احمد ۳ : ۱۶۱)

وعن عائشة قالت: فرضت الصلاة ركعتين، ثم هاجر النبي ﷺ، ففرضت أربعاً وتركت صلاة السفر على الأولى.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: شروع میں دو رکعت نماز فرض ہوئی تھی، پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو چار رکعتیں فرض قراردے دی گئیں، اگرچہ سفر کی نماز کی شکل وہی رہی جو پہلے تھی۔ یعنی دو رکعتیں۔ (نسائی ۱ : ۲۲۵، مسند احمد ۶ : ۲۷۲، صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار ۷ : ۲۶۷)

وعن عمر: أن رسول الله ﷺ قال: «أُمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة، فإذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحق الإسلام».

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی دینے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں۔ جب وہ یہ کرنے لگیں تو سمجھو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کرلیا یہ سوائے اس کے کہ کسی ضابطہ کا تقاضا ہو"۔ (بخاری کتاب الایمان ۱ : ۷۵، صحیح مسلم ۱ : ۵۳)

وعن أبي سعيد قال: بعث علي وهو باليمن إلى النبي ﷺ، بذهبية فقسمها بين أربعة، فقال رجل: يارسول الله، اتق الله، فقال: «ويلك، أولستُ أحقَّ أهل الأرض أن يتقي الله». ثم ولّى الرجل فقال خالد بن الوليد: يارسول الله، ألا أضرب عنقه؟ فقال: «لا، لعله أن يكون يصلي»، فقال خالد: وكم من مصلٍ يقول بلسانه ما ليس في قلبه، فقال رسول الله ﷺ: «إني لم أُومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم».

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا آپ نے اسے چار آدمیوں میں بانٹ دیا، ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ سے ڈریے، آپ نے فرمایا کیا میں اللہ سے تم سب سے زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈرنے والا نہیں ہوں؟ اس پر وہ آدمی پیٹھ پھیر کر چلا گیا، تو خالد بن ولید نے عرض کیا یا رسول اللہ ! کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں، آپ نے فرمایا نہیں شاید یہ نماز پڑھتا ہو، خالد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں ہوا کہ میں کسی کا دل چیر کر دیکھوں، نہ یہ کہ کسی کا پیٹ پھاڑوں۔ (صحیح مسلم : الزکوٰۃ)

وعن جابر قال: سمعت رسول الله ﷺ، يقول: «بين الرجل وبين الشرك والكفر تركُ الصلاة».

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ " مسلمان اور کفر و شرک کے درمیان صرف نماز ہی کا فرق ہے"۔ (مسلم ۲ : ۷۴ بخاری کتاب المغازی ۸ : ٦٧)

وعن بريدة: قال: سمعت رسول الله ﷺ، يقول: «العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة، فمن تركها فقد كفر».

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ان لوگوں اور ہمارے درمیان صرف نماز کی پابندی کا عہد ہے اس لئے جس نے نماز چھوڑدی اس نے کفر کیا۔

(سنن ترمذی ۵ : ۱۴ نسائی ۱ : ۲۳۱ - ۲۳۲ ، ابن ماجہ ۱ : ۳۴۲ مسند احمد ۵ : ۳۴۶)

وعن أبي هريرة قال: سمعت رسول الله ﷺ، يقول: «إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة المكتوبة فإن أتمها وإلا قيل: انظروا هل تطوع، فإن كان له تطوع أكملت الفريضة من تطوعه، ثم يفعل بسائر الأعمال المفروضة مثل ذلك».

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ " قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے فرض نمازوں کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ اس میں پورا اتر گیا تو کامیاب ہوگیا، ورنہ کہا جائے گا دیکھو کیا اس کی کوئی نفل نماز ہے، اگر ہوئی تو اس سے اس کی فرض نماز کی کمی پوری کی جائے گی اور دوسرے فرائض کے معاملہ میں بھی یہی طریق کار اختیار کیا جائے گا"۔ (سنن الترمذی ۲ : ۲۷۰ نسائی ۱ : ۲۳۲ ابن ماجہ ۱ : ۴۵۸ مسند احمد ۲ : ۲۹۰ سنن ابی داؤد ۱ : ۲۲۹)

وفي حديث معاذ، ما من أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله صدقاً من قلبه إلا حرّمه الله على النار».

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں ہے کہ "جو کوئی سچے دل سے اس بات کا اقرار کرلے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کردیں گے"۔ (بخاری کتاب العلم ۱ : ۲۲۶ مسلم ۱ : ۶۱)
ایک دوسری روایت میں ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کا خوف کیا اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کیا وہ جنت میں جائے گا"۔ (بخاری کتاب العلم ۱ : ۲۲۷)

وعن عائشة أن رسول الله ﷺ قال: «رُفع القلم عن ثلاثة: النائمِ حتى يستيقظ، وعن المجنون حتى يعقل، وعن الصبي حتى يحتلم».

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی ان سے باز پرس نہیں ہوگی) سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے، پاگل سے یہاں تک کہ اس کے ہوش حواس درست ہوجائیں اور بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے"۔ (سنن ابی داوٗد ۴ : ۱۳۹ / ۱۴۰ - سنن نسائی ۶ : ۱۵۶ - ابن ماجہ ۱ : ۶۵۸ - مسند احمد ۶ : ۱۰۰ / ۱۰۱ / ۱۴۴

وروى أحمد وأبوداود عن صديق عمر بن شعيب (عن أبيه عن جده) أن النبي ﷺ، قال: «مروا أبناءكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها لعشر، وفرقوا بينهم في المضاجع».

امام احمد اور ابوداوٗد نے عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جب تمہارے بچے سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہوجائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو اور ان کے بستر الگ کردو"۔ (سنن ابی داوٗد ۱ : ۳۳ - مسند احمد ۲ : ۱۸۰ / ۱۸۷)

وروى أيضاً عن أبي هريرة عن النبي ﷺ، قال: «من نام عن صلاة أو نسيها فليُصلِّها إذا ذكرها».

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوجائے تو یاد آنے پر اسے ضرور پڑھ لے"۔ (ابوداوٗد ۱ / ۱۲۱ ترمذی ۱ / ۳۳۴ - نسائی ۱ : ۲۹۴ - ابن ماجہ ۱ : ۲۲۸، مسند احمد : ۵ : ۳۰۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وروى أن عماراً غشى عليه ثلاثـاً ثم أقام فقال: هل صليت؟ قالوا: ما صليت ثلاثة. ثم توضأ وصلى تلك الثلاث.

روایت ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ تین دن تک بے ہوش رہے پھر جب افاقہ ہوا تو کہا کیا میں نے نماز پڑھی ہے، لوگوں نے کہا آپ نے تو تین دن سے نماز نہیں پڑھی۔ یہ سن کر آپ نے وضو کیا اور تین دن کی قضا نمازیں ادا کیں۔ (دیکھیے الدار قطنی ۲: ۸۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور عقیدہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ علیہ نے اپنے تبلیغی مقصد میں عقائد کی اصلاح کو خاص طور پر مدنظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں، رسالوں، تقریروں اور مناظروں میں اصلاح عقائد کا یہ پہلو بڑا نمایاں ہے۔

شیخ علم کلام کی لایعنی بحثوں میں نہیں الجھے، ان کی دعوت کا مقصد صرف لوگوں کو ان تعلیمات سے روشناس کرانا ہے، جن پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کرام عمل پیرا تھے۔ عقیدہ کو بدعات و خرافات سے پاک صاف کرنے کے لئے شیخ استدلال کتاب و سنت، صحابہ کرام کے عمل، فقہا، صحابہ و تابعین کی آراء اور ائمہ اربعہ اور اہل حدیث کے اقوال سے کرتے۔ شیخ کی کتابیں اور ان کی تصنیفات آسان اور عام فہم زبان میں ہیں اور ہر قسم کے "الجھاؤ" سے پاک وصاف ہیں۔ اکثر رسائل میں مخاطبین کی رعایت سے عام فہم الفاظ استعمال کیے ہیں اور لوگوں کو بتدریج کتاب و سنت میں بیان شدہ توجیہ ربوبیت پر جس پر ہر مومن ایمان لاتا ہے ابھارا ہے۔ پھر اس توحید الوہیت کی دعوت دی ہے جس سے بہت سے مدعیان دین ناواقف ہیں اور اسماء وصفات الٰہی کے بعض وہ حقائق بیان کیے ہیں جو طالبان علم سے بھی پوشیدہ رہے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بے شک صفات حسنہ اور صفات عالیہ سے متصف ہے نہ اس میں کوئی عیب ہے اور نہ اس کے کمال میں کوئی شریک۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب پر اس سلسلے میں بہت طعن و تشنیع کی گئی اور ان پر الزامات بھی لگائے گئے لیکن وہ ان سے بری الذمہ تھے، اگرچہ شیخ نے ہر الزام کا جواب دیا لیکن بہت سے مسلمان اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور بغیر سوچے سمجھے ان الزامات کو درست سمجھتے ہیں۔

توحید کے سلسلہ میں شیخ کے فرمودات ملاحظہ ہوں!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و صلی اللہ علی محمد و علی آلہ و سلم و بعد

کتاب التوحید

ارشاد باری تعالی ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

"میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ (الذاریات :۵۶)

پھر ارشاد ہے :

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

"اور ہم نے تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج دیا اور اس کے ذریعے سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو"۔ (النحل : ۳۶)

یہ بھی فرمایا :

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

"تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ "پروردگار" ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا"۔ (الاسراء : ۲۳ - ۲۴)

اور یہ بھی :

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ (النساء : ۳۶)

اور یہ بھی :

۞ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾

"اے نبی ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ کھلی ہوں یا چھپی اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے قتل نہ کرو شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔ اور یہ کہ مال یتیم کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو بہترین ہو یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو، ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بار ڈالتے ہیں جتنا کہ وہ اٹھا سکے اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ داروں ہی کا کیوں نہ ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو، نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو تاکہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے شاید کہ تم کج روی سے بچو"۔ (الانعام : ۱۵۱ / ۱۵۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ، جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہے جس پر آپ نے اپنی مہر لگادی تھی تو وہ اللہ کا ارشاد "قل تعالوا اتل ما حرم ۔۔۔" سے لے کر "ھذا صراطی مسقیما" تک پڑھ لے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خچر پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا:

"اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا کیا حق ہے؟"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ اور اس کے رسولؐ کو بہتر معلوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ جو شرک نہ کریں ان کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھے"۔

حضرت معاذ نے کہا : یا رسول اللہ، کیا میں لوگوں کو یہ بشارت دے دوں؟۔

آپ نے فرمایا :

"نہیں اگر تم انہیں یہ بشارت دوگے تو وہ اس پر تکیہ کرکے بیٹھ جائیں گے اور عمل میں کوتاہی کریں گے"۔ (بخاری و مسلم)

یہاں چند پہلو آشکارا ہوتے ہیں :

- تخلیق جن و انس کی حکمت۔
- عبادت دراصل توحید ہے، کافروں سے نزاع کا سبب یہی مسئلہ رہا ہے۔
- جس کی زندگی توحید سے خالی ہے وہ اللہ کی عبادت سے بھی خالی ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے "ولا انتم عابدون ما اعبد" یعنی میں (ان بتوں) نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو اور جس (اللہ) کو میں پوجتا ہوں اس کو تم نہیں پوجتے۔
- انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی حکمت
- یہ کہ تمام امتوں میں انبیاء و رسل مبعوث ہوئے۔
- یہ کہ تمام انبیاء و رسل کا دین ایک ہی تھا۔
- یہ کہ سب سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ جب تک طاغوت کا پوری طرح انکار نہ کیا جائے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہی مفہوم قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں پیش کیا گیا ہے:

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

یعنی جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کنڈا تھام لیا۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے۔

سورہ انعام کی مذکورہ بالا آیات سلف کے نزدیک بڑی عظمت کی حامل ہیں، انہوں نے ان سے دس نکات نکالے ہیں، جن میں سب سے پہلا نکتہ شرک کی ممانعت سے متعلق ہے۔

سورہ الاسراء کی مذکورہ آیات سے اٹھارہ نکات نکالے گئے ہیں ان سے بھی سب سے پہلی نکتہ توحید ہی کا ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَخْذُولًا

تو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا۔

(٥م)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الاسراء : ۲۲)

اور سب سے آخری نکتہ بھی یہی ہے:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِي جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا

اور دیکھو! اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا بیٹھ ورنہ تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان نکات کی اہمیت ان الفاظ میں بتائی ہے:

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ

یہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تجھ پر وحی کی ہیں۔ (الاسراء : ۳۹)

○ سورہ النساء کی اس آیت کی ابتدا میں جسے آیہ الحقوق العشرہ کہا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ (آیہ ۳۶)

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کی وصیت کی اہمیت۔

○ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہمارے اوپر ہیں ان کا جاننا ضروری ہے۔

ان حقوق کا اس طرح جاننا کہ :

○ اللہ تعالیٰ پر بندوں کا کیا حق ہے۔

○ اس مسئلے سے بہت سے صحابہ بے خبر تھے۔ (یعنی معاذ کے زمانے میں)

○ اگر کسی مصلحت کی بناء پر کوئی بات ظاہر نہ کی جائے تو یہ جائز ہے۔

○ اگر کسی مسلمان کو خوش خبری ملے تو دوسروں کو اس کی اطلاع پہنچانا مستحسن ہے۔

○ اس اندیشہ کا اظہار کہ مسلمان اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرکے بیٹھ نہ جائیں۔

○ جن باتوں کا علم نہ ہو اس صورت میں "اللّٰہ و رسولہ اعلم" کہنا مناسب ہے۔

○ بعض لوگوں کو کسی چیز کی اطلاع دینا اور بعض کو نہ دینا جائز ہے۔

○ خچر پر سوار ہونے اور کسی کو اپنے پیچھے بٹھالینے سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر متواضع تھے۔

○ سواری پر اپنے ساتھ دوسرے کو بٹھانا جائز ہے۔

○ معاذ بن جبل کی فضیلت۔

○ مسئلہ توحید کی اہمیت اور عظمت کیونکہ یہ ایک بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی : اے رب مجھے ایسا کلمہ سکھادے جس سے میں تجھے یاد کر سکوں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے موسیٰ! لا الہ الا اللہ پڑھا کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:
اے رب! یہ تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے موسیٰ اگر میرے سوا
ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور ان کی آبادیاں سب کے سب ایک پلڑے میں اور کلمہ لا الہ
الا اللہ کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ کا پلڑا دوسرے پلڑے سے بھاری ہوگا۔
ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسے صحیح بتایا ہے۔ ترمذی نے
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے اور اسے حسن بتایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے، اگر تم میرے سامنے اس حال میں حاضر ہو کہ
تمہارے گناہوں سے پوری زمین بھر جائے مگر تم نے شرک نہ کیا ہو تو بھی میں تمہیں اتنی معافیاں
عطا کروں گا جن سے زمین بھر جائے۔

ان حدیثوں کی روشنی میں چند اور پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں:

یہ کہ :

○ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب

توحید کی فضیلت اور یہ کہ توحید گناہوں کو مٹا دیتی ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَمْ يَلْبِسُوٓاْ إِيمَٰنَهُم بِظُلْمٍ أُوْلَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ

"حقیقت میں تو امن انہیں کے لیے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا"۔ (الانعام : ۸۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی یہ شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور "محمدؐ" اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس مریم کی طرف القا فرمایا، اور یہ کہ وہ روح الامین ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے، دوزخ بھی حق ہے، ایسے شخص کو خواہ اس کے اعمال کیسے بھی ہوں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔

یہ روایت بخاری اور مسلم میں ہے اور حضرت عتبان کی روایت میں یوں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی صرف رضائے الٰہی کی خاطر لا الہ الا اللہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کردیتا ہے۔

- ○ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک توحید کا ثواب بہت زیادہ ہے۔
- ○ یہ کہ توحید گناہوں کا کفارہ ہے۔
- ○ یہ کہ سورہ انعام کی آیت (۸۲) میں ظلم سے مراد شرک ہے۔
- ○ یہ کہ حضرت عبادہ کی حدیث اور حضرت عتبان کی حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے درمیان تطابق پیدا کیا جائے تو ایمان باللہ کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جو ناسمجھ لوگ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا کافی سمجھتے ہیں وہ خطا پر ہیں۔
- ○ یہ کہ حضرت عتبان کی حدیث میں مذکور شرط یعنی "ابتغاء وجہ اللہ" کی طرف توجہ دینی چاہیے۔
- ○ یہ کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کے محتاج ہیں کہ ان کو لا الہ الا اللہ کی فضیلت بتائی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

○ یہ کہ لا الہ الا اللہ تمام مخلوقات پر بھاری ہے مگر اس کے باوجود بہت سے لا الہ الا اللہ کے کہنے والوں کی میزان ہلکی ہوگی۔

○ یہ کہ زمین کی تعداد بھی آسمانوں کی طرح سات ہے۔

○ یہ کہ اور ان میں بھی آبادیاں ہیں۔

○ یہ کہ اللہ تعالیٰ بھی صفات کا حامل ہے، اگرچہ اشعریہ اس کے قائل نہیں۔

○ یہ کہ اگر حضرت انس کی حدیث کو حضرت عتبان کی حدیث :

"فان اللہ حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ یبتغی بذلک وجہ اللہ"

کی روشنی میں سمجھا جائے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ لا الہ الا اللہ کے کہنے سے مقصود شرک چھوڑنا ہے، صرف زبان سے کلمہ پڑھنا نہیں ہے۔

○ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو اللہ کا بندہ اور رسول کہا گیا ہے۔

○ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا فرمان (کلمہ) ہیں۔

○ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور یہ ان کی امتیازی صفت ہے۔

○ یہ کہ جنت اور دوزخ پر ایمان لانا بڑی فضیلت رکھتا ہے۔

○ یہ کہ حدیث کے الفاظ "علی ما کان العمل" سے مراد یہ ہے کہ اگر کلمہ پڑھنے والا، شرک نہ کرے تو اس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے اور وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔

○ یہ کہ ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں۔

○ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لفظ "وجہ" کا استعمال کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب

حقیقی توحید اختیار کرنے والا حساب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گا

ارشاد باری تعا ے :

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ

(حقیقت یہ

یک سو وہ (کبھ

اور یہ بھی ا

وَالَّذِينَ هُمْ بِرَ

اور وہ لوگ

حضرت حص

حاضر تھا کہ آ

ہاں میں نے

حضرت جبیر

"ایسا کیوں

"شعبی نے

عنہ کا یہ قول

نہیں ہے۔

اچھا نہیں کیا

ارشاد سنایا کہ

ساتھ پوری ج

کے ساتھ ا

نظر آئی،

قوم ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتایا گیا کہ یہی آپ کی امت ہے اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے بھی ہیں جو جنت میں حساب وکتاب کے بغیر داخل کیے جائیں گے۔ اتنا بیان فرماکر آپ اٹھ کر اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے، اس وقفہ میں حاضرین ان خوش بختوں کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے، بعض کا خیال تھا کہ غالباً یہ وہ لوگ ہیں جن کو حضورؐ کی صحبت کا شرف حاصل ہے بعض کی رائے تھی کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور جنھوں نے کبھی شرک نہیں کیا۔ اس طرح مختلف لوگوں نے مختلف باتیں کیں، ہم لوگ انہی باتوں میں مصروف تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے۔ جب آپ کی خدمت میں یہ آرائیں پیش کی گئیں تو آپ نے فرمایا نہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ اپنے جسموں کو دغواتے ہیں اور نہ برا شگون لیتے ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں۔ عکاشہ بن محیص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل کردے، آپ نے فرمایا تم بھی انہی میں سے ہو، پھر ایک اور شخص نے کہا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے بھی یہی دعا کیجیے، آپ نے فرمایا: اس معاملہ میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔

مندرجہ بالا گفتگو سے مندرجہ ذیل اہم نکات واضح ہوتے ہیں :

- توحید کے معاملے میں لوگوں کے مختلف درجے ہیں۔
- حقیقی توحید کا زندگی میں راسخ ہونا۔
- اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس بناء پر تعریف کی ہے کہ وہ شرک کرنے والے نہیں تھے۔
- اللہ تعالیٰ نے اپنے بلند مرتبہ دوستوں کی تعریف اس لیے کی ہے کہ وہ شرک سے محفوظ تھے۔
- حقیقی توحید یہ ہے کہ ٹونے ٹوٹکے سے اجتناب کیا جائے یا علاج کے لئے دغوایا نہ جائے اسی قسم کے دیگر ذرائع اختیار نہ کئے جائیں۔
- مذکورہ بالا تمام خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہونا ہی توکل ہے۔
- صحابہ کرام اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ عمل کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوسکتی۔
- اور یہ کہ وہ خیر اور بھلائی کے کاموں میں بڑی رغبت رکھتے تھے۔
- امت محمدیہ کی فضیلت اور شرف یہ ہے کہ وہ تعداد میں بھی سب سے زیادہ ہوگی اور نیکی میں بھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بڑی فضیلت کے حامل تھے۔
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام امتیں پیش کی جائیں گی۔
- میدان حشر میں ہر امت اپنے اپنے نبی کے ہمراہ ہوگی۔
- انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو قبول کرنے والے کم ہی لوگ ہوتے ہیں۔
- جس نبی کی دعوت ایک شخص نے بھی قبول نہیں کی وہ تنہا میدان حشر میں حاضر ہوگا۔
- نہ کثرت تعداد پر مغرور ہونا چاہیے اور نہ قلت تعداد سے دل برداشتہ۔
- نظر بد اور زہریلے کیڑے کے ڈسنے پر دم کرانے اور جھاڑ پھونک کی اجازت ہے۔
- سلف کی نظر بڑی گہری تھی وہ مختلف حدیثوں میں تطابق پیدا کرنا چاہتے تھے۔
- سلف بلا استحقاق کسی کی مدح و ستائش نہیں کیا کرتے تھے۔
- رسول پاک کا عکاشہ سے یہ ارشاد کہ تم بھی ان میں سے ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانی ہے۔
- حضرت عکاشہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ذو معنی گفتگو بھی کرتے تھے۔
- حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم کے مالک تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب

شرک سے ہوشیار رہنا ضروری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ (النساء : ۴۸)

قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل کی ہے:

وَٱجۡنُبۡنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعۡبُدَ ٱلۡأَصۡنَامَ

اور مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے بچا رکھ۔ (ابراہیم : ۳۵)

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ شرک اصغر سے ہے"۔ لوگوں نے عرض کیا، کہ یہ "شرک اصغر کیا ہے؟" آپ نے فرمایا، "ریاء" (دکھاوا)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اس حال میں مرا کہ غیر اللہ کو معبود مان کر اس سے مدد طلب کرتا تھا، (اور توبہ نہیں کی) وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔" (بخاری)

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور اس حالت میں پیش ہوا کہ اس کا دامن شرک سے پاک تھا وہ جنت میں جائے گا اور اگر شرک کرتا رہا اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی، تو وہ جہنم میں جائے گا۔

یہاں ان آیات و احادیث سے ذیل کے امور پر روشنی پڑتی ہے:

- شرک سے ڈرتے رہنا چاہیے۔
- ریا (دکھاوا) ایک قسم کا شرک ہے۔
- ریا (دکھاوا) چھوٹا شرک ہے۔
- ریا (دکھاوا) ہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ اندیشہ تھا کہ لوگ اس میں مبتلا نہ ہوں۔

- جنت اور جہنم دونوں بہت قریب ہیں۔
- جنت اور جہنم ایک ہی جتنی قریب ہیں۔
- جو شخص شرک کیے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ جنت میں جائے گا، اور جو شرک کی آلودگی لیے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا وہ جہنم میں جائے گا، چاہے وہ کیسا ہی عابد او زاہد کیوں نہ ہو۔
- سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہ دعا مانگی کہ "اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو شرک سے محفوظ رکھ"۔
- ابراہیم علیہ السلام نے دوسرے بہت سے لوگوں کی حالت سے عبرت حاصل کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرایا ہے۔
- اس حدیث میں کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر موجود ہے۔

جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔

- شرک سے محفوظ رہنے والا شخص بڑی فضیلت والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض شبہات کا ازالہ

یہ جان لیجیے کہ توحید صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نام ہے جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کو دے کر اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام تھے جو اپنی قوم کی طرف اس وقت بھیجے گئے جب کہ انہوں نے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جیسے صلحا کے بارے میں غلو سے کام لیا اور آخری رسول رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے ان صلحاء کی مورتیوں کو توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف مبعوث فرمایا جو عبادت الٰہی کے لیے جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے۔ حج کرتے، صدقہ و خیرات کرتے اور کثرت سے ذکر الٰہی کیا کرتے تھے، لیکن بعض صالحین ملائکہ عیسیٰ اور مریم وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان سے شفاعت چاہتے ہیں۔
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی تجدید کریں اور بتائیں کہ یہ تقرب اور اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ نہ توکسی مقرب فرشتے کا حق ہے نہ کسی نبی مرسل کا۔ چہ جائے کہ کوئی اور ہو۔ ورنہ یہ مشرک لوگ اقرار کرتے تھے کہ خالق اور رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ رزق، زندگی اور موت صرف اسی کے اختیار میں ہے۔ کائنات کے تمام امور کا انتظام وہی کرتا ہے، ساتوں آسمان اور ان کے اندر کی مخلوق اور ساتوں زمینوں اوار ان کے اندر کی مخلوق سب اسی کی غلام ہے اور اس کے ماتحت ہے۔

اگر تم اس کی دلیل چاہو تو مندرجہ ذیل آیات کو پڑھو اور غور کرو:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ

ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظام عالم کی تدبیر کررہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز کیوں نہیں کرتے۔ (یونس :۳۱)

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَن رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلسَّبۡعِ وَرَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾
قُلۡ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٨٨﴾
سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ فَأَنَّىٰ تُسۡحَرُونَ ﴿٨٩﴾

تو کہہ۔ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے اگر تم جانتے ہو جو کوئی اس میں ہے۔ یہ ضرور کہیں گے: اللہ کی۔ کہو پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھو، ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے: اللہ۔ کہو: پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو: بتاؤ! اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟۔ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہو : پھر کہاں سے تم پر یہ جادو آپڑتا ہے؟ (المومنون : ۸۴ : ۸۹)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مذکورہ اشیاء کا اقرار کرتے تھے لیکن ان اشیاء کے اقرار کو اس توحید میں داخل نہیں سمجھا گیا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دی تھی۔

تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ توحید جس کا وہ لوگ انکار کرتے تھے وہ "توحید فی العبادہ" تھی جس کو ہمارے زمانے کے مشرک "اعتقاد" کہتے ہیں۔

جہاں وہ دن رات اللہ تعالیٰ کو پکارا کرتے، وہیں ان میں سے کچھ لوگ فرشتوں کو بھی پکارتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فرشتے اللہ کے مقرب ہیں، اس کے حضور ان کی سفارش کریں گے۔ وہ نیک آدمی کو بھی پکارتے جیسے لات وغیرہ یا کسی نبی کو پکارتے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو۔ تم کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شرک کی بنا پر ان سے جنگیں لڑیں اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کی دعوت دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَدۡعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدٗا

اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (الجن : ۱۸)

لَهُۥ دَعۡوَةُ ٱلۡحَقِّۖ وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسۡتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيۡءٍ

اس کی (پکار) سچی پکار ہے مگر وہ اللہ کے سوا ان کو پکارتے ہیں (بت، اوتار، اولیاء وغیرہ) (وہ ان کی کوئی بات پوری نہیں کرسکتے) (الرعد : ۱۴)

اور اس سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس لیے جنگ کی تھی کہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے، جانور اسی کے نام پر ذبح ہوں نذریں اسی کے نام کی ہوں، فریادیں اسی سے کی جائیں۔ نیز عبادت کی تمام اقسام صرف اس کی ذات کے لیے ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم نے اس طرح یہ حقیقت بھی جان لی ہوگی کہ محض "توحید ربوبیت" کا اقرار دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے کافی نہیں ہے اور یہ کہ ان لوگوں کی یہ کوشش کہ انہیں فرشتوں، نبیوں اور بزرگوں کی شفاعت حاصل ہو اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب ملے یہ سب باتیں ان کے خلاف جنگ کرنے کی بنیاد اور نبی پر ان کا خون اور ان کا مال مباح ٹھہرایا گیا۔

اب تم بآسانی سمجھ جاؤ گے کہ وہ "توحید" کیا ہے۔ جس کی دعوت انبیاء علیہم السلام نے دی۔ جس کا انکار مشرکین نے کیا؟ یہ وہی توحید ہے جس کو "لا الہ الا اللہ" کے قول میں سمو دیا گیا ہے۔ مشرکوں کے نزدیک الہ وہ ہے جس کی طرف مندرجہ بالا امور کی انجام دہی کے لیے رجوع کیا جائے، خواہ وہ نبی مرسل ہو، فرشتہ ہو، ولی ہو یا کوئی بزرگ۔ درخت ہو یا پتھر، قبر ہو یا کوئی جن۔ وہ اس سے "الہ" خالق، رازق، یا مدبر مراد نہیں لیتے تھے کیونکہ ان کو علم تھا کہ ان تمام اوصاف کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے ان کے نزدیک الہ کا مفہوم بالکل وہی تھا جو آج کل کے مشرکین کا ہے جب کہ وہ کسی کو "السید" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو کلمہ توحید کی دعوت دی، ان پر یہ بات واضح کی کہ لا الہ الا اللہ سے صرف الفاظ مراد نہیں ہیں، معنی بھی مراد ہیں۔

جاہل اہل کفر بھی جانتے تھے کہ کلمہ توحید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ تعلق صرف اللہ تعالیٰ سے رکھا جائے اس کے سوا ہر کسی کی عبادت کا انکار کیا جائے اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا جائے۔ اسی لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو کہنے لگے۔

أَجَعَلَ ٱلْأَلِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾

"کیا اس نے سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بناڈالا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے"۔

(ص : ۵)

جب تم کو معلوم ہوگیا کہ جاہل کافر بھی کلمہ توحید کو خوب سمجھتے تھے تو اس شخص پر تعجب ہے جو اسلام کا مدعی ہے لیکن کلمہ توحید کی اتنی تفسیر بھی نہیں جانتا جتنی کہ جاہل کافر جانتے تھے بلکہ یہ گمان رکھے کہ دل سے مانے اور مفہوم سمجھے بغیر صرف الفاظ کا ادا کرنا ہی کافی ہے۔ ایک طرف تو اس زمانے کے جاہل اور ان پڑھ لوگوں کی یہ سمجھ بوجھ تھی اور دوسری طرف آج کے عقلمند اور دانشور ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے "لا الہ الا اللہ" کا مفہوم محدود کرلیا ہے۔ ان کے یہاں اس کلمہ کا مفہوم صرف یہ ہے کہ "اللہ" ہی خالق، رازق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مدبر ہے اور بس۔ ان سے تو وہ جاہل کافر بہتر ہیں جو "لا الہ الا اللہ" کا مفہوم بہتر سمجھتے تھے۔

ہم نے مذکورہ بالا امور کی طرف توجہ دلائی ہے اس کو آپ نے سمجھ لیا ہوگا اور اس شرک کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا جس کے متعلق قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کردیتا ہے"۔ النساء : ۴۸)

اس طرح تم نے اللہ تعالیٰ کے اس دین کو بھی جان لیا ہوگا جسے تمام انبیاء کرام لے کر آئے تھے اور جس کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی اور دین قبول نہیں کرے گا اور یہ بات بھی سمجھ لی ہوگی کہ انسانوں کی اکثریت اس دین سے بے خبر ہے۔ ان معلومات سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی محسوس کرنی چاہیے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

"اے نبی کہو کہ "یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں"۔ (یونس : ۵۸)

دوسرا فائدہ یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔ اس کے سامنے یہ پہلو واضح رہنا چاہیے کہ کبھی کبھی وہ غیر شعوری طور پر ایسی بات کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کافر قرار دیا جاسکتا ہے، اگرچہ یہ بات وہ نادانی یا جہالت میں کر بیٹھتا ہے۔ لیکن اس کو بالکل معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایسی بات وہ کبھی کبھی اس وجہ سے بھی کہہ دیتا ہے کہ یہ بات اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرلے گی جیسا کہ مشرکین سمجھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ان صالح اور عالم افراد کا قصہ ذہن نشین کرو جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر کہا:

ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ

"جیسے ان لوگوں کے پاس بہت ہیں (معبود) ایسا ہی ایک بت ہمارے لیے بھی بنادیجیے"۔ (الاعراف : ۱۳۸)

اگر یہ واقعہ یاد رہے تو تمہارا دل خوف سے بھر آئے گا۔ اور شدید خواہش ہوگی کہ تم ایسی باتوں سے بچو جن سے انسان شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

اس بات کو بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت و مصلحت سے جس نبی کو بھی توحید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا، اس کے دشمن بھی کھڑے کردیے۔ قرآن مجید میں ہے۔

كَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

"اور ہم نے اسی طرح ہمیشہ شیطان انس و جن کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں۔ دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہتے ہیں"۔ (الانعام : ۱۱۲)

بعض اوقات ایسے دشمنان توحید سے بھی سابقہ پیش آتا ہے جو علوم و فنون اور کتب و دلائل سے بھرپور (مسلح ہوتے ہیں) ان کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ

"جب ان کے رسول ان کے پاس بیّنات لے کر آئے تو وہ اسی علم میں مگن رہے جو ان کے اپنے پاس تھا"۔ (غافر : ۸۳)

جب تم نے یہ جان لیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ میں جو دشمن رکاوٹیں کھڑی کررہے ہیں، وہ معمولی قسم کے دشمن نہیں ہیں وہ تو دلائل و براہین سے آراستہ وپیراستہ ہیں، علوم و فنون سے مسلح ہیں اور زبان و بیان کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اس صورتحال کا تقاضہ ہے کہ ہم علم دین جیسے کارگر ہتھیار سے مسلح ہوکر میدان میں نکلیں تاکہ ان دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکیں۔ یہاں تو وہ شیطان ہیں جن کے سردار نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہا تھا کہ :

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾

"اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔ آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں، ہر طرف سے ان کو گھیروں گا۔ اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا"۔ (الاعراف : ۱۶ : ۱۷)

لیکن جب تم اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگے اور قرآنی دلائل پر غور و فکر کروگے تو پھر غم کرنے اور فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ، "ان کید الشیطان کان ضعیفا" شیطان کا مکر بودا ہوتا ہے۔

موحدین کا ایک عام آدمی مشرکین کے ہزار علماء پر غالب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ

"بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا"۔ (الصافات : ۱۷۳)

ایک طرف تو اللہ کے سپاہی ہوتے ہیں جو دلائل و براہین اور زبان و بیان کے ہتھیار سے مسلح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر صف آرا ہوتے ہیں اور دوسری طرف اللہ کے دشمنوں کا لشکر ہوتا ہے جو تیر و تفنگ اور شمشیر و سناں کا سہارا لے کر میدان میں اترتا ہے۔ لیکن کامیابی و کامرانی اللہ کے شیروں کا مقدر بنتی ہے اور دشمن زیر ہوجاتا ہے۔ اندیشہ تو صرف ایسے موحد کے بارے میں کیا جاسکتا ہے جو نہتا ہے بغیر ہتھیار کے میدان جہاد میں نکل کھڑا ہوا ہے۔ جو دلائل و براہین سے مسلح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتاب مبین نازل کرکے احسان عظیم فرمایا ہے جس میں ہر چیز بیان کردی گئی ہے جس میں مسلمانوں کے لیے ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی اور مزید خوشخبری بھی:

تِبْيَـٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ

"اس کتاب میں ہر چیز کا اچھا بیان ہے، اس میں مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت بھی ہے اور خوشخبری بھی"۔ (النحل : ۸۹)

باطل پرست جو بھی دلائل لائیں گے قرآن کریم میں اس کا توڑ موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَـٰكَ بِٱلْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

اور کافر جب کوئی نیا اعتراض قرآن پر تیرے پاس لاتے ہیں، تو ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور اچھی طرح مطلب واضح کردیتے ہیں۔ (الفرقان : ۳۳)

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت کریمہ باطل پرستوں کی طرف سے قیامت تک پیش کیے جانے والے دلائل کا توڑ کرتی رہے گی۔

اب میں قرآن کریم سے چند ایسی مثالیں پیش کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دور کے مشرکین کے دلائل کے جواب میں بیان کی ہیں۔ اہل باطل کا جواب دینے کی دو شکلیں ہیں: پہلی مجمل دوسری مفصل:

مجمل شکل بڑی کارگر اور موثر ہے۔ عقل و خرد سے کام لینے والوں اور ہوشمندی کی راہ اختیار کرنے والوں کے لیے یہ طریقہ انتہائی مفید ہے، اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں اشارہ کیا ہے:

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ مِنْهُ ءَايَـٰتٌ مُّحْكَمَـٰتٌ هُنَّ أُمُّ ٱلْكِتَـٰبِ وَأُخَرُ مُتَشَـٰبِهَـٰتٌ ۖ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَـٰبَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَآءَ ٱلْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِۦ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا ٱللَّهُ

"وہی اللہ ہے جس نے کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔ (آل عمران : ۷)

اور صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

جب تم متشابہ آیات کی پیروی کرنے والوں کو دیکھو تو جان لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے نشاندہی کی ہے تو تم ان سے بچ کر رہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک یہ آیت کریمہ پڑھے:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

سن رکھو جو لوگ اللہ کے ولی (دوست) ہیں نہ ان کو ڈر ہوگا نہ غم۔ (یونس : ۶۲)

یا کہے کہ سفارش برحق ہے، یا کہے کہ انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا بلند رتبہ ہے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد پڑھے، جن سے اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرنا چاہے اور تم اس کے ذکر کردہ کلام کا مفہوم سمجھ سکو تو یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جن کے دل ٹیڑھے ہیں وہ محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کے پیچھے جاتے ہیں۔ پھر یہ کہو کہ مشرکین عرب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے لیکن اس کے باوجود قرآن میں ان کو کافر کہا گیا کیوں کہ وہ فرشتوں، نبیوں اور بزرگان دین کو اللہ کے ہاں سفارش کرنے والے سمجھتے تھے۔

هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ

اللہ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہوں گے۔ (یونس : ۱۸)

یہ بات ایسی دو ٹوک واضح اور ناقابل تاویل ہے کہ کوئی شخص اس کے معنی کو تبدیل کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ پھر یہ کیوں کر تم جو قرآن کریم کی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پیش کرتے ہو، میں اس کے معنی تو نہیں سمجھتا، لیکن میں ایک فیصلہ کن بات جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی تضاد نہیں ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو کلام الٰہی کے خلاف ہو۔

بس یہ صحیح جواب ہے لیکن اس کو وہی سمجھے گا جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، ہمیں اس جواب کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کی توفیق تو صرف خوش نصیبوں کو ہی ملتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(م٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ

”یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں“۔ (فصلت : ۳۵)

مفصل جواب یہ ہے :

اللہ تعالیٰ کے دشمن، انبیاء کرام علیہم السلام کے پیش کردہ دین پر بہت سے اعتراضات کرتے ہیں اور لوگوں کو اس دین سے روکتے ہیں۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے بلکہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پیدا کرسکتا ہے نہ رزق دے سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔ اور نہ تکلیف میں مبتلا کرسکتا ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا۔ لیکن میں ایک گنہگار آدمی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں صالحین کا بڑا رتبہ ہے، میں ان کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں۔

اس کو وہی جواب دینا چاہیے جو پہلے گزرچکا ہے۔ یعنی جن لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگیں لڑیں وہ بھی یہی اقرار کرتے تھے جو تم کررہے ہو، انہیں بھی اس کا اعتراف تھا کہ ان کے معبود بے بس ہیں کسی بھی کام کی قدرت نہیں رکھتے، مگر اس کے باوجود ان کے واسطے سے مرتبہ اور شفاعت کے طالب تھے۔ ایسے شخص کے سامنے وہ آیات بھی پڑھ کر سناؤ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نازل فرمائی ہیں اور ان کی خوب وضاحت کرو۔

اگر وہ کہتے ہیں کہ آیات تو بت پرستوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں تو انبیاء کرام اور نیک لوگوں کو بتوں کے مقام پر کیوں رکھتے ہو؟ تو اس کو یہ جواب دو کہ کافر بھی تو اللہ تعالیٰ کو رب مانتے تھے اور جن افراد کی قبروں پر جاتے تھے ان سے صرف سفارش ہی کے طلبگار ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور موحدین کے درمیان فرق کیا ہے۔

اسے بتاؤ کہ کافروں میں سے کچھ تو ایسے تھے جو بتوں کو پکارتے تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو اولیاء کرام کو پکارتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان ہی کے متعلق فرمایا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ

”جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کررہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہوجائے“۔ (الاسراء :۵۸)

کچھ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو پکارا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں پر قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے یوں تبصرہ کیا ہے: مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾

مسیح بن مریم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا۔ اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے، اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں پھر دیکھو یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ (المائدہ : ۷۵)

دوسری جگہ یوں کہا ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾

"اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا! کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ تو جواب دیں گے، پاک ہے آپ کی ذات، ہمارا تعلق تو آپ سے ہے نہ ان لوگوں سے۔ دراصل یہ ہماری نہیں بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر انہی پر ایمان لائے ہوئے تھے"۔ (سبا : ۴۰ : ۴۱)

سورہ مائدہ حسب ذیل پیغام دے رہی ہے:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ

"جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ بنالو تو وہ جواب میں عرض کرے گا کہ "سبحان اللہ، میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں"۔ (المائدہ : ۱۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اس سے کہو کہ پچھلی گفتگو سے تو تم کو یہ حقیقت معلوم ہوگئی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے بتوں کا قصد کرنے والوں کو کافر کہا ویسے ہی نیک اور صالح لوگوں کا قصد کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا ہے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تھی۔

اگر وہ یہ کہے کہ کفار و مشرکین کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہ تو جن اولیاء کا قصد کیا کرتے تھے، انہیں حاجت روا بھی سمجھتے تھے اور ان سے مانگتے بھی تھے لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نفع دینے والا ہے اور وہی نقصان پہنچانے والا ہے۔ کائنات کا انتظام و انصرام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی لیے ہم قصد بھی اللہ ہی کا کرتے ہیں۔ اسی کو حاجت روا سمجھتے ہیں اور دست سوال بھی اسی کے سامنے دراز کرتے ہیں۔ ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ ان بزرگوں کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ ہم تو ان کا قصد اسی لیے کرتے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اس کا جواب یوں دیں کہ آپ اور کفار کی توجیہ میں کوئی فرق نہیں، اور پھر ان کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائیں:

وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ

”وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں“۔ (الزمر : ۳)

اور یہ آیت بھی سنائیں :

وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ

اور کہتے ہیں اللہ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہوں گے۔ (یونس : ۱۸)

یہ بڑے بڑے شبہات ہیں جو ان لوگوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا صراحتوں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان پہلوؤں پر پوری وضاحت اور صراحت سے روشنی ڈالی ہے یعنی ان صراحتوں کے بعد اس نقطہ نظر کو سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں اور اس پر قیاس کرتے ہوئے اور ان وضاحتوں کا سہارا لیتے ہوئے دیگر شبہات کا ازالہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

اور وہ کہے کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہوں ان سے التجا کرنا یا ان کو پکارنا عبادت کے ہم معنی نہیں ہے، تو پھر تم اس سے پوچھو کہ کیا تم یہ اعتراف کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خالص اس کی عبادت فرض کی ہے؟ اگر وہ اثبات میں جواب دے تو پھر پوچھو کہ یہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالص عبادت جو تم پر فرض کی گئی ہے اس سے تم کیا مراد لیتے ہو؟ اگر وہ عبادت اور اس کی اقسام کو نہ جانتا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سناؤ: اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

"اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ (الاعراف : ۵۵)

جب تم اس کو یہ سمجھادو تو اس سے پوچھو کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی ہے؟ تو وہ لازماً کہے گا: "ہاں"، کیونکہ دعاء عبادات کا مغز ہے۔

اس پر کہو کہ جب تم یہ اعتراف کرتے ہو کہ یہ عبادت ہے اور تم دن رات اللہ تعالیٰ کو خوف اور امید سے پکارتے بھی ہو اسی طرح جب تم نے اپنی کسی حاجت میں کسی نبی یا کسی اور بزرگ کو پکارو تو کیا تم نے اللہ کی عبادت میں کسی غیر اللہ کو شریک نہیں کیا؟ اس مقام پر وہ تمہارا موقف تسلیم کرلے گا اور کہے گا کہ ہاں یہ شرک ہی ہے۔ یہاں پہنچ کر تم اس کو بتاؤ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان "فصل لربک وانحر" کی تعمیل کرتے ہوئے تم اللہ ہی کے لیے قربانی کرتے ہو۔ کیا اس فرمان کی تعمیل عبادت نہیں۔ وہ اسے بھی عبادت ہی تسلیم کرے گا۔

یہاں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اگر تم نے کسی مخلوق مثلاً نبی یا جن وغیرہ کے لیے جانور ذبح کیا تو گویا تم نے اللہ کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا۔ وہ تمہاری اس دلیل کو مان جائے گا اور تمہارا نظریہ تسلیم کرے گا۔ اس سے یہ بھی بتاؤ کہ وہ مشرکین جن کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا کیا وہ فرشتوں، صلحاء اور لات و منات کی پوجا نہیں کرتے تھے؟ تو وہ لازماً کہے گا کہ ہاں۔ تو تم اس سے پوچھو کہ کیا ان کی عبادت یہ نہ تھی کہ ان کو پکارا جاتا۔ ان کے نام پر جانور ذبح کیا جاتا اور ان سے پناہ مانگی جاتی؟

جب کہ وہ لوگ اپنے بارے میں یہ بھی جانتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے ماتحت ہیں اور تمام امور اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، لیکن اس کے باوجود لوگ ان کو پکارتے تھے ان سے پناہ مانگتے تھے اور ان کی سفارش کے طلبگار ہوتے تھے۔

اگر وہ کہے کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کا انکار اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو؟ تو اس سے کہو کہ ہم سفارش کے منکر نہیں اور نہ ہی اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شافع اور مشفع ہیں اور ہم ان کی سفارش کی امید رکھتے ہیں، لیکن سفارش کی اجازت اللہ کے اختیار میں ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَـٰعَةُ جَمِيعًا

"اے پیغمبر کہہ دے : سفارش تو ساری اللہ کے اختیار میں ہے"۔ (الزمر : ۴۴)

اور یہ سفارش اللہ کی اجازت کے بعد ہی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ

"کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے"۔ (البقرہ : ۲۵۵)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کی سفارش نہ کر سکیں گے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرْتَضَىٰ

" (اور وہ فرشتے) کسی کی سفارش نہیں کر سکتے مگر جس کے لیے اللہ کی مرضی ہو"۔ (الانبیاء : ۲۸)

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ توحید ہی کو پسند کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے :

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَـٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ

"اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو ہرگزر قبول نہ ہوگا"۔ (آل عمران : ۸۵)

جب سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے اور اللہ ہی کی اجازت کے بعد ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی اور کسی کے لیے بھی اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکتا اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل توحید کے لیے ہی سفارش کی اجازت دے گا۔ تو اب تم کو معلوم ہوگیا کہ سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار میں ہے اس لئے تم کو اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے اور کہنا چاہیے کہ اے اللہ مجھے پیارے رسول کی سفارش سے محروم نہ کرنا اور میرے حق میں آپ کو سفارش کی اجازت مرحمت فرمانا۔ اس پر اگر وہ یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارش کا حق دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ حضور سے اللہ کے دیے ہوئے اختیار کی بنا پر سفارش طلب کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے:

"بے شک اللہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارش کا حق عطا فرمادیا ہے لیکن براہ راست لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش طلب کرنے سے منع فرمایا ہے"۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا — اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ (الجن : ۱۸)

جب تم اللہ کو پکارتے ہوئے کہتے ہو کہ "اے اللہ میرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفارش کی اجازت دے" تو اس کے معنی ہیں کہ تم اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے گزارش کرتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری سفارش فرمادیں۔ اس طرح جب اللہ تعالیٰ نے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منع فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی اور سے نہ مانگا جائے تو اس کے اس حکم کو بھی مانا جائے اور صرف اسی سے ہر چیز طلب کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کو بھی سفارش کا حق دیا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ فرشتے، چھوٹے بچے اور اولیاء کرام بھی سفارش کریں گے۔ تو کیا ان کے متعلق بھی کہوگے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سفارش کا حق دیا ہے، اس طرح میں ان کے سامنے بھی دست سوال دراز کروں گا، ان سے بھی حاجت روائی کا طالب ہوں گا۔

اگر تم ایسا کہتے ہو تو یہی صالحین کی عبادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے، اور تم اس سے انکار کرو تو پھر تمہارا یہ استدلال بے معنی ہوجاتا ہے کہ میں تو ان سے اللہ کی طرف سے عطا کردہ حق کا سہارا لے کر سفارش طلب کررہا ہوں۔ تو اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اس سے تو اللہ کی پناہ لیکن نیک لوگوں سے التجا فریاد کرنا شرک نہیں ہے۔ تو تم اس سے کہہ دو کہ اگر تم کو یہ اقرار ہے کہ اللہ نے شرک کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حرمت زنا کی حرمت سے بھی زیادہ شدید ہے، پھر تم یہ بھی مانتے ہو کہ مشرک کی اللہ کے ہاں بخشش نہیں ہوگی۔ آخر وہ کون سا مشرک ہے جسے اللہ بخشے گا بھی نہیں اور خود اس مشرک کو بھی یہ معلوم نہیں ہوگا کہ میں اس ناقابل معافی جرم کا ارتکاب کرتا رہا ہوں اس سے معلوم کرو کہ تم بھی عجیب آدمی ہو کہ جب تمہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ شرک دراصل ہے کیا۔ تو پھر آخر تم اس شرک سے کس طرح دور رہ سکتے ہو؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی چیز حرام کرے اور کہے کہ میں اس حرام کا ارتکاب کرنے والے کو کبھی بھی نہیں بخشوں گا۔ لیکن تم کو یہ بھی شعور نہ ہو کہ یہ حرام ہے۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ اللہ نے ایک چیز کو حرام تو قرار دے دیا، لیکن اس کی نوعیت یا کیفیت کی صراحت نہیں کی۔

اگر وہ کہے کہ شرک تو بتوں کو پوجنا ہے اور ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے تو اس سے پوچھو کہ بتوں کو پوجنے سے تمہاری مراد کیا ہے؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لکڑیاں، یہ پتھر کسی کو پیدا کرتے یا روزی دیتے یا اپنے پکارنے والوں کے مسائل حل کرتے یا ان کے معاملات کو سلجھاتے تھے؟ ہرگز نہیں، قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے۔

اگر وہ کہے کہ پوجا یہ ہے کہ کوئی آدمی لکڑی یا پتھر یا کسی قبر پر بنی ہوئی عمارت وغیرہ کا قصد کرے، ان کو پکارے اور ان کے نام پر جانور ذبح کرے اور کہے کہ یہ مجھے اللہ کے قریب کردیتے ہیں یا ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تکلیف رفع کردیتا ہے یا ان کی برکت سے ہمیں دیتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کہو! ہاں تم نے صحیح کہا اور تم یہی کچھ ان پتھروں اور عمارتوں پر جا کر کرتے ہو جو قبروں پر بنی ہوئی ہیں۔ اس کو یہ بھی کہا جائے کہ تمہارا یہ کہنا کہ شرک بتوں کی پوجا کا نام ہے کیا اس سے تمہارا مطلب یہ ہے کہ شرک اسی سے مخصوص ہے اور نیک لوگوں پر بھروسہ کرنا اور ان کو پکارنا شرک نہیں ہے۔

یہی تو وہ اہم نکتہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اور ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جس نے فرشتوں یا عیسیٰ علیہ السلام یا صالحین میں سے کسی سے ایسا تعلق رکھا۔ یہ شخص لازماً اقرار کرے گا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی بھی نیک شخص کو شریک کرے تو یہی وہ شرک ہے جس کا قران کریم میں ذکر ہے۔

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، تو اس سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے، اگر وہ کہے کہ بتوں کی پوجا کا نام شرک ہے تو اس سے پوچھو کہ بتوں کی عبادت کا کیا مطلب ہے؟

اگر وہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا تو اس سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا کیا مفہوم ہے: اگر وہ ان تمام سوالات کا جواب قرآن کریم کے پیش کردہ تصور کے مطابق دے تو یہی چیز تو مطلوب ہے لیکن اگر وہ نہیں جانتا تو ایسی صورت میں وہ کیسے دعویٰ کرتا ہے جب کہ اس کو علم نہیں ہے اگر وہ ایسا مفہوم بیان کرے جو قرآنی آیات کے خلاف ہو تو اس کے سامنے تم شرک اور بتوں کی پوجا کے متعلق واضح آیتوں کو پیش کرکے بتاؤ کہ یہی سب کچھ تو آج کل کے افراد امت بھی کررہے ہیں اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جو دعوت ہم دے رہے ہیں ان پر تکبر کرتے ہیں۔ اور ہمارے خلاف آواز اٹھاتے ہیں جب کہ ان سے پہلے کے لوگوں نے کہا:

أَجَعَلَ ٱلْأَلِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ

"اس نے تو کئی الٰہوں کو ایک الٰہ کردیا! یہ تو بڑی انوکھی بات ہے" (ص : ۵)

اور وہ کہے کہ مشرکوں کو فرشتوں اور نبیوں کو پکارنے کی وجہ سے ان کو کافر قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان کو کافر قرار دینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، لیکن ہم شیخ عبدالقادر وغیرہ کو اللہ کا بیٹا قرار نہیں دیتے، تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا الگ سے ایک کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ﴿٢﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہو وہ اللہ ہے، یکتا، سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔"
احد وہ ذات ہے جس کی کوئی مثل اور نظیر نہ ہو، صمد وہ بے نیاز ہے جس کی طرف ضروریات اور حاجات میں رجوع کیا جائے لہٰذا جس شخص نے اللہ کے صمد ہونے کا انکار کیا اس نے کفر کیا، اگرچہ وہ پوری سورت کا انکار نہ کرے، ارشاد ربانی ہے:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ

اللہ نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے۔ (المومنون ۹۱)
اللہ نے ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے اور ہر ایک کو مستقل کفر قرار دیا ہے اس نے فرمایا:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ

لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرادیا، حالانکہ وہ ان کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کردیں حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے۔ (الانعام : ۱۰۰)
کفر کی ان دونوں قسموں میں فرق کرنے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ لات کی عبادت کرکے کافر کہلائے، انہوں نے بھی لات کو اللہ کا بیٹا نہیں کہا تھا۔ وہ تو صرف ایک صالح شخص تھا۔ جو لوگ جنوں کی عبادت کی وجہ سے کافر کہلائے، وہ بھی جنوں کو اللہ کی اولاد نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح چاروں مذاہب کے علماء "مرتد کے حکم" میں بیان کرتے ہیں کہ : جب کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی اولاد ہے تو وہ مرتد ہوجاتا ہے۔ وہ حقیقتاً کفر کی دونوں قسموں میں فرق کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص یہ آیت پیش کرے کہ:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

"سن رکھو اللہ کے ولیوں (دوست) کو نہ ڈر ہوگا اور نہ غم۔" (یونس : ۶۲)
تو تم کہہ سکتے ہو کہ یہ آیت تو اپنی جگہ برحق ہے، لیکن اولیاء کی عبادت نہیں ہونی چاہیے، ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی عبادت کرنا اور ان کو اللہ کا شریک بنانا جائز نہیں ہے۔ ہاں تم پر لازم ہے کہ ان سے محبت رکھو۔ ان کی پیروی کرو۔ ان کی کرامات کا اقرار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا دین دونوں انتہاؤں کے درمیان ہے۔ دونوں گمراہیوں کے درمیان ہدایت اور دونوں باطلوں کے درمیان حق کا راستہ ہے۔
جب تم کو معلوم ہوگیا کہ یہی وہ چیز ہے جس کا ہمارے دور کے مشرک "اعتقاد" رکھتے ہیں یہی وہ شرک ہے جس کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا۔ اسی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں سے جہاد کیا۔ تو اب تم کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے دور کے لوگوں کا شرک ہمارے دور کے لوگوں کے شرک سے دو اعتبار سے ہلکا تھا۔

۱ - یہ کہ پچھلے لوگ ملائکہ اور اولیاء اور بتوں کو صرف عیش و آرام، سکون و اطمینان کی حالت میں پکارتے اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن، مصیبت، تکلیف اور پریشانی کے وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِي ٱلْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّىٰكُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾

”جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اس ایک کے سوا دوسرے جن کو تم پکارتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں، مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو انسان واقعی بڑا ناشکر ہے۔“(بنی اسرائیل: ٦٧)

یہ بھی ارشاد باری ہے:

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾

ان سے کہو، ذرا غور کرکے بتاؤ، اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آجاتی ہے یا آخری گھڑی آپہنچتی ہے تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ اگر تم سچے ہو، اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو تم پر سے ٹال دیتا ہے، ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ (الانعام ۴۰ : ۴۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُۥ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُۥ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا۟ إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ ﴿٨﴾

انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرکے اسے پکارتا ہے، پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نواز دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا۔ اور دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھیراتا ہے تاکہ اس کی راہ کو گمراہ کرے۔ (اے نبی) اس سے کہو کہ تھوڑے دن اپنے کفر سے لطف اٹھالے۔ یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔ (الزمر : ۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ

اور جب (سمندر کی) لہر ان لوگوں پر ایک موج سائبانوں کی طرح چھاجاتی ہے تو یہ اللہ کو پکارتے ہیں اپنے دین کو بالکل اسی کے لیے خالص کر کے... (لقمان : ۳۲)

جس شخص نے یہ مسئلہ سمجھ لیا جس کی اللہ نے اپنی کتاب میں وضاحت فرمائی ہے یعنی یہ کہ وہ مشرکین جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا وہ آرام و سکون کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو بھی پکارتے تھے لیکن تکلیف کے وقت صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے اور اپنے خودساختہ معبودوں کو بھول جاتے تھے، تو ایسے شخص کو سابقہ اور موجودہ دور کے مشرکین میں فرق کا پتہ چل جائے گا۔ لیکن ایسے لوگ کہاں ہیں جن کے دل اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھ سکیں؟ واللہ المستعان۔

۲ - دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے لوگ اللہ کے ساتھ ان لوگوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے مقرب ہوتے تھے جیسے انبیاء، اولیاء اور ملائکہ وغیرہ، یا ایسے پتھروں اور درختوں کو پکارتے جو اللہ کے مطیع فرمان ہوتے تھے۔ مگر ہمارے دور کے لوگ اللہ کے ساتھ ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو انتہائی فاسق و فاجر ہیں اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ خود ہی اپنے فسق و فجور، چوری، زنا اور ترک صلاہ وغیرہ کے بارے میں لوگوں سے گفتگو بھی کرتے ہیں۔

جو شخص ایسے آدمی کو اللہ کا شریک بنائے جس کے بارے میں وہ نیک اور صالح ہونے کا گمان رکھتا ہے، یا ایسی اشیاء کو پکارے جو گنہگار نہیں ہو سکتیں جیسے شجر، حجر اور لکڑی وغیرہ، تو اس کا شرک ہلکا ہے بہ نسبت ایسے شخص کے جو ایسے شخص کو پکارے جس کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ وہ فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے اور اس کے فسق و فجور کی شہادت بھی دے۔ جب یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ جن لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تھی وہ آج کل کے مشرکوں سے شرک میں کم، اور ان سے زیادہ عقلمند تھے، تو پھر ہمیں جان لینا چاہیے کہ ایک مشکل سوال اور بھی ہے جو بیان کردہ دلائل کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ سب سے اہم، مشکل سوال اور استدلال ہے، اس کا جواب غور سے سنیے۔

وہ کہتے ہیں کہ جن کے متعلق قرآن کریم نازل ہوا، وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے، قیامت کا انکار کرتے، قرآن کریم کی تکذیب کرتے اور اسے جادوگر کہتے تھے۔ لیکن ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں ایک اللہ کے قائل ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بھی مانتے ہیں، قرآن کریم کی تصدیق کرتے ہیں، قیامت کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برحق مانتے ہیں اور نماز روزے کی پابندی کرتے ہیں، تو تم ہمیں ان جیسا کیسے قرار دیتے ہو؟

جواباً عرض ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک حکم کی تکذیب اور دوسرے کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے اور وہ اسلام میں داخل نہیں۔

اسی طرح اگر قرآن کریم کے کچھ حصہ پر ایمان لائے اور اس کے کچھ حصے کا انکار کرے جیسے کوئی شخص توحید کا اقرار تو کرے لیکن نماز کی فرضیت کا انکار کرے، اسی طرح زکوٰۃ، روزے، حج یا قیامت میں سے کسی ایک سے بھی انکار یا اس کے کسی حصے سے انکار کرنے والا شخص بالاجماع کافر ہے اور اس کا مال و خون شرعاً مباح قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں اس نکتہ کو یوں واضح کیا گیا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗاۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا ﴿١٥١﴾

"جو لوگ اللہ اور رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے، اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہوگی"۔ (النساء: ۱۵۰ - ۱۵۱)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اس بات کی تصدیق کر دی کہ جو شخص ایک حصے پر ایمان لائے اور دوسرے حصے کا انکار کرے تو وہ پکا کافر ہے تو یہ مشکل مسئلہ بھی حل ہو گیا، اور یہی وہ اشکال جو "احساء" کے کسی صاحب نے اپنے ایک خط میں لکھ کر ہمیں ارسال کیا تھا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب تم اقرار کرتے ہو کہ جو شخص تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے لیکن صرف نماز کا انکار کر دے تو وہ کافر ہے اور اس کا مال و خون بالاجماع شرعاً حلال ہے، اسی طرح اگر وہ تمام باتوں کا اقرار کرے لیکن قیامت کو نہ مانے یا رمضان کے روزوں کے فرض ہونے کا انکار کرے اور باقی تمام احکام کی تصدیق کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں نہ کسی کو انکار ہے اور نہ اختلاف۔

یہ تو واضح بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر احکام لے کر تشریف لائے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سب سے بڑا فریضہ توحید ہے۔ اسی طرح نماز، روزہ اور حج بھی اہم اور بڑے فرائض میں شامل ہیں۔ جو شخص ان احکام میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا، کافر قرار پائے گا۔ چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تعلیمات پر عمل پیرا ہی کیوں نہ ہو۔ اب اگر وہ توحید کا انکار کرے جو تمام رسولوں کا دین ہے تو وہ کیسے کافر نہ ہوگا؟۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ کرام کو دیکھو جنھوں نے قبیلہ بنو حنیفہ سے جنگ کی، حالانکہ بنو حنیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اور شہادت دیتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ لوگ اذانیں دیتے اور نماز پڑھتے تھے۔ ان کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ لوگ مسیلمہ کی نبوت کے قائل ہوگئے تھے اس لیے صحابہ کرام نے ان سے جنگ کی۔ ہمارا مدعا بھی یہی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو رسول اللہ کے مرتبہ تک پہنچادے تو وہ کافر قرار پائے گا، اور اس کا جان و مال مباح قرار دیا جائے گااور ایسے شخص کا کلمہ پڑھنا اور نماز، روزہ کسی کام نہ آئے گا تو اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، جو شمسان یوسف یا کسی صحابی یا نبی کو خالق کائنات کے مرتبہ تک پہنچا دے؟

كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

اللہ تعالیٰ جاہلوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگادیتا ہے۔ (الروم : ۵۹)

کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلادیا تھا وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور اسلام کے دعویدار تھے۔ انہوں نے صحابہ کرام سے علم سیکھا تھا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں انکار وہی اعتقاد تھا جو آج کل لوگ یوسف اور شمسان وغیرہ کے بارے میں رکھتے ہیں۔ لیکن یہ پہلو قابل توجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے ان کو بالاتفاق کافر قرار دیا اور تمام صحابہ نے ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا مشورہ بھی دیا، کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام مسلمانوں کو بلاوجہ کافر کہتے تھے؟ کیا اب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ "تاج" وغیرہ کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد نقصان دہ نہیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی اعتقاد رکھنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بنو عبید القداح جو عباسیوں کے دور حکومت میں مصر اور مغرب پر قابض ہوگئے تھے، وہ سب کے سب کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے تھے، اسلام کے دعویدار تھے، نماز جمعہ اور باجماعت نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب انہوں نے بعض امور میں شریعت کی مخالفت کی جو زیر بحث مسئلہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ نسبت کم اہمیت رکھتے تھے تو علماء نے ان کے کفر اور ان سے جنگ کرنے پر اتفاق کیا اور ان کے شہروں کو دارالحرب قرار دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ تمام شہر آزاد کرالیے جو ان کے زیر نگیں تھے۔ اسی طرح پہلے لوگوں کو صرف اس لیے کافر قرار دے دیا جاتا تھا کہ وہ شرک بھی کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب بھی۔ قرآن کے بھی منکر تھے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا عقیدہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ چونکہ وہ ان تمام گمراہیوں میں مبتلا تھے اس لئے ان کو کافر قرار دیا۔ اگر یہ نظریہ قبول کرلیا جائے تو ان ابواب کا کیا مطلب ہوگا جو ہر مذہب کے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں باندھے ہیں جیسے "باب حکم المرتد" اور مرتد وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرلے۔

ارتداد کی بہت سی قسمیں ہیں اور جس قسم کا بھی ہو "مرتد" ہی کہلائے گا۔ اس کا خون بہانا اور مال لینا حلال ہوگا۔ علماء نے ان امور کی بھی نشاندھی کی ہے جن سے آدمی مرتد ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص صرف دین اسلام کے حق میں زبان سے تو کلمات ادا کردے مگر دل میں ان کا قصد نہ ہو اور مذاق سے کہہ دے تو اس بارے میں سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجیے:

يَحۡلِفُونَ بِٱللَّهِ مَا قَالُواْ وَلَقَدۡ قَالُواْ كَلِمَةَ ٱلۡكُفۡرِ وَكَفَرُواْ بَعۡدَ إِسۡلَٰمِهِمۡ

یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی، حالانکہ انہوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے۔ (التوبہ : ۷۴)

مذکورہ بالا آیت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ہی کلمہ (بات) ادا کردینے کی وجہ سے کافر قرار دے دیا حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں تھے۔ آپ کی رفاقت میں جہاد کرتے تھے، آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتے، زکوٰہ دیتے، حج کرتے اور توحید کے بھی قائل تھے۔ یہ وہی لوگ تو ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلۡ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعۡتَذِرُواْ قَدۡ كَفَرۡتُم بَعۡدَ إِيمَٰنِكُمۡ

"ان سے کہو: کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذر نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے"۔ (التوبہ : ۶۵ - ۶۶)

یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر کہا ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے تھے حالانکہ وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے، بس انہوں نے ایک ایسی بات کہہ دی جس کے متعلق وہ خود کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات بطور مذاق کہی تھی، اب تو ہمارے سامنے اس شبہ کی حقیقت واضح ہوگئی۔ جو ظاہر کرتے ہیں کہ تم ان لوگوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافر کیوں کہتے ہو جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں، نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں، اس شبہ کا جو جواب دیا گیا ہے بڑا ہی تشفی بخش اور انتہائی موثر ہے اور ہر طرح سے مسکت۔

مزید وضاحت کے لیے بنی اسرائیل کا وہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے:

بنی اسرائیل میں سے کچھ افراد نے جو دیندار (عالم تھے) اور نیک تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک مطالبہ کیا، قرآن مجید نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔

اَجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ

(بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام) جیسے ان لوگوں کے پاس بت ہیں ایسا ہی ایک بت ہمارے لیے بھی بنادے۔ (الاعراف : ۱۳۸)

اسی طرح صحابہ کرام میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہا کہ "اجعل لنا ذات انواط" یعنی ہمارے لیے ایک ذات انواط بنا دیں" یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم نے بھی اسی طرح کا مطالبہ کیا ہے جس طرح کا مطالبہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ "اَجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ"

مشرکین ان واقعات سے یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل جنہوں نے "اَجْعَلْ لَّنَآ اِلٰـهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ" کہا (یعنی انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے ایک بت بنانے کا مطالبہ کیا) اور صحابہ جنہوں نے "ذات انواط" کا مطالبہ کیا تھا وہ کافر تو نہ ہوئے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہ تو بنی اسرائیل نے کسی غیر اللہ کو الہ بنایا اور نہ ہی ان صحابہ نے جنہوں نے ذات انواط کا مطالبہ کیا تھا اپنے لیے کوئی ذات انواط مقرر کیا اور علماء کا اتفاق ہے کہ اگر بنی اسرائیل کسی غیر اللہ کو الہ بنالیتے تو یقیناً کافر قرار پاتے یا اسی طرح اگر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود کسی درخت کو ذات انواط مقرر کرلیتے تو وہ بھی کافر ہوجاتے ہمارا مدعا بھی یہی ہے۔ ان دونوں واقعات سے چند نکات ابھر کر سامنے آتے ہیں:

○ یہ کہ ایک مسلمان بلکہ عالم شخص بھی شرک کی کسی نہ کسی قسم میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اسے پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ علم اور تحفظ کی جستجو ہر وقت پیش نظر رہنی چاہیے، اور کم علم شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے توحید کو سمجھ لیا ہے، سب سے بڑی نادانی ہے اور شیطان کا یہ سب سے بڑا فریب ہے۔

○ اگر مسلمان مجتہد لاعلمی میں کوئی کفریہ کلمہ کہہ دے اور اسی وقت توبہ کرلے تو وہ کافر نہیں

001056

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوجاتا، بنی اسرائیل اور صحابہ کا طرز عمل اس کی بہترین مثال ہے۔

○اگرچہ ایسا شخص کافر قرار نہیں پاتا لیکن اسے سخت ترین الفاظ میں متنبہ ضرور کرنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بڑے سخت الفاظ میں متنبہ کیا تھا۔

○مشرکین کا ایک اور شبہ یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا جب کہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کردیا جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا تھا۔ رسول پاک نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کردیا؟" اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد:

«أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله».

"مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہیں کہہ لیتے۔"

اور ان کے علاوہ دوسری احادیث بھی ہیں جن کا مدعا یہ ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کہہ دے اسے کچھ نہ کہا جائے۔

احادیث مذکورہ سے ان کم علم لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے اسے کافر نہ کہا جائے نہ ہی اسے قتل کیا جائے خواہ وہ کیسے ہی اعمال کا ارتکاب کرتا پھرے۔

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے جنگ کی، انہیں قید کیا حالانکہ وہ لا الہ الا اللہ کے قائل تھے، اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنو حنیفہ سے جنگ کی حالانکہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے دعویدار تھے اور وہ لوگ بھی بزعم خود مسلمان تھے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلادیا تھا۔ گویا اس مسئلہ پر سب متفق ہیں کہ جو شخص قیامت کا انکار کرے وہ کافر ہے، اسے قتل کیا جائے گا، چاہے وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہو اور جو شخص ارکان اسلام میں سے کسی ایک رکن کا بھی انکار کردے وہ بھی کافر ہے اور اسے بھی قتل کردیا جائے گا چاہے وہ کلمہ ہی پڑھتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ توحید ہی دراصل انبیاء کے دین کی اساس ہے۔ اللہ کے دشمن احادیث کے مفہوم سے قطعی نابلد ہوتے ہیں۔

جہاں تک حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کردیا جس نے اسلام کا دعویٰ کیا تھا تو ثبوت یہ ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ اس نے اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان اور مال کے ڈر سے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے۔ جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اسلام کا اظہار کرے تو واجب ہے کہ اس کے قتل سے اپنا ہاتھ روک لیا جائے، جب تک کہ اس سے اسلام کے خلاف کوئی چیز سرزد نہ ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُواْ

"اے مسلمانو جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد میں) سفر کرو، تو تحقیق کیا کرو۔ (النساء : ۹۴)

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب کوئی شخص کلمہ توحید پڑھ لے تو اسے قتل کرنے سے ہاتھ روک لینا چاہیے اور تحقیق کرنی چاہیے۔ اگر تحقیق کے بعد اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جو اسلام کے خلاف ہے تو پھر اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث بھی ہمارے نظریے کی تائید کرتی ہیں۔ جو شخص اسلام اور توحید کا اظہار کرے تو اس سے ہاتھ روک لینا واجب ہے الاّ یہ کہ اس سے کوئی خلاف شریعت کام سرزد ہو اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ " اقتلته بعد ما قال لا اله الا الله"؟ کیا تو نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔؟

نیز ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله» .

"مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہیں کہتے۔"

خارجیوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

"اینما لقیتموھم فاقتلوھم لئن ادرکتھم لأقتلنھم قتل عاد"

"ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو، اگر میں نے ان کو پالیا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کروں گا۔"

حالانکہ اس قسم کے لوگ عام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار اور ہر وقت تکبیر و تہلیل کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھتے تھے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان خارجیوں نے صحابہ ہی سے کسب علم کیا تھا اس کے باوجود لا الہ الا اللہ کا اقرار، کثرت عبادات، اور دعوائے اسلام کو کافی سمجھا گیا، کیونکہ ان سے شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی سرزد ہوئی تھی۔ رسول پاک کا یہودیوں سے جنگ کرنا اور صحابہ کا بنو حنیفہ سے قتال بھی اس کی شہادت پر دلالت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی مصطلق سے جنگ کا ارادہ کرنا بھی اس امر پر دلالت کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جب ایک شخص نے آکر جھوٹی اطلاع دی کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ :

یَـٰٓأَیُّهَا ٱلَّذِینَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوٓا۟ أَن تُصِیبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَـٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَـٰدِمِینَ ﴿٦﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی جھوٹی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو“ (الحجرات : ٦)

اہل شرک و بدعت کا ایک اور اعتراض یہ بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ یکے بعد دیگرے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جاجاکر مدد طلب کریں گے، لیکن ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر پیش کردے گا، یہاں تک کہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا۔

اس واقعہ سے مشرکین کا استدلال یہ ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ شرک نہیں ہے، غیر اللہ سے مدد مانگی جاسکتی ہے، اس کے جواب میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ مخلوق قادر ہوتی ہے، ایک انسان دوسرے انسان سے مدد طلب کرتا ہے دوسرا اس کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس پر قادر ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ کے سلسلہ میں قرآن میں یوں تذکرہ کیا گیا ہے:

فَٱسْتَغَـٰثَهُ ٱلَّذِی مِن شِیعَتِهِۦ عَلَى ٱلَّذِی مِنْ عَدُوِّهِۦ

یعنی اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اس کو مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کردیا۔ (القصص : ١٥)

اسی طرح دوران جنگ بھی انسان اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کرتا ہے جس پر وہ قادر ہوتے ہیں۔ دراصل ہم تو اس استغاثہ کے منکر ہیں جو اولیاء کی قبروں پر جاکر بطور عبادت کیا جاتا ہے یا غائبانہ ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔ جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی شخص قدرت نہیں رکھتا۔

اس نکتہ کی وضاحت کے بعد یہ نکتہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن جو انبیاء کرام سے استغاثہ ہوگا، اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ لوگوں کا حساب وکتاب جلدی ہوجائے تاکہ جنتی لوگ میدان حشر کی سختی سے نجات پائیں، اور اس طرح کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استغاثہ دنیا اور آخرت دونوں میں جائز ہے کہ آپ کسی نیک اور زندہ آدمی کے پاس جائیں جو آپ کے پاس بیٹھے اور گفتگو سنے، اس سے دعا کی درخواست کی جائے، جیسا کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور دعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قبر شریف کے پاس جاکر کسی صحابی نے آپ سے دعا کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ سلف صالحین نے قبر مبارک کی طرف رخ کرکے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ چہ جائیکہ بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی جائے۔

اس سلسلے میں حضرت ابراہیم کا وہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیے۔ ابراہیم علیہ السلام کا جواب تھا: آپ سے کسی قسم کی ضرورت! جی نہیں۔

مشرکین کا استنباط یہ ہے کہ اگر جبریل سے استغاثہ شرک ہوتا تو وہ حضرت ابراہیم کو پیشکش کیوں کرتے؟ دراصل یہ اعتراض بھی پہلے ہی اعتراض جیسا ہے کہ اس واقعہ سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت جبریل نے وہ پیش کش کی تھی جس کی انجام دہی پر وہ قادر تھے، مثلاً یہ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فائدہ پہنچاسکتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: "شدید القوی" وہ بہت بڑی طاقت والا ہے۔

پس اگر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو اجازت دے دیتے کہ وہ حضرت ابراہیم کی آگ اور اس کے ارد گرد زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر مشرق یا مغرب میں پھینک دیں تو وہ ضرور ایسا کرنے پر قادر تھے۔ اور اگر حضرت جبریل کو یہ حکم دیا جاتا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اٹھا کر دور کسی جگہ پر لے جائیں تو حضرت جبریل یہ کام بھی کرسکتے تھے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان پر لے آئیں تو یہ کام بھی وہ انجام دے سکتے تھے۔

اس مسئلہ کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ کوئی دولت مند شخص کسی ضرورتمند کو قرض دینے کی پیش کش کرے یا اسے کوئی اور چیز دے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کرلے لیکن یہ ضرورت مند شخص اس دولت مند شخص کی اس پیشکش کو قبول نہ کرے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے خود اپنی جناب سے عطا کرے اور وہ دوسروں کے احسان کے بارگراں سے محفوظ رہے۔

چونکہ زیر بحث موضوع بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اکثر لوگ اس مسئلہ کی نزاکت کا احساس نہیں کرپاتے اور بڑی فاش غلطیاں کرجاتے ہیں۔ ہم اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ یہ تو سب ہی تسلیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں کہ توحید کا تعلق دل، زبان اور عمل سے ہے۔ اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہو تو انسان مسلمان نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی شخص توحید کا علم رکھتا ہے، توحید کا شعور رکھتا ہے توحید کو سمجھتا ہے، لیکن اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ ہٹ دھرم ہے، کافر ہے، جیسے کہ فرعون اور ابلیس۔

مسئلہ توحید میں اکثر لوگ دھوکہ کھاجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توحید حق ہے اور ہم اس کو سمجھتے ہیں اور اس کی صداقت اور حقانیت پر گواہی دیتے ہیں۔ لیکن اس پر عمل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہم جس معاشرہ میں رہتے ہیں وہاں کے لوگ اس کے قائل نہیں اور ان کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے اور ان کی رضامندی بھی لازمی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے عذر بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ ان ائمہ کفر کی غالب اکثریت حق سے شعوری طور پر آگاہ تھی لیکن حق کو چھوڑ کر آگے نکل جاتے تھے چنانچہ قرآن پاک میں یوں ارشاد ہوا:

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

"انہوں نے اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا"۔ (التوبہ ۹)

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ

"وہ اس کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو"۔ (البقرہ : ۱۴۶)

جو شخص بظاہر توحید پر عمل کرتا ہے لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتا یا دل سے اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ منافق ہے۔ یہ شخص تو کافر سے بھی بد تر ہے۔ منافق کے سلسلہ میں قرآن پاک کا یہ فیصلہ ملاحظہ ہو:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

"بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں رہیں گے"۔ (النساء : ۱۴۵)

یہ بہت اہم اور نازک مسئلہ ہے جس کا ہماری معاشرتی زندگی سے براہ راست واسطہ ہے۔ کتنے ہی لوگ شعوری طور پر حق کا ادراک رکھتے ہیں لیکن عمل میں کوسوں دور ہیں۔ انہیں معاشرتی اور مادی مفادات متاثر ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ ایسے لوگ محض دکھاوے کا عمل کرتے ہیں اگر ان کے دلوں کو ٹٹولا جائے تو ویران اور اگر سوال کیا جائے تو لاشعور ثابت ہوں گے۔ قرآن پاک کی ان دو آیات پر غور کیجیے:

لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بہانے مت کرو، تم ایمان لاکر پھر کافر ہوگئے"۔ (التوبہ : ٦٦)

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بعض وہ صحابہ جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے جنگ لڑی تھی وہ صرف ایک ایسی بات کہہ دینے سے کافر ہوگئے جو انہوں نے محض ہنسی اور مذاق کے طور پر کہی تھی۔ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کی مدارت یا بلند مقام کے حصول کی غرض سے یا مال میں کمی کے خوف سے کفریہ کلمہ کہہ دے یا اس پر عمل کرے تو ایسا شخص اس سے زیادہ گناہ گار ہوگا جو بطور مذاق کفریہ کلمات ادا کرتا ہے۔

دوسری آیت یہ ہے:

مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِهِۦٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِٱلْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا عَلَى ٱلْءَاخِرَةِ

"جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا"۔ (النحل : ١٠٦ - ١٠٧)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سوائے اس شخص کے جو مجبور کردیا گیا ہو اور کسی کے عذر کو تسلیم نہیں کیا، اس میں بھی ایمان پر اطمینان قلب کی شرط لگادی ہے۔ اس کے علاوہ سب کافر ہیں، خواہ وہ خوف کی وجہ سے یا مدارت کے طور پر یا اپنے وطن اور اہل و عیال یا برادری اور مال و متاع کی محبت میں یا ہنسی اور مذاق کے طور پر، یا کسی اور مقصد کے تحت کلمہ کفر کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف مجبور شخص کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اس حقیقت پر مندرجہ بالا آیت دو طرح سے دلالت کرتی ہے:

ایک تو یہ کہ "إلا من أکرہ" یعنی جو (کفر پر زبردستی) مجبور کردیا جائے، اس جملہ سے صرف مجبور شخص مستثنیٰ قرار پاتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ انسان کی مجبوری کا تعلق صرف زبان یا عمل سے ہوتا ہے نہ کہ دل کی کیفیت سے، کسی شخص کو دل سے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان:

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا عَلَى ٱلْءَاخِرَةِ

"یہ اس لیے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم پر واضح کرتا ہے کہ ان لوگوں کو کفر کا مرتکب قرار دے کر اور سزا دینے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ عقیدہ کی گمراہیوں میں مبتلا تھے یا جہالت میں لت پت تھے، یا دین سے بغض و عناد رکھتے تھے یا کفر کو محبوب رکھتے تھے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا کی لذتوں میں گرفتار ہوگئے تھے اور انہوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دے دی تھی۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و صلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ و صحبہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام کے تین اصول

چار مسائل ایسے ہیں جن کا جاننا سب پر فرض ہے۔

اول علم : اور علم سے مراد دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کو جاننا، نبی کو جاننا اور دین اسلام کو جاننا۔

دوم : اس دین پر عمل کرنا۔

سوم : اس کی دعوت دینا۔

چہارم : اس دعوت کی راہ میں پیش آنے والی مصائب و تکالیف پر صبر کرنا۔

مذکورہ بالا مسائل پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ ﴿٢﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾

"زمانے کی قسم انسان درحقیقت خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔" (سورۃ العصر)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ صرف یہی ایک سورہ اپنے بندوں پر بطور حجت نازل فرمادیتے تو یہ ان کے لیے کافی ہوتی۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم قول وعمل پر مقدم ہے اور اس کی دلیل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

"پس اے نبی جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور معافی مانگو اپنے گناہوں کے لیے (بھی اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے بھی)"۔ (محمد : ١٩)

اللہ تم پر رحم فرمائے یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ مندرجہ ذیل تین مسائل پر عمل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے :

اول : اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد ہمارے لیے رزق مہیا کیا اور ہمیں یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہماری ہدایت کے لیے انبیاء اور رسول بھیجے، تو جس نے اطاعت اور فرمانبرداری کی تو وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ واصل جہنم ہوا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَٰهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ ٱلرَّسُولَ فَأَخَذْنَٰهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾

"تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا (پھر دیکھ لو جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا"۔ (المزمل ۱۵ - ۱۶)

دوم : اللہ سبحانہ تعالیٰ اس بات کو ہرگز پسند نہیں فرماتے کہ کسی مقرب فرشتے یا نبی مرسل کو اس کی عبادت میں شریک کیا جائے۔ اس کی دلیل اللہ سبحانہ کا یہ فرمان ہے:

وَأَنَّ ٱلْمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا

"اور مسجدیں اللہ ہی کی (عبادت کے لیے) ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔(الجن : ۱۸)

سوم : جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا تو پھر اس کے لیے یہ بات کس قدر بری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والے کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاتا پھرے چاہے وہ اس کا انتہائی قریبی دوست یا عزیز ہی کیوں نہ ہو

لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓا۟ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ حِزْبُ ٱللَّهِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

"تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، خبردار رہو اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے"۔ (المجادلہ : ۲۲)

اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ ملت ابراہیم میں جو حنفیت (یعنی تمام ادیان سے کٹ کر اسلام کی طرف یکسو ہونے کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم صرف اللہ جل جلالہ ہی کی عبادت پورے خلوص سے کرو۔ یہی وہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جس کا حکم اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے لوگوں کو دیا اور یہی ان کے پیدا کرنے کا مقصد بھی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

اور میں نے جن اور آدمی اس لیے پیدا کئے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔ (الذاریات :۵۶)

اور "عبادت کرنے" کے معنی میں داخل ہے کہ اس کو یکتا اور تنہا تسلیم کیا جائے۔ سب سے بڑی چیز جس کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے توحید ہے۔ یعنی اللہ اور صرف اللہ کی عبادت کرنا، اس طرح سب سے بڑی بات جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے شرک ہے یعنی اس کے ساتھ کسی اور کو پکارنا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

۞ وَٱعْبُدُوا ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِۦ شَيْـًٔا

"اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ"۔ (النساء : ۳۶)

اگر تم سے پوچھا جائے کہ وہ کون سے ایسے تین مسائل ہیں کہ جن کا جاننا ہر ایک پر واجب ہے تو کہو، انسان کا اپنے رب، دین اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننا۔

ہمارا رب کون ہے؟ رب کے معنی ہیں پالنے والا۔ یعنی تمام کائنات کو اپنی لاتعداد نعمتوں سے نوازنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی میرا پروردگار ہے اس کے سوا میرا کوئی اور پروردگار نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے "الحمد للہ رب العالمین" لفظ "عالم" کا اطلاق اللہ کے علاوہ ہر چیز پر ہوتا ہے اور خود میں اسی عالم کا ایک فرد ہوں۔ اگر آپ سے پوچھا جائے "کہ تم نے اپنے رب کو کس طرح پہچانا" تو کہو کہ اس کی نشانیوں اور اس کی تخلیق کردہ اشیاء سے۔ اس کی نشانیوں میں سے رات دن چاند و سورج وغیرہ ہیں اور اس کی مخلوقات میں سے سات آسمان، سات زمینیں اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب شامل ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَمِنْ ءَايَٰتِهِ ٱلَّيْلُ وَٱلنَّهَارُ وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَٱسْجُدُوا لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾

"اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو"۔ (فصلت : ۳۷)

إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کیے سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو! اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار"۔ الاعراف : ۵۴)

رب سے مراد معبود ہے اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

"لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کی چھت بنائی اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا، پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ"۔ (البقرہ : ۲۱ - ۲۲)

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں ان تمام اشیاء کا خالق ہی عبادت کا حقدار ہے۔

عبادت کی اور قسمیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یہ ہیں:

اسلام ، ایمان، احسان اس طرح یہ بھی عبادت ہے کہ اسی سے دعا کی جائے۔ اسی سے ڈرا جائے، اسی سے امید وابستہ کی جائے، اس پر بھروسہ کیا جائے، اس کی طرف رجوع کیا جائے، اس کے سامنے عجز و انکساری سے مدد مانگی جائے، اس کی پناہ طلب کی جائے۔ اس کے نام پر نذر و قربانی کی جائے ان ساری چیزوں کا تعلق اللہ اور صرف اللہ سے ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

وَأَنَّ ٱلْمَسَـٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

"اور مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی (عبادت کے لیے) ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔" (الجن : ۱۸)

تو اس لیے مذکورہ بالا چیزوں سے کوئی چیز بھی غیر اللہ سے وابستہ کرنے والا مشرک و کافر ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں ہے:

وَمَن يَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرْهَـٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿١١٧﴾

"اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پاسکتے (المومنون : ١١٧)

حدیث نبوی ؐ ہے : دعا عبادت کا مغز ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾

"تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔" (غافر : ٦٠)

خوف کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾

"تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر سچے مسلمان ہو۔" (آل عمران : ١٧٥)

امید و رجاء کے بارے میں ارشاد ہے:

فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَـٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا

"جس کو اپنے مالک سے ملنے کی امید ہو، اس کو چاہیے اچھا کام کرے، شرع کے موافق، خلوص کے ساتھ اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی (مخلوق) کو شریک نہ کرے۔" (الکھف : ١١٠)

توکل کے بارے میں حکم ہے:

وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

"اور اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔" (المائدہ : ٢٣)

نیز فرمایا گیا:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ ۚ

"اور جو کوئی اللہ پر بھروسا رکھے تو وہی اس کو بس ہے۔" (الطلاق : ٣)

رغبت و خوف و خشوع کے بارے میں یوں ارشاد ربانی ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا۟ يُسَـٰرِعُونَ فِى ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا۟ لَنَا خَـٰشِعِينَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔" (الانبیاء : ۹۰)

قرآن پاک میں "خوف و خشیت" کے سلسلہ میں یوں رہنمائی فرمائی گئی:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي

"یعنی تو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو"۔ (البقرہ : ۱۵۰)

رجوع کے بارے میں فرمایا:

وَأَنِيبُوٓا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُۥ

"تم اپنے مالک کی طرف رجوع ہوجاؤ اور اس کی فرمان برداری کرو۔" (الزمر : ۵۴)

استمداد اور استعانت کے بارے میں فرمایا:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝٥

"ہم تیری بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔" الفاتحہ : ۵)

حدیث میں آیا ہے کہ تم جب مدد مانگو تو اللہ ہی سے مانگو۔

استعاذہ کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ۝١

"میں پناہ میں آیا اس رب کی جو صبح کا مالک ہے" (الفلق : ۱)

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١

"میں پناہ میں آیا لوگوں کے مالک کی۔" (الناس : ۱)

استغاثہ کے سلسلے میں فرمایا:

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ

"جب تم اپنے مالک سے فریاد کرتے تھے اس نے تمہاری (فریاد) سن لی۔" (الانفال : ۹)

ذبح و قربانی کے بارے میں فرمایا:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝١٦٢ لَا شَرِيكَ لَهُۥ

"اے پیغمبر کہہ دے، میری نماز اور قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔" (الانعام : ۱۶۲ - ۱۶۳)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے والے پر اللہ لعنت کرے"

نذر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا

"وہ (دنیا میں) اپنی نذر پوری کرتے تھے اور اس دن سے ڈرتے تھے جس کی مصیبت پھیلی جائے گی۔" (الدہر : ۷)

دوسرا اصول

دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر اسلام سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اسلام کے دلائل کی روشنی میں تعارف حاصل کیا جائے۔ توحید کو اپنا کر اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کی جائے اس کی اطاعت بجالاتے ہوئے سرِتسلیم خم کردیا جائے۔ شرک اور اہل شرک سے بیزاری کا اظہار کیا جائے۔ اس اصول کے تین درجے ہیں: اسلام، ایمان اور احسان۔ اور ہر درجہ بامرتبہ کے کچھ ارکان ہیں، جس طرح کہ ارکان اسلام پانچ ہیں : (۱) یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا اور (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔

شہادت کے بارے میں ارشاد ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

"اللہ نے خود اسی بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی اللہ نہیں ہے"۔ (آل عمران : ۱۸)

مطلب یہ ہے کہ معبود حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے (لا الہ) کہہ کر اللہ کے علاوہ ہر چیز کی عبادت کی نفی کی گئی ہے (الا اللہ) کہہ کر یہ اثبات کیا گیا ہے کہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کوئی دوسرا شریک نہیں ہے جس طرح کہ کوئی دوسرا اس کی بادشاہت میں شریک نہیں ۔ اس کی مزید وضاحت اس ارشاد سے ہوتی ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾
وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾

"یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ "تم جن کی بندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، میرا تعلق صرف اس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی میری رہنمائی کرے گا" اور ابراہیم یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں"۔ (الزخرف ۲۶ - ۲۷ - ۲۸)

اور اس ارشاد سے بھی:

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٦٤﴾

"اے نبی کہو: اے اہل کتاب آؤ، ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف اللہ کی بندگی اور اطاعت کرنے والے) ہیں"۔ (آل عمران : ۶۴) شہادت کے دوسرے جزو کے بارے میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

"دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے، وہ شفیق اور رحیم ہے"۔ (التوبہ : ۱۲۸)

شہادت "ان محمدا رسول اللہ" (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کے یہ معنی ہیں کہ ان کی تابعداری کی جائے۔

آپ کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کی جائے گی، جن باتوں سے آپ نے منع فرمایا، ان کو چھوڑ دیا جائے اور آپ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جائے۔ نماز، زکوٰۃ اور توحید کے بارے میں ارشاد ہے:

وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾

"(اہل کتاب کو) اس حکم کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ اللہ کی بندگی کریں۔ اپنے دین کو اس کے لیے خالص کرکے بالکل یک سو ہوکر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی نہایت صحیح و درست دین ہے"۔ (البینہ : ۵)

روزوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کردیئے گئے جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروکاروں پر فرض کیے گئے تھے ان سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی"۔

(البقرہ : ۱۸۳)

حج کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلۡبَيۡتِ مَنِ ٱسۡتَطَاعَ إِلَيۡهِ سَبِيلٗاۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾

"لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہوجانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے"۔ (آل عمران : ۹۷)

دوسرا درجہ ایمان ہے:

ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں اور ان میں سے سب سے عظیم اور اونچی شاخ "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے نچی شاخ کسی تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دینا ہے اور حیا بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

ایمان کے چھ ارکان ہیں : (۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) اس کے فرشتوں پر ایمان (۳) اس کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان (۴) اس کے رسولوں پر ایمان (۵) روز آخرت پر ایمان اور (۶) خیر و شر کے مقدر ہونے پر ایمان۔ ان پر دلیل میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّيۡسَ ٱلۡبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ قِبَلَ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلۡكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ

"نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کرلیے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے"۔ (البقرہ : ۱۷۷)

تقدیر پر یہ قول دلیل ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقۡنَٰهُ بِقَدَرٖ ﴿٤٩﴾

ہم نے تو ہر چیز کو تقدیر کے موافق بنایا۔ (القمر : ۴۹)

تیسرا درجہ احسان ہے۔ حدیث میں احسان کی تعریف یوں کی گئی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے لیکن اگر تو اسے نہیں دیکھتا (تو یہ یقین کر) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحۡسِنُونَ ﴿١٢٨﴾

"اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں (شرک اور کفر اور گناہوں سے بچتے ہیں) اور جو نیک ہیں"۔ (النحل : ۱۲۸)

نیز فرمایا :

وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱلۡعَزِيزِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ ٱلَّذِي يَرَىٰكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّٰجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾

"اور اس زبردست اور رحیم پر توکل کرو جو تمہیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے، وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔(الشعراء ۲۱۷ - ۲۲۰)

پھر فرمایا:

وَمَا تَكُونُ فِي شَأۡنٖ وَمَا تَتۡلُواْ مِنۡهُ مِن قُرۡءَانٖ وَلَا تَعۡمَلُونَ مِنۡ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُودًا إِذۡ تُفِيضُونَ فِيهِۚ

"اے نبی! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو، اورلوگو تم بھی جو کچھ کرتے ہو اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں"۔ (یونس : ۶۱)

اس کی دلیل وہ مشہور حدیث قدسی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

"ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص آپہنچا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے اور بال نہایت کالے تھے۔ یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سفر سے آیا ہے اور کوئی ہم میں سے اسے پہچانتا بھی نہ تھا۔ وہ بیٹھ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوؤں سے اپنے زانو ملا دیئے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے (جیسا کہ شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے) پھر بولا : اے محمدؐ! مجھ کو بتاؤ کہ اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے۔ اگر تجھ سے ہوسکے (یعنی سفر میں خرچ کی تنگی نہ ہو اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستے میں خطرات نہ ہوں) وہ بولا "سچ کہا تم نے" (عمرؓ کہتے ہیں کہ) ہم کو تعجب ہوا کہ ایک بات پوچھتا بھی ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ (حالانکہ پوچھنے والا علم نہیں رکھتا اور سچ کہنے والا وہ ہوتا ہے جس کو علم ہو تو یہ دونوں کام ایک شخص کیسے کرسکتا ہے)۔ پھر وہ شخص بولا: مجھ کو بتاؤ کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو تصدیق کرے اللہ کی، اس کے فرشتوں کی، اس کی کتابوں کی، اس کے رسولوں کی، آخرت کے دن کی اور تقدیر کی اور یہ کہ اچھا اور برا سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ شخص بولا سچ کہا تم نے۔ پھر اس نے پوچھا "مجھ کو بتاؤ کہ احسان کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اس طرح (دل لگا کر) جیسے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر اتنا نہ ہو تو یہی سہی کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے پھر وہ شخص بولا بتایئے قیامت کب برپا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ شخص بولا: تو پھر مجھے اس کی نشانیاں بتاؤ۔ آپ نے فرمایا: ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالک کو جنے گی، دوسری نشانی یہ ہے کہ تو دیکھے گا کہ جن کے پاؤں میں جوتا نہ ہو، تن کا کپڑا نہ ہو، وہ کنگال بڑی بڑی عمارتیں (بنوا رہے ہیں)" راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ شخص چلا گیا۔ میں بڑی دیر تک ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا۔ اے عمر! جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ جبریل تھے، تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے"۔

اصل-- یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی طرح متعارف ہوا جائے۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا اور دادا کا نام عبدالمطلب جو ہاشم کے بیٹے تھے۔ ہاشم قریش میں سے تھے اور قریش عربوں کا ایک خاندان تھا اور عرب اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ بعد از نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور رسول بھی "اقراء" کہہ کر آپ کو نبوت پر سرفراز کیا گیا تھا اور "المدثر" کا خطاب دے کر آپ کو لوگوں کے درمیان رسول بنا کر بھیجا گیا۔ پھر آپ نے اللہ کے حکم سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کو اس لیے مبعوث فرمایا گیا کہ آپ لوگوں کو شرک سے ڈرائیں اور توحید کی دعوت دیں، اس کی دلیل یہ ارشاد ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ﴿٧﴾

"اے اوڑھنی لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو! بڑائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گندگی سے دور رہو، اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لیے اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو"۔
(المدثر : ۱ - ۷)

"قم فانذر" کے معنی ہیں کہ آپ لوگوں کو شرک سے ڈرائیے اور توحید کی طرف بلائیے۔ " وربک فکبر" یعنی توحید کا درس دیتے ہوئے رب کی عظمت بیان کیجیے " و ثیابک فطہر" یعنی اپنے اعمال کو شرک سے پاک رکھیے۔ "والرجز فاھجر" "رجز" سے مراد بت اور "ھجر" ان کا چھوڑنا ہے، یعنی بتوں اور ان کی عبادت کرنے والوں سے بیزاری و علیحدگی کا اظہار کیجیے آپ دس سال تک لوگوں کو دعوت توحید دیتے رہے اس کے بعد آپ کو آسمان پر لے جایا گیا، جسے معراج کہتے ہیں جہاں آپ پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئیں، تین سال تک آپ مکہ میں نماز پڑھتے رہے۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔

ہجرت سے مراد مشرکین کے شہر سے امن و اسلام کے شہر کی طرف نقل مکانی کرنا ہے جو روز قیامت تک اس امت پر فرض ہے۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات اس پر واضح دلیلیں ہیں :

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا۟ فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا۟ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا۟ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةً فَتُهَاجِرُوا۟ فِيهَا ۚ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا ٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُو۟لَٰٓئِكَ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾

"جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کررہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا گیا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے، فرشتوں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے، ہاں جو مرد و عورتیں بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔" (النساء ۹۷ - ۹۹)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے۔

يَٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّ أَرْضِى وَٰسِعَةٌ فَإِيَّٰىَ فَٱعْبُدُونِ

میرے ایماندار بندو! میری زمین کشادہ ہے تو کہیں بھی رہ کر میری عبادت کرتے رہو۔
(العنکبوت : ۵٦)

امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل نہ ہوئے اور مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں "ایمان لانے والوں" کے نام سے خطاب فرمایا۔

ہجرت کے سنت ہونے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث مبارک ہے کہ " جب تک توبہ کے دروازے بند نہ ہوں ہجرت کا حکم باقی رہے گا۔ اور توبہ کے دروازے اس وقت تک بند نہیں ہوں گے جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا"۔ یعنی جب تک قیامت نہیں آجاتی۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں باقی قوانین اسلام مثلاً زکوٰۃ، روزے، حج، جہاد، اذان، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ کا نفاذ عمل میں آیا اس عظیم کام کی انجام دہی میں دس سال صرف ہوئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے، مگر آپ کا دین باقی ہے۔ کوئی بھی ایسا پہلو باقی نہ رہا جو اس امت کے لیے خیر و شر کا باعث بنتا ہو اور آپؐ نے اس سے اپنی امت کا آگاہ نہ کردیا ہو۔

خیر سے مراد توحید اور وہ سب باتیں ہیں جو اللہ جل شانہ کو پسند ہیں اور شر سے مراد شرک اور وہ سب مکروہات ہیں جو اللہ جل شانہ کی ناراضگی کا سبب ہیں۔ الغرض اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوع انسان اور جنوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے، ان دونوں یعنی جن و انسان پر آپؐ کی اطاعت فرض ہے، اس کی دلیل یہ فرمان ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ

" ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں (مرنے کے بعد) پھر لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوسری بار (قیامت کے دن) اٹھالیں گے۔" (طٰہٰ : ۵۵)

وَٱللَّهُ أَنۢبَتَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾

"اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے جگایا پھر اس میں تم کو لوٹا کر لے جائے گا (خاک ہوجاؤ گے) اور قیامت کے دن (اسی زمین سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا" (نوح : ۱۷ - ۱۸)

چنانچہ بعث کے بعد ان کا حساب و کتاب ہوگا اور اعمال کے بقدر جزا و سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

لِيَجْزِيَ ٱلَّذِينَ أَسَٰٓـُٔوا۟ بِمَا عَمِلُوا۟ وَيَجْزِيَ ٱلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ بِٱلْحُسْنَى

"بروں کو ان کے برا کا اور اچھوں کو اچھا بدلہ ملے دے"۔ (النجم : ۳۱)

پس جو کوئی موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا منکر ہوا وہ کفر کا مرتکب ہوا اور اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَن لَّن يُبْعَثُوا۟ ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّى لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ

"منکرین نے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے، ان سے کہو "نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر ضرور تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا ہے اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے" (التغابن : ۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا جو لوگوں کو نیک اعمال کے اچھے نتائج کی خوشخبریاں دیتے رہے اور برے اعمال کے برے نتائج سے ڈراتے رہے۔ قرآن مجید میں ہے:

رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ

"یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ ان کو مبعوث کردینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔" (النساء : ۱۶۵)

پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نوح علیہ السلام کے رسول ہونے کے لیے قرآن کی یہ آیت دلیل ہے:

﴿ إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ

"بے شک ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح اور اس کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف"۔ (النساء : ۱۶۳)

الغرض نوح علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سبھی نے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت اور طاغوت سے کنارہ کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ۖ

"ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کو پوجو اور طاغوت سے بچے رہو"۔ (النحل : ۳۶)

پس اللہ جل شانہ نے تمام نوع انسانی پر انکار طاغوت لازم کردیا ہے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ طاغوت سے مراد انسان کا خود ساختہ معبود ہے یا وہ جس کی وہ اطاعت و فرمانبرداری کررہا ہے اور اس کی تعظیم و اطاعت میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ ویسے طاغوت بہت طرح کے ہوتے ہیں مگر بڑے طاغوت پانچ ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ابلیس لعنۃ اللہ۔

(۲) جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس فعل سے خوش ہوں۔

(۳) جو شخص لوگوں کو اپنی پرستش کی دعوت دیتا ہے۔

(۴) علم غیب کا دعویدار ہے۔

(۵) اور وہ شخص جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکم دیتا ہے۔ اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَآ إِكْرَاهَ فِى ٱلدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَىِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَا ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٥٦﴾

"دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے، صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں"۔ (البقرہ : ۲۵۶)

اور یہی ہے مفہوم لا الہ الا اللہ کا، حدیث شریف میں آیا ہے :

"یعنی اس امر کی بنیاد اسلام ہے، اس کا ستون نماز اور اس کی انتہائی بلندی جہاد ہے"۔

واللہ اعلم و صلی اللہ علی محمد و آلہ و صحبہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی عبادت

میں اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ دنیا و آخرت میں تمہارا حامی اور کارساز ہو تم جہاں بھی رہو اس کی برکتیں تم پر نازل ہوتی رہیں وہ تم کو توفیق دے کہ تم اس کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرنے والے، اس کی آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے والے اور گناہوں کے سرزد ہوجانے کی صورت میں توبہ کرنے والے بنو۔ بلاشبہ ان تین اوصاف حمیدہ کے حامل بڑے خوش بخت ہیں۔

اللہ تمہیں اپنی اطاعت کی نیک توفیق عطا فرمائے یہ بات سمجھ لو کہ ملت ابراہیم کا دین حنیف یہ ہے کہ تم اسی اور صرف اسی کی بندگی کرو، ذہن کو صرف اسی کے لیے خالص کرلو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

"اور میں نے جن اور انسان اس لیے پیدا کئے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔"(الذاریات : ۵۶)

اب جب اس بات کو سمجھ چکے کہ اللہ جل شانہ نے تم کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، تو پھر جان لو کہ بغیر توجہ کے عبادت نہیں کی جاسکتی۔ جس طرح طہارت کے بغیر نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ جب عبادت میں شرک داخل ہوجائے تو وہ فاسد ہوجاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے طہارت کے بعد وضو ٹوٹ جائے، پس جب تم اس بات سے آگاہ ہوچکے کہ شرک عبادت کو فاسد کردیتا ہے اور شرک کرنے والا شخص جہنم کے باسیوں میں شامل ہوجاتا ہے تو تم نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ توحید کی معرفت تمہارے لیے کس قدر اہم ہے۔ شاید تم اس معرفت کی بناء پر شیطان کے پھندے سے نجات حاصل کرسکو اور یہ شیطانی پھندا ہی شرک ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

"بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کم (درجہ گناہوں کو) جس کو چاہے بخش دے"۔ (النساء : ۴۸)

یہ معرفت ذیل کے چار قواعد پر مشتمل ہے جن کا ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدۂ اوّل

کہ جن کافروں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی، وہ اللہ تعالیٰ کے خالق کائنات ہونے کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کے اس اقرار نے انہیں داخل اسلام نہ کیا ان کے اقرار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾

"ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی توفیق کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کررہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟ تب تو یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے"۔ (یونس : ۳۱)

قاعدہ دوم :

یہ کفار کہتے تھے کہ ہم ان ہستیوں کو محض قربت و شفاعت کی خاطر پکارتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم نے کہا ہے:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾

"اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں، اللہ یقیناً ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں، اللہ کسی ایسی شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکر حق ہو"۔ (الزمر : ۳)

دوسری جگہ شفاعت کے سلسلہ میں فرمایا گیا:

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ

"اور یہ (مشرک) اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پوجتے ہیں جو نہ ان کا نقصان کرسکتے ہیں نہ فائدہ، اور کہتے ہیں اللہ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہوں گے"۔ (یونس : ۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

شفاعت منفی اور شفاعت مثبت :

شفاعت منفی وہ ہے جو غیر اللہ سے طلب کی جائے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خُلَّةٞ وَلَا شَفَٰعَةٞۗ وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٥٤﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں"۔ (البقرہ ۲۵۴)

شفاعت مثبت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے۔ ایسی شفاعت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت ہوتا ہے اور جس کے حق میں شفاعت کی جاتی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ

"کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟" (البقرہ : ۲۵۵)

قاعدہ سوم :

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اس وقت ہر شخص نے اپنی اپنی عبادت کا طریقہ اپنایا ہوا تھا، ایک فرشتے کو پوج رہا تھا تو دوسرا انبیاء اور صالح لوگوں کی عبادت میں لگا ہوا تھا، تیسرا کوئی درختوں اور پتھروں کو پوجتا تھا اور چوتھا سورج اور چاند کے سامنے سر جھکاتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی امتیاز و تفریق کے ان تمام مشرکین سے جنگ کی جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

وَقَٰتِلُوهُمۡ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتۡنَةٞ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُۥ لِلَّهِۚ

"مسلمانو! کافروں سے لڑو اس غرض سے کہ شرک (دنیا میں) نہ رہے اور سارا حکم اللہ ہی کا چلنے لگے"۔ (الانفال : ۳۹)

جن لوگوں نے چاند، سورج کو اپنا معبود بنا رکھا تھا، ان کے بارے میں فرمایا گیا:

وَمِنۡ ءَايَٰتِهِ ٱلَّيۡلُ وَٱلنَّهَارُ وَٱلشَّمۡسُ وَٱلۡقَمَرُۚ لَا تَسۡجُدُواْ لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ وَٱسۡجُدُواْۤ لِلَّهِ ٱلَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمۡ إِيَّاهُ تَعۡبُدُونَ ﴿٣٧﴾

"اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرنے والے ہو"۔ (فصلت : ۳۷)

جنہوں نے ملائکہ کو معبود بنا رکھا تھا ان کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا

"اور یہ وہ کبھی نہیں کہے گا کہ فرشتوں یا پیغمبروں کو تم اللہ بنالو (جیسے نصاریٰ نے بنالیا)" آل عمران : ۸۰)

جن لوگوں نے معبود بنا رکھا تھا، ان کو ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی گئی:

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾

"جب اللہ فرمائے گا کہ "اے عیسیٰ بن مریم، کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی معبود بنالو؟ تو وہ جواب میں عرض کرے گا" کہ سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں"۔ (المائدہ : ۱۱۶)

جن لوگوں نے صالحین کو معبود بنا رکھا تھا ان کو یہ بتایا گیا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ

"وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کر رہے ہیں کہ کون اس سے قریب تر ہو جائے اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ (بنی اسرائیل : ۵۷)

جو درختوں اور پتھروں کی بھی پوجا کرتے تھے ان کے بارے میں یوں ارشاد ہوا:

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾

"(مشرکو)! بھلا بتاؤ تو سہی لات اور عزیٰ اور تیسرا ایک اور بت منات (یہ کس کام کے ہیں)"۔ (النجم ۱۹ - ۲۰)

ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نئے نئے اسلام لائے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف جانا ہوا۔ راستہ میں ایک بیری کا درخت آیا اس کے پاس مشرکین ٹھہرتے تھے اور اپنا اسلحہ وغیرہ اس پر لٹکاتے تھے، اس کو "ذات انواط" کہا جاتا تھا۔ ہم نے نبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ بھی ہمارے لیے ایسا ہی ایک درخت مقرر فرمادیجیے۔

اس پر قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔ جہاں تک پتھروں کو پوجنا ہے تو اس کا ذکر کتاب اللہ نے کردیا ہے اور جہاں تک درختوں کی پرستش و تعظیم کا تعلق ہے اس کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

قاعدہ چہارم :

ہم بلاتامل یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مشرکین شرک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مشرکین سے بڑھ کر ہیں۔ ان کا شرک ان سے بھی شدید ہے۔ کیونکہ پہلے کے مشرکین صرف حالت آسودگی و راحت میں شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔ مگر جب ان پر مصیبت نازل ہوتی تو وہ پورے خلوص سے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اس کے برخلاف ہمارے زمانہ کے مشرکین ہر حالت میں شرک ہی پر قائم ہیں۔ پہلے زمانہ کے مشرکین تو پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے تھے جس کا ذکر قرآن مجید نے یوں کیا ہے۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ

"جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرکے اس سے دعا مانگتے ہیں جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔"
(العنکبوت : ۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھ عظیم اور مفید اصول

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے فرمایا:
سب سے زیادہ حیرت انگیز اور عظیم اصول ستہ کی وہ آیات ہیں جو مالک کائنات کی قدرت، ملکیت اور اس کے غلبے پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ جل شانہ نے انہیں اس طرح وضاحت کے ساتھ عوام الناس کے لیے بیان فرمادیا تاکہ کوئی گمان والا غلط گمان نہ کرسکے مگر چند ایک کے سوا اکثر عقلاء اور دانشور اس میں غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

پہلا اصول: اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنا[1] اور اس میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ قرآن کریم کا اکثر حصہ اس اصل کے بیان پر مشتمل ہے۔ مختلف طریقوں سے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ کمزور سے کمزور ذہن رکھنے والا شخص بھی اس اصول کو اچھی طرح سمجھ سکے۔

پھر بعد میں جب امامت اور مذہبی سربراہی کا زور ہوا تو شیطان کو اور موقع مل گیا کہ وہ صالحین کی محبت کی آڑ میں امت کو شرک میں مبتلا کردے اور ہوا بھی ایسا ہی۔

دوسرا اصول: اللہ جل شانہ نے دین میں متحد رہنے کا حکم فرمایا ہے اور اختلاف و فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے اس کے بارے میں ایسا شافی و کافی بیان فرمایا ہے کہ عوام الناس بھی سمجھ سکیں۔ ہمیں منع فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جنہوں نے دین میں فرقہ بندی اور اختلاف پیدا کیا پھر اس کی بناء پر ہلاک ہوئے، اللہ رب العزت نے مسلمانوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ دین میں تفرقہ و اختلاف ہرگز مت پیدا کرنا۔ اس کی مزید وضاحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے مگر بعد میں دین کے اصولوں اور تفصیلات میں تفرقہ اور اختلاف کو فقہ و علم کہا جانے لگا۔ فرقہ بندی و اختلاف کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے کو زندیق و مجنون کہا گیا۔

تیسرا اصول: کامل اتحاد اس وقت ممکن ہے جب اطاعت و فرمانبرداری اس میں شامل ہو۔ چاہے حاکم کوئی غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے مختلف طریقوں سے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے۔ بعد میں علم کے دعویدار اس اصول سے بے خبر ہوگئے۔

---

[1] یعنی شرک و کفر کی نجاست سے پاک صاف کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا اصول : علم اور علماء فقہ اور فقہا سے متعلق ہے اور ان لوگوں سے متعلق جو اپنے آپ کو عالم اور فقیہ کہتے ہیں مگر حقیقت میں نہیں ہیں، اللہ جل شانہ نے سورہ بقرہ کے آغاز میں اسی بات کی طرف نشاندہی کی ہے:

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ .... (الآیہ : ۴۷)

"اے بنی اسرائیل! یاد کرو اس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا۔

یہاں سے اس آیت تک :

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ (الآیہ : ۱۲۲)

"اے بنی اسرائیل! یاد کرو اس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر فضیلت عطا کی تھی۔"

اس سلسلے میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو وضاحتیں ملتی ہیں ان سے یہ حقیقت اور بھی زیادہ واضح اور روشن ہوجاتی ہے۔ اور اس بات کا امکان نہیں رہتا کہ ایک کند ذہن شخص بھی اسے سمجھ نہ سکے۔ مگر بعد میں دین میں عجیب وغریب تبدیلیاں کی گئیں۔ علم و فقہ کو بدعات اور گمراہیوں میں غرق کردیا گیا۔ اور حق و باطل کو آپس میں گڈ مڈ کردیا گیا اور ایسا کرنے والا عالم و فاضل کہلایا۔ اس کے برعکس جس علم کی اللہ جل شانہ نے تعریف فرمائی تھی اور جسے لوگوں پر فرض قرار دیا تھا اس کے بیان کرنے والے کو زندیق و مجنون کا خطاب دیا گیا۔

پانچواں اصول : اس فرق سے متعلق ہے جو اللہ تعالیٰ کے مخلص دوستوں اور دوسرے نقالوں کے درمیان پایا جاتا ہے جو اس کے دشمن ہیں اور فاجر و منافق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ

"(اے پیغمبر) کہہ دے اگر تم کو اللہ کی محبت ہو تو میری راہ پر چلو اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا۔" (آل عمران : ۳۱)

دوسری جگہ فرمایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَن يَرۡتَدَّ مِنكُمۡ عَن دِينِهِۦ فَسَوۡفَ يَأۡتِي ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّونَهُۥٓ

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کردے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔"

(المائدہ : ۵۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ

"سنو! جو اللہ کے دوست ہیں، جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہے"۔ (یونس : ۶۴)

مگر بعد میں اکثر مدعیان علم، ہادیان دین اور حافظان شرع متین کے نزدیک بات یہاں تک پہنچی کہ اولیاء صالحین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسولوں کی اتباع کریں، پھر جس نے ان کی اتباع کو لازم قرار دیا ان سے ان لوگوں نے قطع تعلق کرلیا ان کے نزدیک جب وہ بھی لازم نہیں رہا بلکہ جہاد کرنے والا ان کی برادری سے خارج کردیا گیا، مزید برآں جس نے ایمان و تقویٰ کی پابندی کی وہ بھی ان کے گروہ سے خارج ہوگیا! اے ہمارے رب ہم تجھ سے خیر و عافیت کے طلب گار ہیں (اور قبول کر)۔ بے شک تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔

چھٹا اصول : اس شبہ کے ازالہ سے متعلق ہے جس کو شیطان ملعون نے امت کے اندر پیدا کردیا ہے جس کی وجہ سے لوگ قرآن و سنت کو چھوڑ چکے ہیں اور مختلف آراء و خواہشات کے پیچھے پڑ گئے ہیں، وہ اس وہم میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ قرآن و سنت کو تو صرف کوئی مجتہد ہی سمجھ سکتا ہے عام لوگوں کی سمجھ کی بات کہاں! اور پھر مجتہد ہونے کے لیے ایسے ایسے اوصاف بیان کئے گئے جو شان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ میں بھی نہ مل سکیں۔ جو لوگ ایسے اوصاف پیدا نہ کرسکیں انہیں بلاشبہ قرآن و سنت سے منہ موڑلینا چاہیے۔ اگر اس کے باوجود وہ قرآن و سنت ہی سے ہدایت کے طلب گار ہوں تو چونکہ قرآن و سنت کا فہم کوئی آسان کام نہیں لہٰذا ایسے لوگ یا تو زندیق ہیں یا پاگل۔ سبحان اللہ! کیسی بات ہے اور شیطان نے ان سے کیا کہلوایا؟ اللہ جل شانہ نے اس ملعون شبہ کی اتنی بار تردید کی ہے کہ اب یہ بات مشہور و معروف ہوچکی ہے مگر افسوس ہے کہ اب بھی اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔

لَقَدْ حَقَّ ٱلْقَوْلُ عَلَىٰٓ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٧﴾ إِنَّا جَعَلْنَا فِىٓ أَعْنَٰقِهِمْ أَغْلَٰلًا فَهِىَ إِلَى ٱلْأَذْقَانِ فَهُم مُّقْمَحُونَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلذِّكْرَ وَخَشِىَ ٱلرَّحْمَٰنَ بِٱلْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ان میں اکثر لوگ عذاب کے فیصلے کے مستحق ہوچکے ہیں۔ اسی لیے وہ ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ سر اٹھائے کھڑے ہیں ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کردی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے۔ ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے، انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا ان کے لیے یکساں ہے، تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو، یہ نہ مانیں گے۔ تم تو اس شخص کو خبردار کرسکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے اللہ رحمٰن و رحیم سے ڈرے۔ اسے مغفرت اور اجر کریم کی بشارت دے دو"۔ (یٰسین ۷ - ۱۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت نبوی

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنے مقصد دعوت و تبلیغ کی خدمت کرتے ہوئے سیرت و شمائل نبوی کی موضوع پر ایک خاص انداز سے قلم اٹھایا ہے انہوں نے سیرت ابن ہشام کو مختصر کیا۔ دینی مسائل کے اشکالات کی وضاحت کی اور اس میں بھی اختصار کا طریقہ اختیار کیا۔ بعض ایسے مسائل جو دعوت دین اور فقہی اعتبار سے ضروری تھے ان کی وضاحت و تشریح فرمائی۔

قارئین کرام کی خدمت میں اس کے چند نمونے پیش کئے جارہے ہیں۔

سیرت نبوی کے چھ اہم پہلوؤں کی تشریح

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا رحم و کرم فرمائے، سیرت نبوی کے چھ اہم پہلوؤں پر غور کریں اور انہیں اچھی طرح سمجھ لیں، شاید اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو انبیاء کرام کے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔ آپ اس راستہ کو اختیار کریں اور مشرکین کے راستہ کو چھوڑ دیں کیونکہ بے شمار دین کے دعویدار توحید کے خودساختہ علمبردار سیرت کے ان چھ پہلوؤں کو اس طرح نہیں سمجھتے جس طرح ان کو سمجھنا چاہیے۔

سیرت کے یہ چھ پہلو درج ذیل ہیں:-

اول : نزول وحی کا واقعہ اور وہ پہلی آیت جس سے اللہ جل شانہ نے وحی کا آغاز فرمایا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ﴿٧﴾

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے! اٹھو اور خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو اور زیادہ حاصل کرنے کے لیے احسان نہ کرو اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔ (المدثر : ۱ - ۷)

عرب (اسلام سے پہلے) بے شمار ایسے کام کرتے تھے جن کے متعلق وہ جانتے تھے کہ وہ غلط ہیں، مثلاً زنا۔ ان کے علاوہ وہ ایسے کام بھی کرتے تھے جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، مثلاً حج، عمرہ، فقیروں، مسکینوں پر صدقہ اور ان کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ اور ان اعمال کے انجام دینے میں وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک گردانتے تھے اور اپنے عمل کی یہ توجیہ پیش کرتے تھے کہ اس طرح ہم اللہ کا قرب حاصل کرلیتے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ

" (ہم ان کو اللہ سمجھ کر نہیں پوجتے) ہم تو ان کو بس اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کردیں"۔ (الزمر : ۳)

وہ یہ بھی کہتے تھے:

هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ

" یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہوں گے"۔ (یونس : ۱۸)

اس پر اللہ تعالیٰ نے یوں تبصرہ فرمایا:

إِنَّهُمُ ٱتَّخَذُوا۟ ٱلشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾

" انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا اور اس پر (بھی) وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں"۔ (الاعراف : ۳۰)

اس صورت حال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لوگوں کو زنا اور چوری جیسی برائیوں کے عواقب سے ڈرانے سے پہلے اس سب بڑی برائی شرک کے نتائج سے ڈراؤ۔ یہ بات تو آپ جانتے ہی ہو کہ مشرکین جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے ان میں فرشتے اور بزرگان دین بھی تھے۔ اور اس عمل کی دلیل یہ دیتے تھے کہ ہم تو صرف ان کی شفاعت کے طالب ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ابتداء سے اسی طرف توجہ دی گئی اور ایسی رائے رکھنے والوں کو ڈرایا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر اس معاملہ میں ان کی اصلاح ہوجاتی تو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہوتی۔ یہ مسئلہ تو پانچوں نمازوں سے بھی زیادہ اہم ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ نمازوں کی فرضیت کا حکم محاصرہ شعب ابی طالب اور ابوطالب کی وفات کے بعد آیا (یعنی ھجرت حبشہ کے دوسال بعد) اس سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ تمام اہم امور اور دین کی راہ میں پیش آنے والے شدائد اور مصائب نماز کی فرضیت سے پہلے کے مراحل ہیں۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے صحیح واقفیت حاصل کی جائے۔

دوم : جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو شرک سے روکنا اور ڈرانا شروع کیا اور اللہ جل شانہ کی وحدانیت کی تلقین کی، تو انہوں نے اس بات کو ناپسند نہیں کیا بلکہ اس کو پسند کیا اور اسے اپنانے پر آمادہ ہونے لگے، لیکن جب آپ نے کھل کر ان کے دین کے نقائص واضح کیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے علماء کی جہالت کی نشاندہی کی تو وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دشمن بن گئے اور خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص تو ہمیں بیوقوف سمجھتا ہے۔ ہمارے دین پر تنقید کرتا ہے اس کے عیوب بیان کرتا ہے۔ نیز ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ مگر ہمیں معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی عیسیٰ علیہ السلام، نہ ان کی والدہ اور نہ ہی ملائکہ اور نیک لوگوں کو برا بھلا کہا۔ بلکہ ہوا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ تمہارے معبود نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں تو اسی چیز کو انہوں نے اپنے معبودوں کے حق میں گالی سمجھا۔ پس یہ حقیقت ذہن نشین کرلیں کہ انسان خواہ کتنا ہی اللہ کی وحدانیت کا قائل اور شرک کا تارک ہو اس وقت تک راہ راست پر گامزن نہیں سمجھا جاسکتا جب تک وہ مشرکین سے بغض و عداوت نہ رکھتا ہو بلکہ اس کا اظہار بھی برملا نہ کرتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

"تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے۔ (المجادلہ : ۲۲)

جب تم یہ باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرلوگے تو تم کو یہ بات بھی معلوم ہوجائے گی کہ بہت سے دین کے دعویدار اس حقیقت کا ادراک نہیں کرپاتے اور یہ کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مسلمانوں کو ابتلاء و آزمائش کے ان مراحل سے نہ گزرنا پڑتا۔ نہ قید و بند کی یہ صعوبتیں برداشت کرنی پڑتیں، نہ گھر سے بے گھر کئے جاتے اور نہ ھجرت کرنے پر مجبور ہوتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں سب سے زیادہ رحم دل اور شفیق و مہرباں تھے۔ اس سلسلے میں اگر کچھ بھی گنجائش ہوتی تو وہ ضرور اس گنجائش سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرتے لیکن اس کا موقع کیسے آسکتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم آچکا تھا:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَآ أُوذِىَ فِى اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ

"لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب وہ اللہ کے معاملہ میں ستایا گیا تو اس نے لوگوں کی ڈالی ہوئی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیا۔" (العنکبوت : ۱۰)

جب یہ آیت صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرنے والوں کے بارے میں نازل فرمائی گئی تو سوچ سکتے ہو کہ دوسروں کا کیا حال ہوگا؟

سوم :کفار کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی، جب آپ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت : أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ پر پہنچے تو شیطان نے تلاوت میں یہ باتیں شامل کردیں کہ «تلك الغرانيق العلى ، وإن شفاعتهن لترتجى» یعنی
(یہ معزز ہستیاں ہیں اور ان کی شفاعت امید افزا ہے) توکفار نے یہ گمان کرلیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی یہ الفاظ کہے ہیں لہٰذا وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، بس یہی تو ہم چاہتے تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ ہے، وہ یکتا ہے، اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ بت تو صرف ہماری سفارش کرتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ کے اختتام پر سجدہ کیا تو مشرکین بھی آپ کے ساتھ سجدہ ریز ہوگئے۔ خبر پھیل گئی کہ مشرکین آپ کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔ یہ خبر ان لوگوں نے بھی سن لی جو ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تھے۔

لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید کی توکفار پھر شر انگیز حرکات پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے ہی تو یوں پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بہت خوف زدہ ہوگئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى ٱلشَّيْطَٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهِۦ

”اور اے نبی! تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو) جب اس نے تمنا کی، شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہوگیا۔“ (الحج : ۵۲)

جس شخص کو اس قصہ کی حقیقت معلوم ہو پھر بھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں شک کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین اور مشرکین کے اختیار کردہ دین کو ایک ہی سمجھے تو ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہو۔ خصوصاً ان لوگوں پر جو ”تلك الغرانيق“ سے مراد ملائکہ لیتے ہیں۔

چہارم : ابوطالب کا کردار بھی لوگوں کی توجہ کا طالب ہے، حضرت ابوطالب توحید کے قائل تھے، لوگوں کو اس پر ابھارتے تھے۔ مشرکین کو نادان اور بے وقوف قرار دیتے اور مسلمانوں کو محبوب رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے مال، جان، اولاد اور اپنے گھرانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں لگادیا، یہاں تک کہ وفات پاگئے۔

حضرت ابوطالب نے اس راہ میں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیں لیکن پھر بھی اسلام کے دائرہ میں داخل نہیں ہوئے۔ اپنے سابقہ دین ہی پر قائم رہے، دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ عذر پیش کرتے رہے کہ اس طرح وہ اپنے آباؤاجداد کی توہین کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم نے ابوطالب سے قربت اور اسلام کی تائید و حمایت کی وجہ سے ان کی مغفرت کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن يَسْتَغْفِرُوا۟ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا۟ أُو۟لِى قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾

"نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔" (التوبہ : ۱۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر اہل بصرہ یا احساء میں کوئی ایسا شخص پایا جاتا ہو جو دین اور مسلمانوں سے محبت رکھتا ہو مگر اس کے باوجود دین کی جانی یا مالی مدد نہ کرے اور نہ ہی ابوطالب جیسے عذر اس کے پاس ہوں تو وہ بھی ابوطالب ہی جیسا سمجھا جائے گا۔

ابوطالب کا قصہ بیان ہوا ، اہل بصرہ اور اہل احساء کے لوگوں کو بطور مثال پیش کیا گیا۔ اس پہلو پر جو شخص بھی غور کرے گا تو اسے صحیح بات معلوم ہوجائے گی، اس کے سامنے حقیقت روشن ہوجائے گی اور ذہنی پراگندگیاں دور ہوجائیں گی۔ واللہ المستعان۔

پنجم : ہجرت کے واقعے میں بڑی نصیحتیں ہیں اس سے بہت سے ایسے گوشے اجاگر ہوتے ہیں جو عام طور پر لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ مگر ہم یہاں صرف ایک اہم گوشے کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ کے ساتھ مدینہ ہجرت نہ کی۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ دین کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا تھے یا مشرکین کے دین کو عزیز رکھتے تھے بلکہ بات یہ تھی کہ ان پر مال، گھر بار اور وطن کی محبت غالب آگئی تھی۔ یہ لوگ جب کفار کے ساتھ بدر میں نکلے تو سخت تذبذب اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار تھے۔

ان میں سے بہت سے قتل بھی ہوگئے۔ کیونکہ مسلمان ان کی شناخت نہ کرسکے اور کافروں کے ساتھ ان پر بھی تیر اندازی کرتے رہے اور اس طرح قتل ہوگئے۔ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خبر ملی کہ مقتولین میں فلاں فلاں مسلمان بھی شامل تھا تو انہیں بڑا ملال ہوا، کہنے لگے، ہم نے تو اپنے بھائیوں کو قتل کردیا۔ اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ تَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ ظَالِمِىٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا۟ فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا۟ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا۟ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ ٱللَّهِ وَٰسِعَةً فَتُهَاجِرُوا۟ فِيهَا ۚ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا ٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُو۟لَٰٓئِكَ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾

"جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا گیا یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے، فرشتوں نے کہا، کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے، ہاں جو مرد عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے۔ بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے اللہ بڑا معاف کرنے والا اور در گزر فرمانے والا ہے۔ (النساء ۹۷ - ۹۹)

جو کوئی اس واقعے پر غور و فکر کرلے اور پھر صحابہ کے اس قول پر بھی کہ ہم نے تو اپنے بھائیوں کو قتل کردیا ہے تو وہ جان لیں گے کہ اگر انہیں ان کے دین کے بارے میں شک ہوتا یا مشرکین کے دین کی طرف میلان کا علم ہوتا تو ہرگز یہ الفاظ نہ کہتے کہ ہم نے تو اپنے بھائیوں کو بھی مار ڈالا جب وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں تھے، اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا تھا کہ یہ (یعنی ہجرت کا حکم آجانے کے بعد ہجرت نہ کرنا) ایمان لانے کے بعد کفر کرنے کے برابر ہے فرمایا:

مَن كَفَرَ بِٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِهِۦٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُۥ مُطْمَئِنٌّۢ بِٱلْإِيمَٰنِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِٱلْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٦﴾

"جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے۔ (النحل : ۱۰۶)

اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان جو اس سے پہلے گزر چکا ہے اس سے زیادہ واضح ہے یعنی ملائکہ سے پوچھیں گے کہ تم لوگ کس حال میں تھے۔ یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم اپنی تائید میں کیا کہتے ہو۔ اس پر وہ لوگ یہ کہیں گے، کہ ہم زمین میں کمزور و ناتواں تھے۔ فرشتے اس پر یہ نہیں کہیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس مجاہد سے کہیں گے جس نے کہا اے اللہ میں تیری راہ میں لڑا اور قتل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی یہی کہیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں اس طرح عالم اور صدقہ کرنے والے سے کہیں کہ تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ لوگ کہیں یہ تو بڑا عالم ہے اور تو نے خیرات و صدقہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے بڑا سخی داتا تصور کریں، لیکن ان سے (یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزوری اور ناتوانی کا عذر پیش کرنے والے ہے) یہ نہیں کہیں گے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ یہ کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرجاتے۔ اس کے بعد آنے والی آیت ہر کسی پڑھے لکھے، کم پڑھے لکھے یا ان پڑھ کے لئے مزید وضاحت کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِلَّا ٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا

”ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے“۔

معلوم ہوا کہ معذور و بے کس، کمزور و ناتواں مرد، بوڑھوں، بچوں، عورتوں پر اس وعید کا اطلاق نہیں ہوتا اور ان کا عذر اللہ کے ہاں قبول کیا جائے گا۔ ایک طرف تو ایسے شخص کا قول ہے جو علم حاصل کرتا ہے، جانتا ہے اور سمجھتا بھی ہے، دوسری طرف وہ شخص ہے جو علم حاصل نہیں کرتا۔ علم حاصل کرنے والا اگر راہ راست سے ہٹ جائے تو اسے گونگا، بہرا اور اندھا کہا جائے گا جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾

”یہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں کہ کسی طرح سیدھے راستے کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتے“۔

(البقرہ : ۱۸)

تو جو کوئی اس بات اور اس سے پہلے والی بات کو سمجھے گا وہ حسن بصریؒ کا کلام بھی سمجھ جائے گا۔ آپ نے کہا ہے کہ ”ایمان صرف کھوکھلے دعووں اور جھوٹی خواہشوں کا نام نہیں، ایمان تو دل میں راسخ ہوتا ہے اور اعمال اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے کس قدر حسین پیرایہ میں اس نکتہ کی نشاندھی فرمائی ہے: ارشاد ہوا:

إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ

پاکیزہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ اس تک چڑھ جاتا ہے اور نیک کام اس کو چڑھاتا ہے۔ (فاطر : ۱۰)

ششم : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جو فتنہ برپا ہوا اور اس فتنہ کے جو لوگ شکار ہوئے، ان کو مرتد قرار دیا گیا اور ان کو کافر گردانا گیا۔ ایسے تمام لوگ یہاں تک کہ وہ شیاطین جو علماء کی بھیس میں دکھائی دیتے ہیں ان لوگوں کو بھی کافر قرار دیا گیا۔ جبکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے وہ کچھ بھی کہے اور کرے، مسلمان ہی رہتا ہے۔ یہ نظریہ انتہائی غلط ہے۔ دیہاتی بدو اسلام کا شعور نہیں رکھتے لیکن زبان سے ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار تو کرتے ہیں اس لئے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہیں اور اسلام نے ان کی جان و مال کو حرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ حضرات اس بات کے معترف تھے کہ ان بدوؤں نے مکمل طور پر اسلام کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ ان حضرات کو یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ بدو آخرت کے بھی منکر ہیں اور آخرت کا عقیدہ رکھنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ ان کے آباء و اجداد کا دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین کے بالکل برعکس ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود یہ شیطان بہت ہٹ دھرم اور جاہل علماء ان بدوؤں کو مسلمان کہتے ہیں۔ اگر ان کا یہ نظریہ کہ بس لا الہ الا اللہ کہہ دینا مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے، تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہودیوں کو بھی مسلمان کہا جاسکتا ہے کیونکہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار تو یہودی بھی کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان بدوؤں کا کفر یہود سے بھی زیادہ شدید بلکہ کئی گنا زیادہ تھا کیونکہ بدوؤں کے اندر اعتقادی خرابیاں یہودیوں سے بھی زیادہ تھیں اور ہم ان بدوؤں کی خرابیوں کا تذکرہ پہلے کرچکے ہیں مثلاً آخرت کا انکار کرنا، آباء و اجداد کے دین کو ترجیح دینا، آخرت کا عقیدہ رکھنے والوں کا مذاق اڑانا وغیرہ۔

فتنہ ارتداد کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ارتداد کی مختلف شکلیں تھیں۔ مرتدین کے مختلف گروہ تھے، کچھ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر بت پرستی اختیار کرلی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اگر واقعی آپ نبی تھے تو ان کو موت کیوں آئی؟۔ کچھ مرتدین ایسے بھی تھے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تو قائل تھے لیکن ساتھ ہی مسیلمہ کو نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور ساتھی کہتے تھے۔ کیونکہ مسیلمہ نے اس سلسلہ میں جھوٹے گواہ پیش کئے تھے اور لوگوں نے ان پر یقین کرلیا تھا۔ لیکن علماء کا اجماع ہے کہ یہ تمام لوگ کافر ہیں چاہے ان میں سے کچھ لوگ محض نادانی یا ناواقفیت کی وجہ سے اس فتنہ کا شکار ہوکر مرتد ہوگئے ہوں۔ حتیٰ کہ علماء نے ان کے کفر میں جزبز رہنے والے یا شک کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور بت پرستی دوبارہ اختیار کرلی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہوئے اور وہ شخص جس نے مسیلمہ کذاب کی نبوت کا اقرار کیا ان سب کا معاملہ ایک جیسا ہے اور وہ سب کافر ہیں۔ اس زمرہ میں یہ تمام فرقے داخل ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل بھی تھے اور طلحہ کو بھی نبی مانتے تھے اور وہ لوگ بھی جنھوں نے اسود عنسی کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ اور اس طرح کے دیگر فرقے سب ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی جیسے ہیں۔ اس زمرہ میں "الفجاء السلمی" بھی شامل ہے۔ اس کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں مرتدین سے جنگ کا ارادہ رکھتا ہوں، اور آپ سے مدد کا طالب ہوں، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ہتھیار اور کجاوے عنایت فرمائے لیکن حیرت ناک بات یہ ہوئی کہ سلمی نے مسلم اور کافر کی تمیز کئے بغیر سب سے مال و متاع چھیننا شروع کردیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے جنگ کے لئے لشکر تیار کیا، جب اس کو لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو لشکر کے سپہ سالار سے کہا کہ تم بھی ابوبکر کے لشکر کے سپہ سالار ہو اور میں بھی ابوبکر کے لشکر کا سپہ سالار ہوں۔ میں نے کفر کا ارتکاب بھی نہیں کیا، بلکہ میں تو مسلمان ہوں۔ لشکر کے سپہ سالار نے اس کی بات سن کر کہا: اگر تو سچا ہے تو پھر ہتھیار ڈال دے۔ اس نے ہتھیار ڈال دیے، جب اس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو زندہ جلادینے کا حکم دیا۔

سوچئے یہ وہ شخص تھا جو اسلام کے پانچوں ارکان کا اقرار کرتا تھا لیکن اس کا یہ اقرار کسی کام نہ آیا اور اس کے اس اقرار کو ناقابل اعتبار سمجھا گیا، جب صحابہ کرام نے اس شخص کے لئے ایسا فیصلہ صادر فرمایا، تو آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے، لیکن اس کے معنی کی کھلم کھلا تکذیب کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ تو شہریوں کا دین ہے ہمارا دین تو وہی ہے جس پر ہمارے آباء و اجداد کاربند تھے، پھر یہ جاہل علماء سو فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر یہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں تو چاہے جو کچھ کہتے اور کرتے رہیں دائرہ اسلام ہی میں داخل ہیں۔ "اے اللہ تو پاک ہے۔ یہ بات تو ایک بہت بڑا بہتان ہے"

ایک مرتبہ ایک بدوی ہمارے پاس آیا، اسلام کی باتیں سنیں تو کہنے لگا، واللہ میں اقرار کرتا ہوں کہ ہم تو کافر ہوچکے ہیں۔ میں اور تمام ہی بدو۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو "مطوع" یعنی محتسب دین" ان تمام عقائد و اعمال کے باوجود بھی ہمیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خود بھی کافر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولین و آخرین کے واقعات

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ جان لیجیے کہ آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ دین کا شعور و آگہی اور علم و معرفت حاصل کریں۔ دین کی معرفت اور اس پر عمل جنت کے ضامن ہیں جبکہ دین سے ناواقفیت اور لاپرواہی یا اس کی ناقدری اور اس کا ضیاع، جہنم میں دخول کا سبب ہے، سوجھ بوجھ سے کام لینے والوں کے لئے اولین و آخرین کے واقعات میں بہت سے سبق آموز پہلو ہیں۔ ان لوگوں کے لئے بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور ان کے لئے بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں طرح کے لوگوں کے ساتھ ان کے کردار اور عمل کے مطابق معاملہ کیا ہے۔ واقعات ہر انسان کو سوچنے اور سمجھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان واقعات سے سبق حاصل نہ کرنے والا بڑا نادان ہے۔ وہ اپنے عمل کا ذمہ دار خود ہے، کوئی عذر اور کوئی حیلہ، بہانہ ہرگز اس کے کام نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ﴿٣٦﴾

"ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے بہت زیادہ طاقت ور تھیں اور دنیا کے ملکوں کو انہوں نے چھان مارا تھا پھر کیا وہ کوئی جائے پناہ پاسکے؟" (ق : ۳۶)

سلف میں سے کسی کا قول ہے "واقعات اللہ کا لشکر ہوتے ہیں" بغض و کینہ رکھنے والے، ان کی تردید پر قادر نہیں ہوسکتے۔

سب سے پہلا قابل ذکر واقعہ حضرت آدم و ابلیس کا ہے۔ ابلیس نے حضرت آدم و حوا کو ورغلا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرائی جس کے نتیجہ میں ان کو زمین پر اترنا پڑا۔ غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس واقعہ سے بہت سے نکات واضح ہوتے ہیں اور بہت سے گوشے اجاگر ہوتے ہیں۔

قصہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٩﴾

"ہم نے کہا کہ: تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔ جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔ (البقرہ : ۳۸ - ۳۹)

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ ۚ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ ﴿١٢٧﴾

"اب اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بد بختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا " پروردگار دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا یہاں مجھے کیوں اندھا اٹھایا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس طرح تو ہماری آیات کو جبکہ وہ تیرے پاس آتی تھیں تو نے بھلادیا تھا، اسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے۔ اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیت نہ ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں اور آخر کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے"۔ (طٰہٰ ۱۲۳ - ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام مبعوث فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ انبیاء کرام اس دنیا میں تشریف لائے تاکہ لوگوں کو نیک اعمال کے اچھے نتائج کی بشارت دیں اور برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرائیں اس طرح وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی حجت پیش نہ کرسکیں گے اور یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری رسول ہمارے نبی اکرم سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ کے بندو" !اللہ کی معرفت" کی رسی کو تھام لو۔ اس رسی کا ایک سرا اللہ کے پاس ہے اور دوسرا سرا اللہ کے بندوں کے پاس ہے جو اس رسی کو مضبوطی سے تھام لے گا وہ محفوظ رہے گا اور جو اسے چھوڑے گا ہلاک ہوجائے گا۔ اللہ کے بندو! اس واقعہ کو سمجھنے کی کوشش کرو جس کا تعلق تمہارے باپ آدم اور تمہارے دشمن ابلیس سے ہے۔ آپ کو ان واقعات سے بھی واقفیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جن کا تعلق حضرت نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی قوموں سے ہے۔ مزید برآں آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی قوم کے درمیان بپا ہونے والی کشمکش کی داستان سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔ علماء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے حالات بیان کئے ہیں۔ ان کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مکہ اور مدینہ میں آپؐ کو کن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ علماء نے صحابہ کے برتاؤ، کردار اور دوسرے کارناموں پر جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا بھی مطالعہ کریں۔ اس طرح آپ کو اسلام اور کفر کی صحیح معرفت حاصل ہوجائے گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج اسلام اجنبی بن چکا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو اسلام اور کفر کا فرق سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ ایسا المیہ ہے جس کے بعد فلاح کی امید نہیں کی جاسکتی۔

قصہ آدم علیہ السلام اور شیطان کی نسل کا اس طرح ہے:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اولاد آدم کو صلب آدم سے چیونٹیوں کی مانند نکالا اور ان سے وعدے لئے کہ دیکھو میرے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ

”اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا، ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں (الاعراف : ۱۷۲)

آدم علیہ السلام نے اپنی اس اولاد میں کچھ ایسے انبیاء بھی دیکھے جو چراغوں کی مانند تھے اور ایک ایسا شخص بھی دیکھا جو سب سے زیادہ پر نور تھا۔ انہوں نے اس کی بابت دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا ان کی عمر کتنی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ساٹھ سال، آدم علیہ السلام جن کی زندگی ہزار سال تھی، کہا! میں ان کو اپنی عمر میں سے چالیس سال عطا کرتا ہوں۔ حضرت آدم نے جب اپنی نسل میں نابینائی، برص اور دوسری طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو دیکھا تو کہا:

”اے اللہ تونے ان کو یکساں اور ایک جیسا کیوں نہیں بنایا“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”آدم! میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے“۔ جب حضرت آدم چالیس کم ایک ہزار سال کے ہوئے تو ملک الموت آپہنچا۔ انہوں نے کہا: ابھی تو میرے چالیس سال اور باقی ہیں۔ فرشتے نے کہا۔ آپ نے تو اپنی عمر کے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیے ہیں، پس حضرت آدم علیہ السلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھول گئے اور اس طرح ان کی اولاد کو بھول لاحق ہوگئی۔ جب انہوں نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا۔

جب آدم علیہ السلام دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کی اولاد ہزار سال تک اپنے آبائی دین پر قائم رہی۔ یعنی دین اسلام پر جمی رہی پھر کفر کا ارتکاب کرنے لگی اور صالحین کی عقیدت میں غلو کرنے لگی۔ ان کی گمراہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾

اور (آپس میں ایک دوسرے سے) کہنے لگے اپنے دیوتاؤں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود اور نہ سواع اور نہ یعوث اور یعوق اور نسر کو۔ (نوح : ۲۳)

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ سب نیک لوگ تھے اور برائیوں سے روکنے اور بھلائیوں کو فروغ دینے کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ یہ پانچوں افراد یکے بعد دیگرے ایک ہی ماہ میں وفات پاگئے، ان کے پیروکاروں کو اندیشہ ہوا کہ آہستہ آہستہ لوگ ان بزرگوں کے مقاصد کو بھول جائیں گے اور ان کی بتائی ہوئی تعلیمات کو فراموش کردیں گے۔

اس اندیشہ کے پیش نظر ان کے متبعین نے ان کی تصویریں بنائیں۔ ان کا خیال تھا کہ جب لوگ ان کو دیکھیں گے تو انہیں ان کے اقوال و افعال یاد آجائیں گے۔ انہوں نے ان کی تصویریں بنائیں لیکن ان کی پوجا نہیں کی۔ یہ صورت حال ایک صدی تک قائم رہی جب دوسری صدی کا آغاز ہوا تو لوگوں کی عقیدت ان بزرگوں سے اور بڑھ گئی تاہم ان کا پوجا پرستش کا سلسلہ پھر بھی شروع نہیں ہوا۔

زمانہ گزرتا گیا نسلیں آتی جاتی رہیں۔ علماء رخصت ہوتے رہے یہاں تک کہ زمین اہل علم سے خالی ہوگئی۔ اس وقت شیطان نے جہلاء کے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ لوگ بڑے برگزیدہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان بزرگوں کی تصاویر محض ان کی شفاعت کے خیال سے بنانی شروع کیں اور ان کے مجسموں اور تصویروں کو پوجنا شروع کردی۔

جب لوگوں نے صالحین کی تصویروں کی پرستش شروع کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ ان کو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے دین کی طرف واپس لائیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ پھر نوح علیہ السلام اور ان کے اہل سفینہ زمین پر آباد ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو برکت عطا کی جس کی وجہ سے ان کی نسل بکثرت زمین پر پھیل گئی۔ ایک طویل عرصہ تک، جس کا تعین دشوار ہے لوگ اسلام ہی پر کاربند رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر آہستہ آہستہ شرک میں مبتلا ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کیا جس کی وجہ سے لوگ پھر اسلام پر کاربند ہوگئے۔

اس کے بعد دوبارہ شرک کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے رسول نہ بھیجا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے یہ فرستادہ لوگوں کو شرک سے روکتے اور توحید کی طرف بلاتے رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

"اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں یہ حکم دے کر کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچے رہو"۔ (النحل : ۳۶)

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ

"پھر ہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے جس قوم کے پاس بھی اس کا رسول آیا، اس نے اسے جھٹلایا"۔ (المومنون : ۴۴)

سورہ شعراء میں مذکور ہر قصہ کا اختتام اللہ کے اس قول کے ساتھ ہوتا ہے۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

"اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے"۔

قرآن میں مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ مختلف قوموں کے اصول مذکور ہیں اور ان اصول و واقعات کے ذکر کا سبب خود قرآن میں یوں آیا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾

"اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں ان کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت"۔ (یوسف : ۱۱۱)

جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں آپ کی قوم کے بعض افعال کو ناپسند فرمایا تو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَٰهِيمَ وَأَصْحَٰبِ مَدْيَنَ

"کیا ان لوگوں کے پاس اپنے پیش روؤں کی تاریخ نہیں پہنچی؟ نوح کی قوم، عاد، ثمود، ابراہیم کی قوم، مدین کے لوگ اور وہ بستیاں[1] جنہیں الٹ دیا گیا۔ (التوبہ : ۷۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو مختلف واقعات سنایا کرتے اور ان کے سامنے مختلف قوموں کے احوال کا تذکرہ کرتے، تاکہ لوگ ان سے سبق لیں اور عبرت حاصل کریں۔ اسی طرح علماء دین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر سیرحاصل بحث کی تاکہ لوگ خیر و شر کا فرق سمجھ سکیں۔

بہت سے پیغمبر اور قومیں ایسی بھی ہیں جن کا ہمیں کوئی علم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ قوم عاد کے بارے میں بتایا گیا کہ اس جیسی قوم زمین میں پیدا نہیں کی گئی، اللہ تعالیٰ نے ان میں ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا اس قوم کی کارستانیوں کا تذکرہ قرآن میں یوں آتا ہے کہ ایک عرصہ تک قوم ہود توحید کے عقیدہ پر گامزن رہی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ کتنی مدت تک وہ اس عقیدہ پر گامزن رہے، مگر ایک وقت آیا کہ ان میں یہ عقیدہ ختم ہوگیا۔ اس طرح صالح علیہ السلام کی قوم بھی اس عقیدہ سے منسلک رہی لیکن رفتہ رفتہ ان کے ہاں سے بھی یہ عقیدہ ختم ہوگیا۔ یہ تو نہیں بتایا جاسکتا کہ کتنے عرصہ تک یہ قوم اس عقیدہ پر گامزن رہی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبی مبعوث فرمایا اس وقت روئے زمین پر ایک بھی مسلمان نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے بڑی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سب نے پہلے ان کی اہلیہ سارہ ان پر ایمان لائیں، پھر لوط علیہ السلام ایمان لائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی و کامرانی سے ہم کنار کیا۔ آپ کو بلند مرتبہ پر سرفراز فرمایا اور لوگوں کا پیشوا اور امام بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ظہور کے بعد توحید ان کی اولاد میں باقی رہی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

"اور ابراہیم یہی کلمہ اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گیا تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں"۔ (الزخرف : ۲۸)

یہاں پر ہم ان کے کچھ اور حالات و واقعات بھی بیان کریں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان حالات و واقعات سے آگاہی حاصل کرے۔

---

[1] یعنی قوم لوط کی بستیاں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم نے (ساری عمر) جھوٹ نہیں بولا، مگر تین مواقع پر۔ ایک بار آپ نے کہا کہ میں بیمار ہوں، دوسرے موقعہ پر کہا کہ اس سب سے بڑے بت نے ان بتوں کو توڑا ہے اور تیسرے کا تعلق حضرت سارہ سے ہے۔ قصہ یوں ہے کہ وہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں پہنچے۔ حضرت سارہ ان کے ساتھ تھیں۔ وہ انتہائی حسین وجمیل تھیں، حضرت ابراہیم نے ان سے کہا: اگر اس ظالم کو یہ معلوم ہوگیا کہ تم میری بیوی ہو تو وہ تم کو مجھ سے چھین لے گا۔ اگر وہ تم سے پوچھے تو تم اس سے کہہ دینا کہ تم میری بہن ہو۔ ویسے بھی تم میری اسلامی بہن تو ہو ہی۔ تم جانتی ہو کہ اس روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور مسلمان نہیں۔ جب وہ اس بادشاہ کے ملک میں پہنچے تو بادشاہ کے حاشیہ برداروں نے سارہ کو دیکھ لیا وہ بادشاہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے علاقے میں ایک ایسی عورت آئی ہے جو تمہاری شایان شان ہے۔ وہ تمہاری ہی ہونی چاہیے۔

اس ظالم بادشاہ نے سارہ کو جبراً بلوا بھیجا اور ابراہیم علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہوگئے جب حضرت سارہ بادشاہ کے پاس پہنچیں اور اس نے ہاتھ بڑھایا تو بڑھاتے ہی اسے سزا ملی۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اس کا ہاتھ سوکھ گیا کہنے لگا: اے خاتون میرے لیے دعا کر! میں تجھ کو نہیں ستاؤں گا۔ سارہ نے دعا کی تو وہ اچھا ہوگیا۔ اس مردود نے سزا فراموش کرکے پھر ہاتھ ڈالنا چاہا تو پہلے سے بھی زیادہ سخت آفت میں مبتلا ہوا۔ اس پر وہ کہنے لگا: اے خاتون! میرے لیے دعا کر! میں تجھ کو نہیں ستاؤں گا۔ انہوں نے دعا کی تو اچھا ہوگیا۔ ظالم بادشاہ نے سارہ کو لے کر آنے والے شخص کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں شیطان کو لے کر آیا ہے، اسے میرے علاقے سے نکال دے۔ رخصت کرتے وقت باشاہ نے اپنی بیٹی حضرت سارہ کے ساتھ کردی۔ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے نماز ختم کی تو پوچھا! کیا کیفیت گزری؟ سارہ نے کہا: اللہ نے اس کافر بدکار کی تدبیر نہ چلنے دی، اس کا فریب اس پر الٹ دیا اور ہاجرہ نام کی ایک خادمہ بھیجی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کرکے لوگوں سے کہا: آسمان کے پانی والو یہی ہاجرہ تمہاری ماں تھیں[1]

---

[1] فقال ابوھریرہ: تلك أمكم یا بنی ماء السماء۔ (البخاری ۔ کتاب بدء الخلق مجلد ۳)
غالباً ان الفاظ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ اہل عرب کی زندگی کا انحصار آسمان سے نازل ہونے والی بارش پر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سارہ کی بابت دریافت کیا گیا کہ یہ کون ہیں تو انہوں نے کہا یہ میری بہن ہیں۔

ابراہیم سارہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: اے سارہ اس وقت اس روئے زمین پر میرے اور تمہارے علاوہ کوئی اور مومن نہیں ہے اس لیے میں نے لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ تم میری بہن ہو، تو تم بھی (خود کو بہن ہی قرار دینا) ایسا نہ ہو کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے۔

بادشاہ نے سارہ کو بلوایا، سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑی ہوگئیں اور اللہ کے حضور گڑگڑانے لگیں کہ: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں صرف اپنے شوہر ہی کے لیے ہوں تو مجھے اس ظالم کی دست درازی سے محفوظ رکھ۔ چنانچہ وہ بادشاہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔

سارہ کہنے لگیں: یا اللہ! اگر یہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ میں نے اسے قتل کردیا، چنانچہ بادشاہ پھر ہوش میں آگیا اور پھر سارہ کی طرف بڑھا۔ سارہ نے پھر وضو کیا اور نماز پڑھی اور پھر عرض کیا، یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور میں صرف اپنے شوہر کے لیے ہی ہوں تو مجھے اس ظالم کی دست درازی سے محفوظ رکھ۔ چنانچہ بادشاہ پھر بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ حضرت سارہ نے کہا: یا اللہ اگر یہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے چنانچہ وہ بادشاہ دوبارہ ہوش میں آگیا۔ تیسری بار بھی یہی صورتحال پیش آئی تو بادشاہ لوگوں سے کہنے لگا کہ تم نے تو میرے پاس شیطان کو بھیج دیا ہے۔ جاؤ اسے ابراہیم ہی کے حوالے کردو اور اسے ہاجرہ دیدی۔ حضرت سارہ واپس ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئیں اور ابراہیمؑ سے مخاطب ہوکر کہنے لگیں، دیکھو کس طرح سے اللہ نے کافر کا منصوبہ خاک میں ملادیا اور ہمیں ایک خادمہ بھی عنایت فرمائی۔

حضرت سارہ نے اپنی وہ لونڈی جو اس ظالم بادشاہ نے دی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کردی۔ آپ نے اسی سے خلوت کی، پھر ان کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کو ان سے دور لے جانے کا حکم دیا، حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو لے کر نکل پڑے اور مکہ لے آئے اور یہاں انہیں ٹھہرادیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق کو پیدا کیا، قرآن میں اس بشارت کا ذکر ہے، جو فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کو دی تھی۔ حضرت اسحاق کے بعد حضرت یعقوب کی بشارت دی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال کے درمیان جو معاملہ پیش آیا اس کے بعد آپ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکل پڑے۔ یہاں تک کہ مکہ آپہنچے۔ حضرت ابراہیم نے ان دونوں کو ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھادیا جو اس مقام پر تھا جہاں اب آب زمزم ہے، مکہ اس وقت بے آب و گیاہ پہاڑی علاقہ تھا یہاں نہ پانی تھا نہ ہی کسی انسان کا نام و نشان۔

حضرت ابراہیم نے ان دونوں کو ایک کھجوروں کا تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ دیا اور خود ملک شام حضرت سارہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو جب حضرت ابراہیم کوچ کرنے لگے تو حضرت ہاجرہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلیں، اور کہنے لگیں کہ آپ ہمیں یہاں کہاں بے آب و گیا وادی میں چھوڑ کر جارہے ہیں یہاں تو کسی انسان کا نام و نشان تک نہیں۔ حضرت ہاجرہ بار بار پکارتی جاتی تھیں اور اپنی پریشانی کا تذکرہ کرتی جاتی تھیں مگر حضرت ابراہیم پیچھے مڑ کر دیکھتے تک نہ تھے۔ آخر حضرت ہاجرہ کہنے لگیں کہ کیا اللہ کا یہی حکم ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں، تب حضرت ہاجرہ نے کہا۔ پھر تو ہمارا پروردگار ہی ہماری حفاظت فرمائے گا وہ ہمیں یوں ضائع نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر حضرت ہاجرہ واپس ہوئیں، اور حضرت ابراہیم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ اس پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ دکھائی نہیں دیتی تھیں (یہ وہ پہاڑی ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادھر کا رخ کیا جہاں اب کعبہ ہے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: میرے پروردگار میں نے ایک بے آب و گیا وادی میں اپنے خاندان کے ایک حصہ کو تیرے بیت الحرام کے پاس لابسایا ہے۔ پروردگار میں نے یہ اس لیے کیا کہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔ لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے۔ امید ہے کہ یہ تیرے شکر گزار بنیں گے۔

حضرت ہاجرہ اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں اور مشک میں سے پانی پیتی رہیں جب پانی ختم ہوگیا تو بچہ کی حالت دیکھنے کے قابل نہ رہی۔ ان سے رہا نہ گیا۔ وہ وہاں سے ہٹ کر "صفا" پر چڑھیں کہ شاید کوئی آدمی نظر آجائے اور اس سے پانی مانگیں، لیکن وہاں اگر کوئی ہوتا تو نظر آتا۔ وہاں سے اتریں اور اپنا کرتہ سمیٹ کرنالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی آفت کا مارا دوڑتا ہے، نالے کے پار جاکر مروہ پہاڑ پر چڑھیں، وہاں بھی دیکھا، کہیں بھی کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا، سات چکر انہوں نے اسی طرح لگائے، پھر سوچا بچہ کو تو دیکھوں، اس کا کیا حال ہے، بچے کے پاس آئیں تو دیکھا بچہ بلبلا رہا ہے، اس کی حالت غیر ہوگئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں۔ پھر سوچا کہ جاکر دیکھیں شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آجائے۔ صفا پر چڑھیں تو کوئی دکھائی نہیں دیا، اچانک انہوں نے ایک آواز سنی، اس وقت پکار اٹھیں (اللہ کے بندے) میں نے تیری آواز سنی ہے تو کچھ ہماری مدد کرسکتا ہے؟ پھر دیکھا تو جہاں آب زمزم ہے وہاں ایک فرشتہ (حضرت جبریل) موجود ہے۔ انہوں نے اپنی ایڑی یا پنکھ مار کر زمین کھود ڈالی، پانی نکل آیا، اور بہنے لگا۔ حضرت ہاجرہ اس کو گھیرنے کی کوشش کرنے لگیں، اس کے گرد منڈیر بنانے لگیں اور پانی سے چلو لے کر مشک میں بھرنے لگیں۔ وہ جوں جوں پانی لیتی جاتی تھیں چشمہ اور جوش مارتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑدیتیں یا یوں فرمایا: اگر وہ چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو زمزم ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا: تم جان کا ڈر نہ کرو، یہاں اللہ کا گھر ہوگا یہ بچہ اور اس کا باپ دونوں (مل کر) اس گھر کو بنائیں گے، اور اللہ اپنے گھر والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اس زمانہ میں یہ کعبہ عام زمین سے اونچائی پر تھا جیسا کہ کوئی ٹیلہ ہو، اس کے دائیں اور بائیں جانب سے برسات کا پانی نکل جاتا تھا۔

حضرت ہاجرہ کو یہاں رہتے ہوئے ایک طویل زمانہ گزرگیا، ایک مرتبہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ جو کداء کے راستے، مکہ کے نشیب میں اترے، انہوں نے ایک پرندہ کو یہاں چکر لگاتے ہوئے دیکھا وہ کہنے لگے، غالباً یہ پرندہ پانی کے گرد چکر لگا رہا ہے مگر اس جگہ سے تو ہم اچھی طرح واقف ہیں یہاں کبھی پانی نہیں دیکھا۔ انہوں نے ایک یا دو آدمی کو خبر لینے کے لیے بھیجا۔ یہ دونوں آدمی جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پانی موجود ہے۔ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور ان کو پانی کی خبر دی، اور وہ لوگ بھی وہاں آگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسماعیل کی والدہ وہاں بیٹھی ہوئی تھیں، ان لوگوں نے کہا: کیا تم ہم کو یہاں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دیتی ہو۔ ہاجرہ بولیں: کیوں نہیں۔ مگر پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا، ہمیں تمہاری شرط منظور ہے"

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جرہم کے لوگوں نے (وہاں رہنے کی) ایسے وقت میں اجازت مانگی جب خود اسماعیل علیہ السلام کی والدہ یہ چاہتی تھی کہ وہاں کچھ لوگ آباد ہوں۔ خیر جرہم کے لوگ وہاں اترے اور اپنے بال بچوں کو بھی وہیں لاکر بسایا۔ سب وہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ مکہ آباد ہوگیا، مکانات بن گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام جوان ہو چکے تھے۔ انہوں نے جرہم کے لوگوں سے عربی زبان سیکھی اور ان لوگوں میں بہت مقبول ہوگئے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی کو ان سے بیاہ دیا۔

کچھ دن بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ جب ایک مدت کے بعد حضرت ابراہیم اپنی اہلیہ اور بچہ کو دیکھنے تشریف لائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت اپنے گھر میں نہیں تھے۔ انہوں نے ان کی بیوی یعنی اپنی بہو سے پوچھا: اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں؟ اس نے کہا: روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہاری گزر بسر کیسے ہورہی ہے؟ رہنے سہنے اور کھانے پینے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: بڑی تنگی سے گزر ہورہی ہے اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوب دکھڑا سنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جب تمہارے میاں یہاں آئیں تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ ابراہیم یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو اپنے باپ کی خوشبو پائی، بیوی سے پوچھا کیا آج کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں، ایسی ایسی شکل و صورت کا ایک بوڑھا آیا تھا، وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا وہ روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا تمہاری گزر بسر کس طرح ہوتی ہے؟ میں نے کہا، بڑی تکلیف اور تنگی سے۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا اس نے کچھ اور بھی کہا تھا؟ بیوی نے کہا: ہاں تم کو سلام کہا اور یہ کہا کہ اپنے دروازے کے چوکھٹ بدل ڈالو۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا، وہ میرے والد تھے، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو چھوڑ دوں۔ اب تو اپنے گھر والوں میں چلی جا۔

اسماعیل علیہ السلام نے اس کو طلاق دے دی اور جرہم کی ایک دوسری عورت سے شادی کرلی، پھر اللہ کو جتنے دن منظور تھا، ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد پھر آئے اس وقت بھی اسماعیل علیہ السلام گھر میں نہ ملے، ان کی دوسری بیوی سے پوچھا: اسماعیل کہاں ہے خاتون نے کہا تلاش معاش میں گئے ہوئے ہیں، پھر اس نے کہا کہ آپ ہمارے پاس قیام کیجیے، ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ کیا کھاتے ہو؟ اس نے کہا: گوشت، پوچھا پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا پانی، تب انہوں نے دعا کی: یا اللہ ان کے گوشت اور پانی میں برکت دے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان دنوں مکہ میں غلہ اور اناج پیدا نہیں ہوتا تھا ورنہ ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے خورد و نوش اور گزر بسر کے بارے میں پوچھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اہلیہ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے ہم ہر طرح سے آرام سے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جب تمہارے میاں آئیں تو میری طرف سے ان کو سلام کہنا اور یہ کہنا یہ "چوکھٹ بہت عمدہ ہے اس کو حفاظت سے رکھنا۔" جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو اپنی بیوی سے پوچھا کیا کوئی آیا تھا، انہوں نے کہا، ہاں ایک بزرگ آئے تھے، بڑے خوبصورت تھے، بہت تعریف کی اور کہا: وہ تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میں نے کہہ دیا: وہ باہر گئے ہوئے ہیں، انہوں نے مجھ سے پوچھا: تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے۔میں نے کہا: "بہت اچھی طرح سے" حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا: اور بھی کچھ کہا؟ بیوی نے کہا، ہاں تم کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ "تمہارے دروازے کی چوکھٹ عمدہ ہے اس کو حفاظت سے رکھنا" تب اسماعیل نے کہا، وہ میرے والد تھے اور انہوں نے دروازہ کی جس چوکھٹ کا ذکر کیا ہے وہ تم ہو۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم کو اپنے پاس رہنے دوں، پھر جب تک اللہ کو منظور تھا ابراہیم اپنے ملک میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد جب آئے تو اسماعیل اس وقت وہاں تھے۔ زمزم کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے، جب انہوں نے اپنے والد کو دیکھا تو اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اسماعیل علیہ السلام اللہ نے مجھ کو ایک حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا جو حکم دیا بجالایئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اللہ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا، کہ اس کے گرد۔ اس وقت باپ بیٹے دونوں نے مل کر اس گھر کی بنیادیں اٹھائیں اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے جاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہوگئیں تو اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر (جو اب مقام ابراہیم کہلاتا ہے) لے کر آئے اور اس کو وہاں رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوکر دیوار اٹھاتے اور اسماعیل پتھر دیئے جاتے اور دونوں یہ دعا پڑھتے تھے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾

ہمارے مالک ہماری طرف سے یہ کوشش قبول کر، بے شک تو سنتا جانتا ہے۔ (البقرہ : ۱۲۷)

پھر مکہ اور بیت اللہ کی ولدیت حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے بعد ان کی نسل میں رہی، آپ کی نسل حجاز میں پھیل گئی اور خوب پھلی پھولی اور صدیوں تک دین ابراہیم واسماعیل پر کاربند رہی۔ ایک عرصہ کے بعد ان میں ایک شخص عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ جس نے شرک کی بنا ڈالی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں تحریف کی۔ اس قصہ کی تفصیل آگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کی جائے گی۔

جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام کا تعلق ہے تو وہ شام میں رہے اور وہیں ان کی اولاد آباد ہوئی۔ بنی اسرائیل اور بنی روم ان کی اولاد ہیں، بنی اسرائیل حضرت اسحاق کے صاحبزادے حضرت یعقوب کی اولاد ہیں۔ اور بنی روم ان کے دوسرے بیٹے عیص بن اسحاق کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی عزت اور بڑے شرف سے نوازا اور ان کی نسل میں انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

"اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی"۔ (العنکبوت :۲۷)

تمام ہی انبیاء اور رسل حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نبی نہیں بنایا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے مبعوث فرمایا، جب کہ آپ سے قبل تمام انبیاء ایک خاص قوم کے لیے بھیجے گئے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسری حیثیتوں سے بھی دوسرے انبیاء کرام پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

رہا عمرو بن لحی ؔ کا قصہ اور دین ابراہیمی میں اس کی دخل اندازی، تو اس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔ شروع میں یہ شخص بڑا نیک اور دیندار تھا اور حضرت ابراہیم کے دین کا بڑا شیدائی تھا، لوگ اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اس کی بات مانتے تھے، اپنے معاملات کی باگ ڈور بھی اس کے ہاتھوں میں دے دی تھی۔ مکہ اور بیت اللہ کے امور بھی اسی کے سپرد کردیئے تھے۔ اس کے متعلق لوگوں کا یہ خیال تھا کہ وہ بڑا ہی صاحب علم و فضل ہے۔

ایک دفعہ وہ شام گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ لوگ بتوں کی پرستش کررہے ہیں۔ ان کا یہ عمل اسے بہت پسند آیا۔ وہ بہت متاثر ہوا۔ اہل شام کے اس عمل سے متاثر اور مرعوب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شام کی سرزمین انبیاء کی سرزمین تھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائی تھیں۔ اس بناء پر اہل شام کو حجازیوں اور دیگر لوگوں پر برتری حاصل تھی۔ عمرو بن لحی ؔ ہبل نامی ایک بت لے کر مکہ آیا اور اسے کعبہ کے اندر نصب کیا اور لوگوں کو اس کی پرستش کی تلقین کی اور اس طرح لوگ اس کے بہکاوے میں آگئے۔

اہل حجاز کا معاملہ یہ تھا کہ وہ دینی معاملات میں مکہ والوں کی پیروی کرتے تھے کیونکہ مکہ والے بیت اللہ کے متولی تھے۔ انہوں نے اہل مکہ کے اس عمل کی پیروی شروع کردی۔ ایک نسل کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد دوسری نسل اور ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ گزرتا گیا اور لوگ شرک میں راسخ ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عمرو بن لحیؒ کی ایجاد کردہ بدعات اور شرک کو مٹانے کے لیے نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین ابراہیم کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

اگرچہ زمانہ جاہلیت میں عرب اسی ڈگر پر چلتے رہے مگر دین ابراہیم کی پیروی کرنے والے بھی کچھ لوگ موجود رہے، جنھوں نے اسے مکمل طور پر نہیں چھوڑا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جو چیزیں عمرو بن لحیؒ نے ایجاد کیں وہ بدعت حسنہ ہیں۔ ان سے دین ابراہیمی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ قبیلہ نزار کا تلبیہ یہ تھا:

"لبیک لاشریک لک الا شریکا ہولک، تملکہ و مالک"

اس نظریہ کی تردید اللہ تبارک و تعالیٰ نے یوں کی ہے۔

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾

"وہ تمھیں خود تمھاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے، کیا تمھارے ان غلاموں میں سے جو تمھاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیے ہوئے مال و دولت میں تمھارے ساتھ برابر کے شریک ہوں اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنے آپ سے ڈرتے ہو، اس طرح ہم اپنی آیات کھول کھول کر پیش کرتے ہیں ، ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔" (الروم : ۲۸)

بتوں میں سب سے زیادہ پرانا بت منات کا تھا جو ساحل سمندر (قدید) کے مقام پر نصب تھا، تمام اہل عرب اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مگر اوس و خزرج تعظیم و تکریم میں سب سے آگے آگے تھے، اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ

"یقیناً صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرلے"۔ (البقرہ : ۱۵۸)

پھر اس کے بعد طائف میں لوگوں نے "لات" کی پوجا شروع کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں "لات" نامی کوئی نیک و صالح آدمی گزرا تھا جو حاجیوں کے کھانے کے لیے ستو تیار کرتا تھا، جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ مرگیا تو لوگ اس کی قبر کو پوجنے لگے۔

پھر مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں "عزیٰ" کی پوجا شروع ہوئی، یہ تینوں بت ان کے تمام بتوں سے بڑے تھے۔ پھر شرک پھیلتا چلا گیا، اور حجاز میں جگہ جگہ بت نصب کردئے گئے۔ علاوہ ازیں اہل عرب نے ایسے گھر بھی بنا رکھے تھے جن کی تعظیم وہ کعبہ کی طرح کرتے تھے ان کی ضلالت و گمراہی کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾

"درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر پیدا کیا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے"۔ (آل عمران ۱۶۴)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ کی طرف بلایا تو ان کے کاہنوں، عالموں، مذہبی سرداروں اور عام لوگوں، سب ہی نے بڑی شدت سے مخالفت شروع کی اور آپ کی دعوت کو ٹھکرادیا۔ صورتحال یہ ہوگئی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کو دعوت دیتے تو وہ پوچھتا ارے میاں کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے یا اکیلے ہی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: کیوں نہیں میرے ساتھ آزاد بھی ہیں اور غلام بھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کی رفاقت اختیار کرلی تھی۔

اے طالب حق و صداقت! اگر تو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ:

«بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ».

"اسلام کا آغاز ایک اجنبی جیسا ہوا اور آغاز کی طرح انتہا میں بھی وہ اجنبی بن جائے گا" (مسلم)

سمجھ لیا تو تو نے سرچشمہ علم کو پالیا اور تجھے گوہر مقصود حاصل ہوگیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ پہلی امتوں کے نقش قدم پر چلوگے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی گھسوگے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کیا ہم یہود و نصاریٰ کی پیروی کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لہ «لتتبعُنَّ سَنن من كان قبلكم حذو القَذَّة بالقذة حتى لو دخلوا جحر ضب =

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے ایک کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ (1)
یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے، پس جس نے اس کو سمجھا وہ فقیہ ہے اور جس نے اس پر عمل کیا وہ مسلمان ہے۔ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنی عنایتوں اور مہربانیوں سے ہمیں اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بیت الحرام حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے مل کر تعمیر کیا تھا چنانچہ اس کی تولیت اور پاسبانی کا حق حضرت اسماعیلؑ اور ان کی اولاد کو ہی حاصل ہوا۔ کچھ زمانہ کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگ جو رشتہ میں حضرت اسماعیلؑ کے ماموں لگتے تھے اس کے متولی بن بیٹھے اس مسئلہ پر بنو اسماعیل نے ان سے قرابت داری اور ان کی عزت وتکریم کا خیال رکھتے ہوئے ان سے الجھنا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی اندیشہ تھا کہ اس طرح بلاوجہ خون خرابہ ہوگا۔ ایک دور ایسا آیا کہ جرہم نے مکہ میں فساد برپا کردیا اور لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانا شروع کردیے۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ قبیلہ جرہم باہمی جھگڑوں میں پڑ کر کمزور ہوگیا۔ چنانچہ موقع کو غنیمت جان کر بنی بکر بن کنانہ اور غبشان (جو کہ بنی خزاعہ سے تھے) مجتمع ہوکر بنو جرہم کے مقابلے پر نکل آئے۔ جنگ ہوئی اور بنوبکر و غبشان غالب آگئے۔ اور بنو جرہم کو مکہ سے نکال دیا گیا۔
زمانہ جاہلیت میں مکہ میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تھا، اور اگر کوئی ایسا کرتا بھی تو اسے شہر بدر کردیا جاتا تھا۔ اگر کوئی سردار اس کی بے حرمتی کرتا تو وہ ہلاک ہوجاتا۔ پھر غبشان، بنی بکر سے الگ ہوگئے اور تنہا بیت اللہ کے اجارہ دار بن بیٹھے، قریش اس وقت متفرق تھے اور مختلف مقامات پر منتشر تھے۔ خزاعہ بیت اللہ کی پاسبانی کرتے رہے، نسلوں پر نسلیں گزرتی گئیں اور کعبہ کی تولیت انہی کے ہاتھ میں رہی۔
سب سے آخر میں اس فیصلہ سے حلیل بن حبیشہ نامی ایک شخص خانہ کعبہ کا متولی بنا۔ قصیٰ بن کلاب نے اس کی بیٹی سے شادی کی۔ قصیٰ بن کلاب کو بڑی عزت ملی اور بڑا شرف حاصل ہوا۔ مال و دولت کی فراوانی میسر آئی اور اولاد بھی کثرت سے ہوئی۔ حلیل کے مرنے کے بعد قصیٰ نے سوچا کہ وہ خزاعہ اور بنی بکر کے مقابلہ میں کعبہ کی تولیت اور مکہ کی سیادت کا حقدار ہے، علاوہ ازیں

= لدخلتموه قالوا: يارسول الله: اليهود والنصارى. قال: فمن» البخاري ومسلم.
(1) «ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة، كلها في النار، إلا واحدة» رواه الأربعة.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش آل اسماعیل کے سردار بھی تھے، لہٰذا اس نے قریش اور بنی کنانہ سے خزاعہ کی بے دخلی کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کیا تو وہ رضامند ہوگئے۔ غوث بن مرہ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر نامی شخص حاجیوں کے عرفہ سے گزارنے پر مقرر تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا اسی کام پر مامور ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی والدہ قبیلہ جرہم سے تھی، اس کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوتا تھا، اس نے منت مانی کہ اگر اس کے پاس لڑکا پیدا ہوا تو وہ اسے کعبہ کی خدمت کے لیے وقف کردے گی۔ اللہ کا کرنا ہوا ایسا کہ اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی جس کا نام غوث رکھا گیا، بڑا ہوکر وہ اپنے ماموؤں کے ساتھ کعبہ کی خدمت میں لگ گیا۔ اسی طرح وہ لوگوں کو اجازت دینے پر مقرر ہوا۔ وہ اکثر بلند آواز میں یہ شعر پڑھتا تھا:

اللھم انی تابع تباعۃ   ان کان اثما فعلی قضاعۃ

قبیلہ "صوفۃ" کے ذمہ حاجیوں کو عرفہ سے کوچ کرانے کی ذمہ داری تھی، یہی قبیلہ لوگوں کو منیٰ سے کوچ کرنے کی اجازت دیتا تھا۔ منیٰ سے نکلنے کے دن لوگ "رمی جمار" کے لیے آیا کرتے تھے "صوفۃ" کی طرف سے ایک شخص مقرر ہوتا جو لوگوں کی طرف سے "رمی جمار" کرتا، پھر اس کے بعد دوسرے تمام لوگ رمی جمار کرتے، جو لوگ جلدی میں ہوتے، وہ اس آدمی سے کہتے تم ہماری طرف سے کنکریاں مار دو، یا پھر ہمیں مار لینے دو، وہ جواب دیتا، اللہ کی قسم جب تک سورج ڈھل نہ جائے ایسا نہیں ہوسکتا، پس جب سورج ڈھل جاتا تو وہ کنکریاں مارتا پھر لوگ بھی کنکریاں مارنا شروع کردیتے۔ "رمی جمار" سے فارغ ہوکر جب وہ منیٰ سے کوچ کا ارادہ کرتے تو قبیلہ صوفۃ کے لوگ راستہ کے دونوں طرف راستہ گھیر کر کھڑے ہوجاتے۔ جب تک اس قبیلہ کے لوگ گزر نہ جاتے اس وقت تک عام لوگوں کو گزرنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ جب وہ گزر جاتے تو پھر لوگوں کے لیے راستہ صاف ہوتا۔

جب یہ خاندان ختم ہوا تو بنو سعد بن زید مناۃ جو بنی تمیم میں سے تھے ان کے وارث ہوئے۔

مزدلفہ سے کوچ کرانے کی ذمہ داری قبیلہ "عدوان" کے سپرد تھی یہ قبیلہ کئی نسلوں تک یہ ذمہ داری انجام دیتا رہا۔ ان کا آخری وارث "کرب بن صفوان" بن جناب تھا۔ اس کے زمانے میں اسلام کا ظہور ہوا۔ عرب سمجھتے تھے کہ یہ ان کا حق ہے نہ کہ قبیلہ صوفۃ کا۔

پھر ایک دن "قصی" قریش، قضاعہ اور بنی کنانہ کے لوگوں کو لے کر مقام عقبہ پر آئے اور کہا: دیکھو! ہم ان تمام ذمہ داریوں کی انجام دہی میں تم سے زیادہ حقدار ہیں لیکن یہ لوگ نہ مانے اور بات شدید قتل و غارت تک جاپہنچی۔ اس جنگ میں "صوفہ" کو شکست ہوئی۔ قصیٰ ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب آگئے، خزاعہ اور بنی بکر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ انہوں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب سب کچھ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

قصیٰ نے ان سے جنگ کرنے کے لیے ایک بار پھر اپنی قوت کو مجتمع کیا ان کے درمیان آخری شدید جنگ ہوئی۔ بالآخر انہوں نے صلح کی درخواست کی اور یعمر بن عوف کو حاکم مقرر کیا۔ اس کا تعلق بنی بکر سے تھا، اس نے فیصلہ دیا کہ قصیٰ کعبہ اور مکہ کے امور کا بنی خزاعہ سے زیادہ حقدار ہے اور قصیٰ کی طرف سے جو خون بہہ چکا ہے، اس پر کوئی دیت نہیں، البتہ خزاعہ اور بنی بکر نے جو خون بہایا ہے اس کی دیت دینی پڑے گی اور یہ کہ وہ کعبہ و مکہ کے امور قصیٰ کے سپرد کردیں۔ اس دن سے یعمر کو "یعمر الشداخ" کے نام سے پکارا جانے لگا۔ پھر قصیٰ اس کے متولی بنے اور اپنی قوم کو مکہ میں جمع کیا اور ان کے سردار مقرر ہوئے، عرب جس حالت پر تھے قصیٰ نے اس حالت پر ان کو رہنے دیا کیونکہ ان کے نزدیک تغیر و تبدل ناجائز تھا۔ انہوں نے "نُساہ، آل صفوان، عدوان اور مرہ بن عوف" کو ان کے مناصب پر قائم رکھا، یہاں تک کہ اسلام آگیا اور ان تمام چیزوں کو مٹادیا۔

شاعر نے قصیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

قصیٌّ لعمری کان یدعیٰ مجمعاً
بہ جمع اللہ القبائل من فھر

ترجمہ: اللہ کی قسم قصیٰ ہی تو وہ شخصیت ہے جسے جمع کرنے والے کہا جاتا تھا، یہی تو وہ شخص ہے جس کے ذریعہ اللہ نے فہر سے تعلق رکھنے والے تمام قبائل کو جمع کیا۔

قصی بن لوئ قوت و اقتدار کا مالک تھا، ساری قوم اس کے تابع تھی "حجابت" "سقایت" "رفادہ" "ندوہ" اور "لواء" سب امور اس کے سپرد تھے۔ اس نے سرزمین مکہ کو اپنی قوم کے درمیان مختلف حصوں میں بانٹ دیا اور ان کی حیثیت کے مطابق ان کو زمینیں دیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس قوم کے لوگ درختوں کو اپنے گھروں سے اکھاڑنے میں خوف کھاتے تھے، یہ دیکھ کر قصیٰ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے انہیں اکھاڑ دیا، قریش نے اس کو اس کارکردگی پر "مجمع" کا نام دیا، شادی بیاہ، صلح اور جنگ غرض تمام اس کے گھر ہی میں طے پاتے تھے اس کو "حاکم" کی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی زندگی میں تو اس کا حکم چلتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد بھی اسی کا حکم کار فرمان رہا، جیسے کوئی دین ہو، جس کی پیروی کرنا نہایت ضروری ہو۔ اس نے اپنے لیے ایک دارالندوہ بھی قائم کیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصیٰ کے بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے کا نام "عبدالدار" تھا، (۱) جب قصیٰ بڑھاپے کو پہنچے اور مضمحل ہوگئے تو انہوں نے "عبدالدار" کو بلایا اور کہا کہ دیکھو اب یہ ذمہ داری میں تمہارے سپرد کرنے والا ہوں، جب تک تم دروازے نہ کھولوگے کوئی کعبہ میں داخل نہ ہوسکے گا سوائے تمہارے۔ کوئی شخص قریش کو جنگ کی دعوت نہ دے سکے گا۔ تم لوگوں کو جہاں سے پانی پلاؤگے، وہ وہیں سے پئیں گے۔ جو کچھ تم کھلاؤگے وہی کھائیں گے، قریش کے معاملات کا جب بھی فیصلہ ہوگا تمہارے ہی گھر میں ہوگا۔

قصی نے عبدالدار کو دارالندوہ، حجابہ، لواء، سقایہ اور رفادہ کے سپرد کیے۔ قریش حج میں حاجیوں کی ضرورت کے لیے مالی امداد دیا کرتے تھے۔ یہ امداد قصیٰ کے پاس جمع کردی جاتی تھی۔ اس سے ان حاجیوں کی ضرورت پوری کی جاتی تھی جو ضرورت مند ہوتے تھے اور موسم حج کے مصارف ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ اس طرح ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا تھا، اور یہ کام قصیٰ نے قریش کے ذمہ لگایا تھا۔ اس نے قریش سے کہا تھا۔ "دیکھو تم اللہ کے ہمسایہ ہو اور اس کے گھر کے رکھوالے ہو، حجاج تو اللہ کے مہمان ہوتے ہیں لہٰذا تم لوگ ہی ان کی مہمان داری کے زیادہ حقدار ہو، پس تم ان کے واپس ہونے تک ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا کرو۔"

قصیٰ کی شخصیت ایسی تھی کہ نہ کوئی اس کی مخالفت کرتا اور نہ ہی اس کی بات رد کرتا، قصیٰ کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے سارے کام بغیر کسی جھگڑے کے انجام دیتے رہے پھر "بنی عبد مناف" نے یہ منصب "عبدالدار" سے لینا چاہا، ان کا دعوی تھا کہ وہ زیادہ حقدار ہیں۔

اس طرح قریش آپس میں بٹ گئے کچھ لوگ عبدالدار کے طرفدار تھے، اور کچھ لوگ عبد مناف کے۔ خاندان عبدمناف کے معاملات کی ذمہ داری عبد شمس کے سپرد تھی وہ سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔ خاندان بنی عبدالدار کی ذمہ داری عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار کے سپرد تھی۔ ہر ایک نے پختہ عہد کیا عبدمناف خوشبو سے بھرا ہوا پیالہ لے کر نکلے، اپنے ہاتھوں کو اس میں ڈبویا، اور ان ہاتھوں کو کعبہ سے لگایا، اسی سبب وہ "مطیبین" کہلائے۔ دوسری طرف بنی عبدالدار اور اس کے حلیفوں (حمایتیوں) نے آپس میں عہد کیا اسی لیے وہ "الاحلاف" کہلائے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کو اس شرط پر صلح کی دعوت دی کہ حاجیوں کے لیے پانی اور ان کی

---

(۱) ان کا بھی ایک بیٹا تھا جو اپنے والد کے زمانہ ہی میں بڑی عزت و شرف کا مالک تھا اور اس کا نام عبدمناف تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان داری کی ذمہ داری عبد مناف کے ذمہ رہے گی جب کہ حجابہ، لواء اور ندوہ کے امور کی انجام دہی بنی عبدالدار کے ذمہ ہوگی۔ چنانچہ وہ اس پر رضامند ہوگئے۔ ہر قوم معاہدہ پر قائم رہی یہاں تک کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«كل حلف في الجاهلية لم يزده الإسلام إلا شهرة» .

زمانہ جاہلیت میں جو بھی "عہد" کیا گیا اسلام نے اسے اور پختہ کردیا ہے۔

حلف الفضول کا واقعہ

قریش عبداللہ بن جدعان کے بلند مرتبہ اور کہنہ سالی کا لحاظ کرکے اس کے گھر میں اکٹھے ہوئے ان میں بنو ہاشم، بنوعبدالمطلب، اسد بن عزیٰ، زہرہ بن کلاب اور تمیم بن مرہ بھی شامل تھے، انہوں نے اس بات پر عہد کیا کہ مکہ میں ہر مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

زبیر بن عبدالمطلب نے کہا:

إن الفضول تحالفوا وتعاقدوا　　أن لا يقيم ببطن مكة ظالم

أمر عليه تحالفوا وتعاقدوا　　فالجار والمعتز فيهم سالم

ترجمہ: عالی مرتبہ افراد نے آپس میں یہ عہد کیا ہے کہ مکہ میں کوئی ظالم نہیں رہے گا، انہوں نے یہ بھی عہد کیا ہے کہ یہاں ہمسائے اور مسافر سب ہی محفوظ و مامون رہیں گے۔

ہاشم بن عبد مناف نے سقایہ اور رفادہ کی ذمہ داری قبول کی کیونکہ عبدشمس بہت کم مکہ میں رہتے تھے۔ وہ زیادہ تر سفر میں رہتے، ان کی مالی حالت بھی اچھی نہ تھی اس کے علاوہ کثیر الاولاد بھی تھے۔ دوسری طرف ہاشم ایک مالدار شخص تھے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے موسم سرما اور گرما میں سفر کرنا شروع کیا۔ یہی سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں لوگوں کو "ثرید" (۱) کھلایا کسی(۲) نے کیا خوب کہا:

عمرو الذي هشم الثريد لقومه　　قوم بمكة مسنتين عجاف

ترجمہ: "عمرو" ہی تو وہ شخص ہے جس نے اپنی قوم کو "ثرید" کھلایا وہ قوم جو قحط کی وجہ سے فاقوں مر رہے تھی۔

جب ہاشم کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ مطلب بن عبد مناف متولی بنے۔ کیونکہ لوگوں میں ان کو بڑی عزت حاصل تھی۔ ان کی فیاضی کی وجہ سے لوگ انہیں جواد (سخی) کے نام سے پکارتے تھے۔

---

(۱) شوربے میں چوری کی ہوئی روٹی۔

(۲) عبداللہ بن الزبعری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ہاشم مدینہ آئے تو انہوں نے سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی جو بنی نجار کے قبیلہ سے تھیں۔ ان سے عبدالمطلب پیدا ہوا۔ بچہ جب بڑا ہوا تو "مطلب" اس کو لینے کے لیے آئے لیکن اس کی والدہ نے انکار کردیا۔ ہاشم نے کہا کہ یہ بچہ اپنے باپ کے اقتدار کا وارث ہوگا، یہ سن کر ان کی والدہ نے اجازت دے دی۔ وہ اس کو لے کر چلے گئے اور پھر حکمرانی اس کے سپرد کردی۔ والد کی طرح معاملات کی بھاگ دوڑ عبدالمطلب کے حصہ میں آئی اور انہوں نے اپنی قوم کے لیے وہی کچھ کیا جو ان کے والد کرتے تھے۔ ان کو وہ عزت و شہرت ملی جو ان کے آباء و اجداد میں کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ لوگوں نے بھی ان سے ٹوٹ کر محبت کی۔

اس کے بعد زمزم کے کھودنے کا واقعہ اور اس سے متعلق انوکھے واقعات کے ظہور پذیر ہونے کا تذکرہ ہے۔ پھر عبدالمطلب کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی منت ماننا اور اس بارے میں عجیب وغریب واقعات پیش آنے کا تذکرہ، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے اور بعد کی نشانیوں کا تذکرہ ہے جو رضاعت اور اس کے بعد پیش آئیں۔ ماں کی کفالت، پھر دادا اور چچا ابوطالب کی کفالت کا ذکر ہے۔ اسی طرح بحیری راہب کا واقعہ اور دیگر نشانیاں، پھر حضرت خدیجہ سے شادی کی داستان بیان کی گئی اور اس بیان کا ذکر ہے جسے میسرہ نامی غلام نے آپ سے متعلق حضرت خدیجہ کو دیا تھا۔ اور پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ورقہ سے رسول اللہؐ کے متعلق تذکرہ کرنا اور ورقہ کا قول:

لججت وكنت في الذكرى لجوجا لهم طالما بعث النشيجا

پھر تعمیر کعبہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر اسود کے بارے میں فیصلہ کرنے کا تذکرہ۔ اس کے علاوہ "حمس" کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کو قریش نے اپنی رائے سے شروع کیا، ان کا کہنا تھا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد، حرم کے ذمہ دار اور بیت اللہ کے متولی ہیں۔ کوئی بھی عرب ہم سے زیادہ اس کا حقدار نہیں۔ لہٰذا حرم جیسی تعظیم و تکریم کسی اور جگہ کی نہیں ہونی چاہیے، اس طرح سے اہل عرب یہ نہ سمجھیں گے ہم حرم کی تعظیم میں کمی کرتے ہیں، پس انہوں نے عرفہ میں قیام اور وہاں سے افاضہ میں کوچ کا سلسلہ ختم کردیا۔ حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ مشاعر حج میں سے ہے اور دین ابراہیم کا جز ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے علاوہ تمام دوسرے عرب کو یہاں ٹھہرنا اور پھر یہیں سے ہی واپس ہونا چاہیے مگر وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ حرم کے رکھوالے ہیں، ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہاں سے نکلیں۔ وہ کہتے تھے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم "حمس" ہیں اور "حمس" سے مراد اہل حرم ہیں۔

پھر حرم کے دیگر عرب بسنے والوں میں سے اگر کسی کے ہاں پیدائش ہوتی تو وہ اس کے لیے بھی وہی کچھ مقرر کرتے جو ان کے لیے مقرر تھا۔ جو ان کے لیے حلال تھا۔ وہی اس کے لیے حلال ہوتا، اور جو ان کے لیے حرام تھا وہ اس کے لیے بھی حرام ہوتا۔ اس طرح کے قوانین کا اطلاق قبیلہ کنانہ اور قبیلہ خزاعہ پر بھی ہوتا تھا کیونکہ یہ دونوں قبیلے بھی اہل حرم میں شمار کئے جاتے تھے۔

پھر انہوں نے نئے نئے قوانین اور گھڑ لیے۔ انہوں نے کہا کہ حمس (یعنی اہل حرم) کے لیے پنیر یا مکھن بنانا، احرام کی حالت میں جائز نہیں۔ وہ نہ چمڑے کے خیموں کے علاوہ کسی اور طرح کے خیموں میں داخل ہوسکتے ہیں اور نہ ہی کسی سایہ دار جگہ میں بیٹھ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اہل حِل[1] کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ جب حج یا عمرہ کے لیے آئیں تو ان اشیاء کو کھائیں جو حرم کے باہر سے لائی گئی ہوں۔ ان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پہلا طواف حمس کے لباس میں کریں، اگر ان کو یہ لباس میسر نہ آئے تو پھر عریاں ہوکر طواف کریں، پس جب کوئی آنے والا حمس کا لباس نہ پاتے تو وہ اپنے ہی کپڑوں میں طواف کرے اور طواف کرنے کے بعد اسے اتارے اور پھینک دے، کوئی دوسرا ان کپڑوں کو استعمال نہ کرے، اہل عرب اس بات کو "لقی"[2] کہتے تھے انہوں نے تمام عربوں پر ان قوانین کی پابندی لازمی کردی تھی اور عربوں نے بھی اسے تسلیم کرلیا۔ مرد عریاں ہوکر طواف کرتے اور عورتیں صرف ایک کھلی کشادہ قمیص میں طواف کرتیں۔

اہل عرب اسی طریقے اور عادات و رسومات پر قائم رہے یہاں تک کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ثُمَّ أَفِيضُوا۟ مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ ٱلنَّاسُ وَٱسْتَغْفِرُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾

"اس مقام سے لوٹو جہاں سے سب لوگ لوٹے ہیں"۔ (البقرہ : ۱۹۹)

جو چیزیں قریش نے حرام قرار دی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

يَـٰبَنِىٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِى سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ

"ابن آدم! ہم نے تم پر کپڑا اتارا جو تمہاری شرم گاہ کو چھپاتا ہے"۔

كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْـَٔايَـٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

"ہم اس طرح جاننے والوں کے لیے آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (الاعراف:۳۲)

---

(۱) غیر اہل حرم جو حرم کے دائرے سے باہر رہتے ہیں۔ (۲) پڑا ہوا یا پھینکا ہو سامان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر "رجوم" کے واقع ہونے کا ذکر ہے، نجومیوں کو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈرانا، اور سورہ جن کے نازل کرنے اور ان کے قصہ کا بیان ہے۔

اس کے بعد یہودیوں کی دھمکیاں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا سبب انصار کا اسلام قبول کرنا تھا، اور جو کچھ اس کے بارے میں نازل ہوا، ابن هیبان کا واقعہ اور اس کا قول کہ: اے یہودیو! تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے کس چیز نے ایک خوشحال جگہ سے ایک بھوکی تنگی زمین کی طرف نکالا؟ اور اس کا جواباً کہنا، میں تو اس شہر میں اس نبی کی خبر کے انتظار میں آیا ہوں۔ جس کے ظہور کا وقت آپہنچا ہے۔ یہی شہر تو اس کی ہجرت گاہ ہے۔

پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ہے، ان چار اشخاص کا واقعہ جو شرک سے بیزار اور دین حق کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ یہ چار افراد ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو بن نفیل تھے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی وصیت کا تذکرہ اور اس عہد کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے لیا ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں اور اپنی امتوں کو اس عہد کی یاد دہانی کرائیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَـٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَـٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّـٰهِدِينَ ﴿٨١﴾

"جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ میں (اللہ) جو تم کو کتاب اور شریعت دوں تو اگر کوئی رسول ایسا آئے جو تمہاری کتاب کو سچ بتائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) کیا تم نے یہ اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کیا، انہوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کرلیا فرمایا دیکھو گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں"۔ (آل عمران : ۸۱)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے آغاز کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور وہ واقعات بیان ہوئے ہیں جو بخاری و مسلم میں مذکور ہیں۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلَّذِى خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ ٱلْإِنسَـٰنَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ ٱلْأَكْرَمُ ﴿٣﴾ ٱلَّذِى عَلَّمَ بِٱلْقَلَمِ ﴿٤﴾ عَلَّمَ ٱلْإِنسَـٰنَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا"۔ (العلق ۱۔۵)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت نازل ہوئی:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ﴿٣﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿٤﴾ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ﴿٥﴾ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ﴿٦﴾ وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ﴿٧﴾

"اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا لپیٹنے والے! اٹھ، اور مکہ والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا اور اپنے مالک کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے کو صاف رکھ اور بتوں بلیدی سے الگ رہ اور اس نیت سے احسان نہ کر کہ اس سے اچھا بدلہ ملے اور اپنے مالک (کی خوشی) کے لیے جو مصیبتیں (تجھ کو پیش آئیں ان پر) صبر کر" (المدثر ۱ - ۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی یہ ابتدائی آیات ہیں، اگر آپ ان پر غور کریں گے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں اس شرک سے ڈرایا ہے جو بزرگوں کی عبادت سے پیدا ہوتا ہے اور جس کے پیچھے یہ عقیدہ کارفرماں ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ابتدا ہی سے اس شرک سے روکا گیا ہے اور ڈرایا گیا ہے۔ ان کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو شرک سے ڈرائیں۔ قبل اس کے کہ ان کو ماؤں اور بیٹیوں سے شادی کرنے سے ڈرائے۔ اسی طرح "و ربک فکبر" کہہ کہ لوگوں کو توحید اختیار کرنے کا حکم دیا گیا، ابھی نماز یا دیگر عبادات یا دیگر امور کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن توحید کا حکم سب سے پہلے مرحلہ پر ہی دے دیا گیا، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرک اور توحید کا معاملہ اللہ کے ہاں کس قدر اہم ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کا خوف دلانا شروع کیا تو چند ہی لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کی۔ اکثر کا یہ حال تھا کہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرتے تھے اور نہ ہی اس کا انکار کرتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھل کر ان کے دین سے نفرت کا اظہار کیا اس کے عیوب بیان کیے اور ان کے بتوں کے نقائص بیان کرنا شروع کیے، تو ان کی عداوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے خلاف شدت اختیار کرتی گئی۔ انہوں نے سخت سے سخت سزائیں دینا شروع کیں تاکہ لوگ کسی طرح دین حق سے باز آجائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان نہ ہو، اس کو دشمن سمجھا جائے۔ اس سے دشمنی کا اظہار کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اس کے دین کے نقائص بیان کئے جائیں۔ اس طرح اسلام نکھر کر سامنے آتا ہے اور اسلام کی صداقت و حقانیت واضح ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اسلام کا کھلم کھلا اعلان کیا، کفر کے نقائص واضح کئے، شرک سے برات کا اعلان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو شدید مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جو حالات ان کو پیش آئے، ان کا ذکر طویل ہوگا۔ یہاں صرف چند واقعات کا ہی تذکرہ کروں گا۔

سب سے مشہور واقعہ آپ کے چچاابوطالب کا ہے، انہوں نے اپنی جان، اپنی دولت، اپنے مال اور اپنے گھر والوں کے ساتھ، اس دین کی مدد فرمائی۔ قریش کے ظلم و ستم برداشت کئے، ساتھ ہی ساتھ آپ کے دین کو سچا جانتے تھے اوراس کی تعریف کرتے تھے۔ اس کے پیروکاروں سے محبت رکھتے تھے اور دشمنان دین سے دشمنی رکھتے تھے لیکن ان تمام خصوصیات کے باوجود حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے۔ نہ ہی اپنے آباء واجداد کے دین سے براء ت کا اعلان کیا۔ عذر یہ تھا کہ آباء واجداد کے دین کو چھوڑنا ان کی توہین کے مترادف ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ ضرور اسلام لے آتے۔ جب ابوطالب فوت ہوگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ وہ اللہ سے آپ کی مغفرت کی دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسْتَغْفِرُواْ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾

پیغمبر کو نہیں چاہیے نہ ایمان والوں کو کہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔ گو وہ ان کے رشتہ دار ہوں۔ جب ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ وہ (یعنی مشرک) دوزخی ہیں۔ (التوبہ ۱۱۳)

ابوطالب کا واقعہ نگاہیں کھول دینے کے لیے کافی ہے اس میں بڑی عبرت اور نصیحت ہے، بہت سے لوگ حق اور اہل حق سے محبت کرتے ہیں لیکن اپنی دنیوی اغراض اور مادی مفادات کی وجہ سے اس کو نہیں اپناتے اور راہ حق اختیار نہیں کرتے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ جب آپ نے کفار کی موجودگی میں سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور جب آپ اس قول تک پہنچے:

أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ ﴿٢٠﴾

مشرکو! بھلا بتاؤ تو سہی لات اور عزی اور تیسرا دیگ اور بت منات۔ (یہ کس کام کے ہیں) (النجم : ۱۹ - ۲۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو شیطان نے تلاوت میں یہ بات ڈالی:
«تلك الغرانيق العلى، وإن شفاعتهن لترتجى»

مشرکین نے سوچا کہ یہ الفاظ آپ نے کہے ہیں لہٰذا وہ بے حد خوش ہوئے، سب ہی لوگوں کو چھوٹوں اور بڑوں کو اس کی خبر ہوگئی، اور بولے: بس ہم بھی تو یہی چاہتے تھے، ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی خالق و رازق ہے، جملہ امور و معاملات کا انتظام اسی کے سپرد ہے، ہم تو ان بتوں سے صرف سفارش کا کام لیتے ہیں تو جب اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا اقرار کرلیا تو ہمارا اب کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھتے چلے گئے۔ جب آپ سجدہ پر پہنچے اور سجدہ کیا تو کفار نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا، یہ خبر پھیل گئی کہ مشرکین نے آپ سے صلح کرلی ہے، حتی کہ یہ خبر ان صحابہ تک بھی جا پہنچی جو ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے تھے، وہ اس خبر کو سچا سمجھ کر واپس لوٹنے لگے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے منہ سے ایسے الفاظ تو نہیں نکل گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلْقَى ٱلشَّيْطَٰنُ فِىٓ أُمْنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى ٱلشَّيْطَٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَفِى شِقَاقٍۭ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا۟ بِهِۦ فَتُخْبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾

اور اے نبیؐ! تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو کہ) جب اس نے تمنا کی شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہوگیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل انداز کرتا ہے اللہ ان کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو پختہ کردیتا ہے، اللہ علیم ہے اور حکیم (وہ اس لیے ایسا ہونے دیتا ہے) تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی خرابی کو فتنہ بنادے ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں کو نفاق کا روگ لگا ہوا ہے اور جن کے دل کھوٹے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ عناد میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ اور علم سے بہرہ مند لوگ جان لیں کہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں، یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھادیتا ہے۔ انکار کرنے والے تو اس کی

(م١١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے شک ہی میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ یا ان پر قیامت کی گھڑی اچانک آجائے یا ایک منحوس دن کا عذاب نازل ہوجائے۔ (الحج : ۵۲ - ۵۵)

ایسا شخص جسے یہ واقعہ اور اس کی حقیقت معلوم ہو اور اسے یہ بھی شعور ہو کہ آج کل کس طرح کا شرک ہورہا ہے اور دین کے لبادہ میں نام نہاد علماء کیا کچھ کررہے ہیں اس کے باوجود وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین اور قریش کے دین (جن کے نتائج سے لوگوں کو ڈرانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا، اور جو فی الواقع سب سے بڑا شرک ہے) کے درمیان فرق نہ کرتے، ایسے شخص پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ قصہ حقائق کو اچھی طرح واضح کردیتا ہے لیکن اگر کسی کے دل اور کانوں پر مہر لگ گئی ہو اور آنکھوں پر پردہ پڑگیا ہو تو کیا کہا جاسکتا ہے۔ اس معاملہ میں تو کسی کا کوئی حیلہ نہیں خواہ اسے کتنا ہی عقلمند کیوں نہ کہتے ہوں۔ ماننا چاہیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہی جیسے عقلمندوں کے بارے میں جو توفیق سے محروم رہے۔ فرمایا ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنَّٰهُمْ فِيمَآ إِن مَّكَّنَّٰكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَٰرًا وَأَفْـِٔدَةً فَمَآ أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ أَبْصَٰرُهُمْ وَلَآ أَفْـِٔدَتُهُم مِّن شَىْءٍ إِذْ كَانُوا۟ يَجْحَدُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٢٦﴾

"ہم نے ان کو وہ کچھ دیا تھا جو، تم لوگوں کو نہیں دیا ہے ان کو ہم نے کان، آنکھیں اور دل سب کچھ دے رکھے تھے مگر نہ وہ کان ان کے کسی کام آئے، نہ آنکھیں نہ دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور اسی چیز کے پھیر میں وہ آگئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے"۔ (الاحقاف : ۲۶)

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے غلبہ اور مسلمانوں کی عزت افزائی کا ارادہ کیا تو مدینہ والوں میں سے انصار نے اسلام قبول کیا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ ان کا ربط یہودیوں کے علماء سے بہت تھا، جو اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور اس کی آمد کا زمانہ قریب آچکا ہے اور یہ کہ وہ ان ان خوبیوں کا مالک ہوگا۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو علماء یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے منتظر تھے اس کی تمنائیں کرتے تھے اور اس نبی کے حوالہ سے انصار کو دھمکایا کرتے تھے کہ جب وہ آجائے گا تو ہم تمہاری خبر لیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے۔ وہی علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لینے کے بعد آپ کے منکر ہوگئے اور دشمن بن گئے۔ قرآن نے ان کے طرز عمل پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ۚ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾

"اور اب جو ایک کتاب اللہ کی طرف سے ان کے پاس آئی ہے، اس کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہے؟ حالانکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی اس کے باوجود اس کی آمد سے پہلے وہ خود کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے، مگر جب وہ چیز آگئی جسے وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا، اللہ کی لعنت ان منکرین پر"۔ (البقرہ : ۸۹)

جب انصار نے اسلام قبول کرلیا تو مسلمانوں میں سے جو لوگ مکے میں تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہجرت کرکے مدینہ چلے جانے کا حکم دیا اور مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کرگئے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت و غلامی کی زندگی کے بعد عزت و شرف سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس احسان کو یوں یاد دلایا ہے :

وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ فَـَٔاوَىٰكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

"یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کردی، اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا شاید کہ تم شکر گزار بنو"۔ (الانفال : ۲۶)

ہجرت کے بہت سے پہلو اور بہت سے رموز و نکات ہیں یہاں ہم صرف ایک پہلو کی وضاحت پر اکتفا کریں گے:

اسلام میں داخل ہونے والوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے اپنے وطن اور عزیز واقارب کی جدائی کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی۔ اس کمزوری کی نشاندہی قرآن میں یوں کی گئی ہے:

قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾

اے نبی! کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑجانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (التوبہ : ۲۴)

جب قریش مسلمانوں سے جنگ کے لیے بدر کی طرف نکلے تو وہ مسلمان جو مکہ میں تھے، انہیں بھی چار و ناچار نکلنا پڑا۔ ان مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مسلمانوں کے تیروں کی زد میں آکر ہلاک بھی ہوگئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب یہ معلوم ہوا کہ فلاں فلاں شخص بھی قتل ہوگیا یہ جان کر وہ کف افسوس ملنے لگے، کہنے لگے کہ، ارے ہم نے تو اپنے بھائیوں کو بھی قتل کرڈالا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ ۞ وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٠﴾

"جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کررہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے، فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں، اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے، جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسر اوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر راستہ ہی میں اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہوگیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے۔ (النساء ۹۷ - ۱۰۰)

جو شخص اپنی بھلائی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس قصہ پر اور ان آیات پر جنہیں اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کے بارے میں نازل فرمائی ہیں غور وفکر کرے، اسلام لانے کے بعد مکہ میں رہ جانے والے لوگ اگر کفریہ کلمات ادا کرکے انہیں مشرک قوم کو خوش کرنے کے لیے ظاہری کفر کا ارتکاب کرنے والے ہوتے، تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے قتل ہونے پر افسوس نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے صاف صاف کہہ دیا تھا۔

مَن كَفَرَ بِٱللَّهِ مِنۢ بَعۡدِ إِيمَٰنِهِۦٓ إِلَّا مَنۡ أُكۡرِهَ وَقَلۡبُهُۥ مُطۡمَئِنُّۢ بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَٰكِن مَّن شَرَحَ بِٱلۡكُفۡرِ صَدۡرٗا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٞ مِّنَ ٱللَّهِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ﴿١٠٦﴾

”جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کرلیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے“۔ (النحل : ۱۰۶)

اگر صورتحال یہ ہوتی کہ مکہ میں رہ جانے والے اور ہجرت کرکے مدینہ نہ آنے والے یہ لوگ بغیر کسی دباؤ کے محض مشرکین مکہ کی خوشنودی کی خاطر کفریہ کلمات ادا کرتے یا کافرانہ اعمال کا ارتکاب کرتے تو صحابہ کرام یہ کہہ کر افسوس نہ کرتے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے یہ پہلو اور بھی واضح ہوجاتا ہے:

”قالوا فیم کنتم“ تم کس حال میں تھے؟ فرشتے ان سے یہ سوال نہیں کریں گے کہ تمہارا عقیدہ کیا تھا یا تم کیا کرتے تھے بلکہ یہ پوچھیں گے کہ، تم کس گروہ کے ساتھ تھے، وہ عذر پیش کریں گے ”کنا مستضعفین فی الارض“ یعنی ہم زمین (مکہ) میں کمزور و ناتواں تھے، فرشتے ان کے اس قول کی تکذیب نہیں کریں گے بلکہ کہیں گے ”الم تکن ارض اللہ واسعة فتھاجروا فیہ“ کی اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کرجاتے۔ اس حکم سے صرف ان لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا:

إِلَّا ٱلۡمُسۡتَضۡعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلۡوِلۡدَٰنِ لَا يَسۡتَطِيعُونَ حِيلَةٗ وَلَا يَهۡتَدُونَ سَبِيلٗا ﴿٩٨﴾ فَأُوْلَٰٓئِكَ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَعۡفُوَ عَنۡهُمۡۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَفُوًّا غَفُورٗا ﴿٩٩﴾

”ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے“۔ (النساء ۹۸ - ۹۹)

مذکورہ گفتگو اور توضیحات سے حقیقت حال پوری طرح واضح ہوجاتی ہے، تصور تو کیجیے کہ اگر سابقین اولین صحابہ کے سلسلہ میں یہ معاملہ اختیار کیا گیا اور انہیں بھی معاف نہیں کیا گیا تو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کا کیا ذکر جو نہ تو بعد میں آنے والے صحابہ میں سے ہیں اور نہ سابقین اولین میں سے۔

جو بھی اس پہلو پر غور کرے گا اسے پتہ چلے گا کہ آج کل کے دین دار اس کو گناہ میں شمار نہیں کرتے، اگر اللہ کی نازل کردہ تعلیمات اور موجودہ دین کے دعویداروں کے پیش کردہ تصورات کا آپ مقابلہ کریں تو بہت سے اہم نکات واضح ہوں گے۔ مثلاً:

انسان طلب علم سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ مذکورہ واقعہ یا اس طرح کے دیگر واقعات سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ صحابہ غلط فہمی میں مبتلا تھے، ہجرت نہ کرنے والوں کو بھی اب تک اپنا دینی بھائی سمجھے ہوئے تھے چنانچہ انہیں ان کی اس غلط فہمی پر ٹوکا گیا۔ اس سے یہ نکتہ بھی واضح ہوا کہ جب صورتحال گنجلک ہوجائے اور لوگ غلط فہمی کا شکار ہوجائیں تو تنبیہ ضروری ہوجاتی ہے، دیکھیے آیت کے نزول سے پہلے صحابہ بھی غلط فہمی کا شکار تھے۔ جب صحابہ کے ساتھ یہ صورت حال پیش آسکتی ہے تو عام لوگوں کا کیا ذکر۔

اب آپ اس بات سے بھی آگاہ ہوجائیں کہ ایمان ایسا نہیں جیسا آج کل کے اکثر لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ایسا ہے جیسا حسن بصری نے کہا ہے۔ امام بخاری نے روایت کی، انہوں نے فرمایا:

«ليس الإيمان بالتحلي ولا بالتمني، ولكن ما وقر في القلوب وصدقته الأعمال».

"ایمان محض دعووں اور تمناؤں کا نام نہیں، ایمان تو وہ ہے جو دل میں راسخ ہو اور اعمال اس کی گواہی دے رہے ہوں۔" (بخاری شریف)

ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں نفع بخش علم عطا فرمائے اور ایسے علم سے بچائے جو فائدہ مند نہیں۔

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

"اے میرے بیٹے مال و دولت یا اولاد کی کثرت کوئی بھلائی یا نیکی کی بات نہیں، نیکی تو یہ ہے کہ تو اللہ کی معرفت حاصل کر اور اس کی اطاعت کر۔"

جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ آگئے اور انصار و مہاجرین ایک ساتھ رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر جہاد فرض کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے جہاد سے روکا گیا تھا اور کہا گیا تھا "کفوا ایدیکم" اپنے ہاتھو کو روکے رکھو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

"تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔" (البقرہ : ۲۱۶)

انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کی راہ میں صرف کیا۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا، ان کی تحسین فرمائی اور اپنی تائید اور نصرت سے ان کو نوازا۔ دشمنوں پر انہیں غلبہ عطا فرمایا۔ حالانکہ بے سروسامان تھے۔ مقدار میں بھی بہت کم تھے، جنگی سازو سامان بھی کم تھا جبکہ ان کے دشمن ہر طرح سے مسلح تھے، مقدار میں بھی زیادہ تھے اور جنگی سازوسامان میں بھی برتر تھے۔

مشہور واقعات سے متعلق آیات و احکام قرآن پاک میں نازل کئے گئے انہیں میں غزوہ بدر کا واقعہ ہے۔ اس سے متعلق آیات سورہ انفال میں نازل ہوئیں۔ غزوہ بدر کے بعد بنی قینقاع کا واقعہ پیش آیا پھر ایک سال بعد غزوہ احد برپا ہوا۔ اس سے متعلق آیات سورہ آل عمران میں نازل ہوئیں۔ مابعد بنی نظیر کا واقعہ پیش آیا، جس کا تذکرہ سورہ حشر میں ہوا۔جنگ خندق اور بنی قریظہ کے واقعات پیش آئے تو ان سے متعلق آیات سورہ احزاب میں نازل ہوئیں۔ ان کے بعد صلح حدیبیہ اور خیبر کی فتح کے واقعات پیش آئے اور ان سے متعلق آیات سورہ فتح میں وارد ہیں۔ بعد ازاں فتح مکہ اور حنین کے مراحل پیش آئے، ان کے متعلق سورہ نصر اور اور سورہ برائت میں آیات نازل ہوئیں۔ غزوہ تبوک واقع ہوا تو اس کا ذکر بھی سورہ براہ میں کیا گیا۔ جب اہل عرب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہوگئے اور اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے تو آپ نے عجم میں تبلیغ کے کام کا آغاز کیا، مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے دس سال ہوگئے تو پیغام اجل آپہنچا۔ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچادیا تھا اور جو ذمہ داری آپ کو سونپی گئی تھی اس کا حق ادا کردیا تھا۔ آپ کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد فتنہ ارتداد رونما ہوا اس کی تفصیل یوں ہے:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو خاصے لوگ مرتد ہوگئے اور عظیم فتنہ برپا ہوگیا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ثابت قدمی جیسی نعمت سے نوازا تھا وہ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سخت موقف کی وجہ سے ثابت قدم رہا۔ بلاشبہ جو کردار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کیا کوئی صحابی اس کی وجہ سے آپ کی برابری نہیں کرسکتا۔ آپ نے لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ ان کو حوصلہ دیا، جوانمردی کا سبق سکھایا۔ خود فتنہ کے آگے دیوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن کر کھڑے ہوگئے۔ یہ حضرت ابوبکر کی ناقابل فراموش مساعی کا ثمرہ ہی تھا کہ اللہ کا دین مستحکم ہوگیا، ہم اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں بھی اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرمائے اور صحابہ کرام جن مقاصد کو لے کر اٹھے تھے ہمیں بھی اس مقصد پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَسَوْفَ يَأْتِى ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ يُجَـٰهِدُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کردے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جد و جہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔" (المائدہ ۵۴)

حسن بصریؒ کہتے ہیں: یقیناً! یہاں جن اصحاب فضیلت کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام ہی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتدّین سے جنگ

"ردّہ" کی صورت کچھ یوں ہے کہ اہل عرب فتنہ ارتداد کے سلسلے میں گروہوں میں منقسم ہوگئے، کچھ تو بت پرستی کی طرف لوٹ گئے اور یہ عذر پیش کیا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو ان کو موت نہ آتی۔ ایک گروہ نے کہا ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں مگر نماز نہیں پڑھیں گے دوسرا گروہ اسلام اور نماز پر بھی قائم رہا، لیکن زکوۃ ادا کرنے سے انکاری ہوا، پھر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ مسیلمہ کذاب کو بھی نبوت میں شریک کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسیلمہ کذاب نے جھوٹی گواہی کے لیے آدمی مقرر کرلئے تھے جو اس کی نبوت کی گواہی دیتے تھے۔ اس کے ساتھیوں میں ایک شخص "رجّال" نامی تھا۔ جس کے علم، زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری کا بڑا چرچا تھا، جب اس نے مسیلمہ کے حق میں گواہی دی تو لوگوں نے اس کے علم و زہد سے فریب کھا کر اس کی گواہی تسلیم کرلی۔ ان میں سے جو دین حق پر ثابت قدم رہا۔

عنسی اسود نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ یمن کے کچھ لوگ اس کے بہکانے میں آگئے۔ یمن کے کچھ دوسرے لوگ ایک اور مدعی نبوت "طلحہ الاسدی" کی نبوت کے قائل ہوگئے۔ ان مذکورہ اشخاص کے کفر میں اور ان سے جنگ کے بارے میں کسی بھی صحابی کو شک یا پس و پیش نہ تھا، مگر زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کے بارے میں کچھ تردد پایا جاتا تھا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "مانعین زکوٰۃ" سے جنگ کا ارادہ کیا تو ان سے پوچھا گیا کہ ہم ان سے کس طرح جنگ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں اور جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو وہ مجھ سے اپنا جان ومال محفوظ کرلیں گے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، زکوٰۃ ادا کرنا بھی لا الہ الا اللہ کے اقرار کے ضمن ہی میں آتا ہے، اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے اونٹ باندھنے کی وہ رسی بھی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے، ادا کرنے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ یہ بات سن کر صحابہ کرام کے دلوں سے اشکال رفع ہوگیا وہ سمجھ گئے کہ ان سے جنگ ضروری ہے، چنانچہ انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی، بے شمار لوگ قتل ہوئے اور اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہ کرام کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قیامت تک اپنے بندوں پر حجت بنادیا ہے۔ کتنی بڑی بات ہے کہ یہ واقعہ قیامت تک کے لیے زبان زد خاص و عام رہے گا۔ علماء کرام کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اصابت رائے پر اجماع ہے اور یہ بات ان کے علم وفضل پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے میں ذرہ برابر بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا بلکہ پہلی فرصت میں ان سے جنگ کی۔

علماء کرام آپ کے فہم و فراست کے بھی معترف ہیں کہ یہ ایسے موڑ پر جب کہ صحابہ کرام تردد کا شکار تھے اور صحیح رائے قائم نہیں کرپارہے تھے، حضرت ابوبکر نے اپنا نقطہ نظر واضح کیا اور دلائل سے صحابہ کو مطمئن کیا۔ یہ مسئلہ قرآن و حدیث میں بھی صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ

"پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو"۔ (التوبہ : ۵)

صحیحین میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ گواہی دینے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ سب کرلیں گے سوائے اس کے کہ اسلام کے قانون کا تقاضا ہو، ان کا حساب اللہ پر ہے۔"

پس یہ اللہ تعالیٰ کے واضح جوابات ہیں جسے ایک عام کم پڑھا لکھا شخص بھی سمجھ لیتا ہے۔ ان میں کوئی ابہام نہیں اور یہ اللہ کے رسول کی تعلیمات ہیں جن پر امت کے علماء کا اجماع ہے۔

آپ اگر اس نازک مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کی تہ تک جانا چاہتے ہیں تو آپ کو مخالف نقطہ نظر سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔ ہمارے زمانہ کے بعض علماء کا نقطہ نظر ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ مسلمان ہے۔ اس کا مال و خون حرام ہوجاتا ہے، نہ تو اسے کافر کہا جائے گا اور نہ ہی اس سے جنگ کی جائے گی۔ حتیٰ کہ بدوؤں کے بارے میں بھی ان حضرات کا یہی نظریہ ہے جب کہ وہ آخرت کے منکر ہیں۔ شریعت کو نہیں مانتے، قوانین شریعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو باطل تصور کرتے ہیں اور اگر کوئی ان سے اللہ کی شریعت کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہے تو اسے سب سے بری بات تصور کرتے ہیں بلکہ اس طرح وہ قرآن کا شروع سے لے کر آخر تک انکار کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا مکمل انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اعتراض ہے کہ ان کی شریعت ان کے آباء و اجداد کی ایجاد کردہ ہے اور یہ شریعت الٰہی سے متصادم ہے۔

یہ علماء ان تمام باتوں سے آگاہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں بال برابر بھی اسلام نہیں اور یہ قول عوام الناس نے اپنے علماء سے لیا ہے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے بیان کیا ہے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے بلکہ جس نے اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول کو سچا جانا اسے کافر کا خطاب دیا، وہ کہتے ہیں جس نے مسلمان کو کافر کہا، اس نے کفر کیا، ان کا نظریہ یہ ہے کہ صرف لا الہ الا اللہ کا اقرار مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے چاہے کوئی اسلام پر ذرہ برابر بھی عمل پیرا نہ ہو۔ لا الہ الا اللہ کہنا ہی کافی ہے، خواہ کہنے والا علم، عقیدہ اور عمل میں اسلام سے کوسوں دور ہو۔

جان لیجیے ! اللہ آپ پر رحم کرے۔ یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں انتہائی اہمیت کا حامل ہے بلکہ یہ تو کفر اور اسلام کا مسئلہ ہے۔ اگر آپ نے ان لوگوں کی تصدیق کردی تو گویا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تکذیب اور نافرمانی کی۔ پہلے ہم قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرچکے ہیں۔ اگر آپ اللہ اور اس کے رسول کو سچا جانیں تو یہ لوگ آپ کے دشمن بن جائیں گے اور آپ کو کافر کہیں گے۔ یہ گمراہی مشرق و مغرب ہر جگہ پھیل چکی ہے۔ بہت کم لوگ اس سے محفوظ رہ سکے ہیں۔ اگر آپ جنت کے امیدوار اور جہنم سے خائف ہیں تو اس مسئلہ سے صحیح واقفیت حاصل کیجیے۔ اس کا فہم کتاب و سنت سے حاصل کیجیے۔ اس مسئلہ کی اشد ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی جستجو اور طلب میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیے کیونکہ معاملہ کفر اور اسلام کا ہے۔ آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری رہنے چاہئیں۔

«اللهم ألهمني رشدي، وفهمني عنك، وعلمني منك، وأعذني من مُضِلّات الفتن ما أحييتني».

”اے میرے اللہ مجھے ہدایت کی توفیق عطا فرما، اپنی معرفت عطا فرما، اپنے دین کا علم عطا فرما، اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے فتنہ و فساد جیسی گمراہیوں سے محفوظ رکھ“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دعا کو بار بار پڑھتے رہا کریں۔ جو ایک صحیح حدیث کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے۔

«اللهم ربَّ جبريل وميكائيل وإسرائيل، فاطر السماوات والأرض، عالم الغيب والشهادة، أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون، اهدني لما اختلف فيه من الحق بإذنك. إنك تهدي من تشاء إلى صراط مستقيم».

"اے ہمارے رب اور جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب اور آسمانوں اور زمینوں کے بنانے والے، کھلے اور چھپے کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے اختلاف میں فیصلہ کرتا ہے مختلف آرا میں حق کو جانتا ہے اس کی طرف میری رہنمائی فرما۔ تو جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"[1]

○ ○ ○ ○ ○ ○ ○

مسئلے کی اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ مزید دلائل سے ان کی وضاحت کی جائے اور ہر واقعہ پر خوب غور و فکر کیا جائے تاکہ مسئلہ کی افادیت واضح ہوجائے۔

مرتدین میں سے بنوحنیفہ سب سے زیادہ مشہور ہوئے ہیں۔ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ یہ مرتد تھے بلکہ مرتدین میں ان کا ارتداد اور کفر سب سے زیادہ تھا لیکن اس کے باوجود گواہی دیتے تھے کہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اذان بھی دیتے تھے اور نماز بھی قائم کرتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں سے اکثر کا گمان یہ تھا کہ اس امر (یعنی مسیلمہ کذاب کی نبوت پر ایمان لانے) کا حکم انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ "رجّال" نامی شخص جو بڑا معتبر سمجھا جاتا تھا، اس نے بھی مسیلمہ کذاب کی نبوت کی گواہی دی تھی۔

تو جو شخص اس مسئلہ کو سمجھتا ہے اور اس میں شک نہیں کرتا وہ کہے گا کہ جو انسان لا الہ الا اللہ کہتا ہے وہ مسلمان ہے، چاہے اس میں بال برابر بھی اسلام نہ ہو، حتی کہ اسلام کا قصداً مذاق اڑاتا ہو۔ فسبحان اللہ مقلب القلوب کیف یشاء! اگر انسان خواہ کتنا ہی کم علم کیوں نہ ہو اگر اس کے اندر ذرہ برابر بھی عقل ہوگی تو وہ جان لے گا کہ بنو حنیفہ کفر کے مرتکب ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل ہم گزشتہ صفحات میں بیان کرچکے ہیں۔ یہی حال بدوؤں کے اسلام کا ہے۔ اگرچہ

---

[1] یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے مکمل طور پر اسلام کو خیرباد کہہ دیا تھا اور اسلام کے انکاری ہو چکے تھے جان بوجھ کر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ پھر بھی ان لوگوں کے نزدیک یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اس کی توجیہ ان حضرات کے پاس یہ ہے کہ وہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرتے ہیں۔ اب وہ جو چاہتے ہیں، کرتے رہیں، مسلمان ہی سمجھے جائیں گے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھے۔ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہم کو اس دین سے منحرف نہ کرے اور ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ بلاشبہ وہ بہت انعام و اکرام سے نوازنے والا ہے۔

دوسری دلیل

دوسرا واقعہ جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں پیش آیا۔

جب بنو حنیفہ کے باقی ماندہ لوگ اسلام کی طرف لوٹ آئے، مسیلمہ کذاب سے براءت کا اظہار کیا اور اس کے جھوٹا ہونے کا اقرار کرلیا تو انہیں اپنے گناہ کا بڑی شدت سے احساس ہوا لہٰذا اس کے کفارہ اور ازالہ کے لیے انہوں نے بیوی بچوں سمیت جہاد کی غرض سے سرحدوں کی طرف کوچ کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ

"الاّ یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کرچکا ہو اور ایمان لاکر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا"۔ (الفرقان : ۷۰)

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ

البتہ جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے، اس کے لیے میں بہت درگزر کرنے والا ہوں۔ (طٰہٰ : ۸۲)

بنوحنیفہ کے یہ باقی ماندہ لوگ کوفہ میں آکر آباد ہوگئے۔ ایک محلہ بھی ان کے نام پر مشہور ہوگیا۔ اس میں ایک مسجد تھی جو مسجد بنو حنیفہ کے نام سے مشہور تھی۔ ایک دن چند مسلمان مغرب اور عشاء کے درمیان اس مسجد کے پاس سے گزرے تو انہوں نے مسجد سے ایسی آوازیں سنیں جس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ مسیلمہ حق پر تھا۔ یہ لوگ بڑی تعداد میں تھے ان میں چند ایسے بھی تھے جنھوں نے یہ کلمات خود تو نہ کہے تھے لیکن جن لوگوں نے انہیں ادا کیا تھا ان کو منع بھی نہیں کیا۔ سننے والے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آکر یہ واقعہ بیان کردیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے طلب کیا اور پوچھا کہ کیا انہیں قتل کردیا جائے، یا ان سے توبہ کروائی جائے بعض نے بغیر توبہ کرائے ان کے قتل کا مشورہ دیا اور بعض نے ان سے توبہ کروانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعض کو توبہ کرواکر معاف کردیا اور بعض کو توبہ کروائے بغیر قتل کردیا۔

غور کیجیے کہ ان لوگوں نے کفر سے بیزاری کا اظہار کیا، اسلام کی طرف لوٹ آئے، جہاد کے لیے بھی آمادہ تھے، یعنی ہر طرح سے مسلمان لگتے تھے، لیکن سوائے ایک کلمہ کے جو انہوں نے پوشیدہ طور پر مسیلمہ کی تعریف میں کہا اور کوئی خلاف اسلام بات ان سے ظاہر نہیں ہوئی، اس کے باوجود کوئی بھی ان کو کافر قرار دینے میں تذبذب کا شکار نہیں ہوا۔ بس اتنا اختلاف ضرور کیا کہ آیا ان کی توبہ قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

اس واقعہ کے بعد اس شخص کی کیا اہمیت ہے جو اپنے آپ کو علماء میں شمار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگرچہ بدوؤں میں بال برابر بھی اسلام کا شائبہ نہیں مگر وہ "لا الہ الا اللہ" کہتے ہیں۔ اس لیے وہ ان کے مسلمان ہونے کا فیصلہ دیتا ہے۔ کہاں ان مدعیان علم کا فیصلہ اور کہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ان لوگوں کے بارے میں فیصلہ جنہوں نے مسیلمہ کذاب کی مدح میں چند کلمات ادا کردیے تھے۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام کا ان لوگوں کے سلسلہ میں بھی فیصلہ جنہوں نے خود تو مسیلمہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا لیکن اس کی شان میں تعریفی کلمات ادا کرنے والوں کو بھی منع نہیں کیا۔

سارت مشرقة و سرت مغربا

شتان بين مشرق و مغرب

وہ مشرق کو چلی گئی اور میں مغرب کو ہولیا مشرق اور مغرب میں کتنا بڑا فرق ہے۔

اے اللہ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ کہیں ہم ان لوگوں کے زمرے میں شامل نہ ہوجائیں جن کے بارے میں تو نے فرمایا ہے:

فَلَمَّآ أَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهُۥ ذَهَبَ ٱللَّهُ بِنُورِهِمۡ وَتَرَكَهُمۡ فِي ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبۡصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمُّۢ بُكۡمٌ عُمۡيٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ ﴿١٨﴾

"اور جب اس نے سارے ماحول کو روشن کردیا تو اللہ نے ان کا نور بصارت سلب کرلیا اور انہیں اس حال میں چھوڑ دیا کہ تاریکیوں میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا، یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ یہ اب نہیں پلٹیں گے۔" (البقرہ : ۱۷۔۱۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی ان لوگوں میں سے جن کے متعلق تیرا فیصلہ ہے کہ:

إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَآبِّ عِندَ ٱللَّهِ ٱلصُّمُّ ٱلْبُكْمُ ٱلَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾

"یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔" (الانفال : ۲۲)

تیسری دلیل

یہ واقعہ بھی خلفاء راشدین کے زمانہ میں پیش آیا۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کے بعض ساتھیوں نے حضرت علیؓ میں اللہ صفات سے متصف ہونے کا اعتقاد پیدا ہونے لگا[1] حضرت علی نے انہیں تائب ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنے اعتقاد سے تائب ہونے سے انکار کردیا تو آپ نے ان کے لئے گڑھے کھدوائے اور ان میں لکڑیاں بھر کر آگ لگادی اور ان ساتھیوں کو زندہ ان گڑھوں میں پھینک دیا، ذرا اس واقعہ پر غور کیجیے۔

سب جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودی یا عیسائی جیسے کافروں کو قتل کا حکم دیا ہے تو ان لوگوں کو آگ سے جلانے کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ کفر میں یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ تہجد گزار تھے، روزہ رکھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ انہوں نے صحابہ کرام سے قرآن کا درس لیا تھا لیکن اس لیے وہ جب انہوں نے حضرت علی کی ذات میں غلو کیا تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو زندہ جلادیا۔

صحابہ کرام اور علماء حق کا ان لوگوں کے کفر پر اجماع ہے۔ ان حضرات کے پاس جو اس واقعہ اور اس طرح کے دیگر واقعات سے آگاہ بھی ہیں اور انہیں یہ بھی اعتراف ہے کہ یہ "بدو" مکمل طور پر اسلام کو چھوڑ چکے ہیں کیا جواب ہے؟ اس کے باوجود ان کے خیال میں یہ دائرہ اسلام میں داخل ہیں کیونکہ "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرتے ہیں۔

اب اس بات کو سمجھ لیں کہ ان کی غلطی اللہ تعالیٰ کی ذات کے مسئلہ میں تھی، نبوت کے متعلق ان کی غلطی کا ہمیں علم نہیں حالانکہ ان سے پہلے لوگ نبوت کے سلسلے میں بھی غلطیوں کا شکار ہوچکے تھے لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے الوہیت کے بارے میں کیا غلطی کی تھی اور ان سے کہاں کہاں لغزشیں سرزد ہوئی تھیں اس بحث سے شہادتین "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

---

[1] یہ عقیدہ آج بھی سخت کافر اور فاسق لوگوں میں رائج ہو چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تفصیلات واضح ہوگئیں اور اس سے متعلق تمام پہلو روشن ہوکر سامنے آگئے اور اس کے اسرار و رموز سے آگاہی ہوگئی کیونکہ شہادتین پر ہی تو اسلام کا دار و مدار ہے۔

چوتھی دلیل

بعض وہ واقعات جو صحابہ کے زمانہ میں پیش آئے۔

ایک واقعہ مختار بن ابی عبید الثقفی سے متعلق ہے۔ یہ مختار تابعین میں سے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رشتہ میں داماد لگتا تھا۔ بھلائی و نیکی کے عزم ظاہر کرتے ہوئے عراق پہنچا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے خون کا قصاص مانگتا تھا۔ اس نے ابن زیاد کو قتل کردیا۔ جن لوگوں پر ابن زیاد نے ظلم و زیادتیاں کیں تھیں وہ بھی اس کے ساتھ مل گئے اور عراق پر قابض ہوگئے۔ اسلامی قوانین نافذ کردیے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ائمہ اور قضاہ مقرر کئے۔ خود نماز جمعہ اور باقی نمازوں میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے بعد اس نے کہنا شروع کردیا کہ اس پر وحی آتی ہے۔ جب یہ بات پھیلی تو عبداللہ بن زبیر نے مصعب بن زبیر کی قیادت میں مختار سے جنگ کے لیے لشکر روانہ کیا۔ جنگ ہوئی، آخر کار مختار کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ میں کام آگیا۔ مختار کی بیوی ایک صحابی کی بیٹی تھی۔ حضرت مصعب بن زبیر نے اسے کہا کہ وہ "مختار" کو کافر تسلیم کرلے مگر اس نے انکار کردیا۔ حضرت مصعب بن زبیر نے اس کے بارے میں فتوی لینے کے لیے اپنے بھائی عبداللہ کو خط لکھا، انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ مختار سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتی تو اسے قتل کردیا جائے مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہی چنانچہ حضرت مصعب بن زبیر نے اسے قتل کردیا۔

دیکھیے وہ مختار ثقفی جس نے اسلام کے شعائر اور قوانین کی تنفیذ جیسے اہم کام انجام دیے تھے۔ جب وہ نبوت میں جرم کا مرتکب ہوا تو علماء نے بالاجماع اسے کفر کا مرتکب قرار دیا۔ جب صحابہ کرام نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی بیوی ایک صحابی کی بیٹی ہے۔ مختار کو کافر نہ ماننے کی بناء پر اس کو قتل کردیا۔ تو آخر اس شخص کو کیا ہوگیا ہے جو بدوؤں کے عقیدہ کو جانتے ہوئے بھی انہیں کافر قرار نہیں دیتا وہ انہیں اہل اسلام میں سے سمجھتا ہے اور آگے بڑھ کر یہ بھی کہتا ہے کہ جو انہیں اسلام کی دعوت دے وہی دراصل کافر ہے۔

اے ہمارے رب رحیم ہم تجھ سے عفو و درگزر اور سلامتی و عافیت کے طلبگار ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں دلیل

وہ واقعہ جو تابعین کے زمانہ میں پیش آیا۔

یہ واقعہ جعد بن درہم سے متعلق ہے۔ یہ شخص علم و عبادت میں بڑا مشہور تھا۔ اکثر لوگ اس کے معتقد تھے جب اس نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کیا تو خالد بن عبداللہ قسری نے عیدالاضحیٰ کے دن اس کو قتل کردیا۔ خالد بن عبداللہ نے خطبہ دیا "اے لوگو! قربانی کرو، اللہ تمہاری قربانیوں کو قبول فرمائے گا۔ میں بھی جعد بن درہم کی قربانی کرنے والا ہوں کیونکہ یہ شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل نہیں بنایا، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ پھر وہ منبر سے اترے اور جعد کو ذبح کردیا۔ کسی عالم نے خالد بن عبداللہ کے اس عمل کی مخالفت نہیں کی بلکہ ابن قیّم نے اس فعل کی پسندیدگی پر علماء کا اجماع ذکر کیا ہے۔

ایک ایسا شخص جو علم و عبادت میں بڑی شہرت رکھتا تھا اور جو صحابہ کرام کا شاگرد بھی تھا، لیکن اس کے باطل عقائد کی وجہ سے علماء نے متفقہ طور پر اس کے قتل کئے جانے کو جائز قرار دیا تو پھر ان بدوؤں کے بارے میں دشمنان اللہ کا یہ اعتقاد کیوں کر صحیح ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔

چھٹی دلیل

بنی عبید القداح کا واقعہ

ان لوگوں کا ظہور تیسری صدی ہجری کے آغاز میں ہوا۔ عبیداللہ کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آل اور حضرت فاطمہ کی نسل سے ہے۔ اس نے اسلام کے فرمانبرداروں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں جیسا روپ اختیار کیا۔ مغرب کی "بربر قوم" اس کی پیروکار بن گئی چنانچہ مغرب میں اس کی اور اس کے بعد اس کی اولاد کے لیے ایک بڑی سلطنت قائم ہوگئی، پھر اس کے بعد مصر اور شام کی حکومتوں پر بھی یہ لوگ قابض ہوگئے۔ انہوں نے اسلامی قوانین کو رائج کیا۔ جمعہ اور پانچوں وقت کی نمازوں کا اہتمام کیا۔ قاضی اور مفتی مقرر کئے۔ لیکن ان تمام کاموں کے باوجود شرک کا ارتکاب کیا اور شریعت کی مخالفت کی اور ان سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جو ان کی منافقت اور شدّت کفر کو ظاہر کرتی تھیں۔ اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ ان کی زمین "دار حرب ہے" اگرچہ ان کی بدولت اسلامی شعائر رائج ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دنوں مصر میں علماء کی بڑی تعداد تھی۔ ان کی اکثریت نے ان کے کفر و شرک سے اختلاف کیا۔ تاہم ان کے بارے میں علماء کا اجماع ذکر کیا جاچکا ہے۔ بعض بڑے عالی مرتبت اہل علم نے تو ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ان کے پاس دس تیر ہوتے تو ان میں سے صرف ایک تیر عیسائیوں پر اور باقی نو کے نو بنی عبید پر چلاتے۔

سلطان محمود زنگی نے اپنے دور حکومت میں صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں ایک لشکر جرّار بنی عبید کی طرف بھیجا اور مصر ان کے ہاتھوں سے آزاد کرالیا۔

جب سلطان محمود نے مصر فتح کرلیا تو لوگوں نے بڑی خوشیاں منائیں امام جوزی نے اس بارے میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "النصر علی مصر" رکھا۔ دوسرے علماء نے بھی ان کے کفر کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

اس سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ہمارا پہلا (آبائی) دین[1] اصل دین سے کس قدر مختلف تھا۔ یہ تو ہم جانتے ہی ہیں کہ بعض بدو مکمل طور پر دین سے منحرف ہیں بس اتنا ہے کہ وہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ ضرور کہتے ہیں اور جب ان میں سے کسی کو کافر قرار دیا جاتا ہے تو وہ یہودیت یا عیسائیت قبول کرلیتا ہے۔

اگر آپ اس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جس کا ذکر اللہ اور اس کے رسول نے کیا ہے اور جس پر علماء حق کا اجماع ہے تو اپنے آباء و اجداد کے دین سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں اور کہیں کہ ہم اللہ اور جو کچھ اس نے اتارا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو چیز اسلام سے متصادم ہے اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور دین کو مکمل طور پر اللہ کے لئے خالص کرتے ہیں۔ پھر آپ کو اس پر خوش ہونا چاہیے۔ آپ کے لئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا مانگیے۔ یاد رکھیے کہ وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے۔

---

[1] پہلے دین سے شیخ کی مراد وہ مذہبی تصورات اور دینی رسوم و رواج ہیں جن کا شیخ محمد بن عبد الوہاب کی تحریک سے پہلے نجد کے علاقہ میں رواج تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتویں دلیل

تاتاریوں کا واقعہ

مسلمانوں کو لوٹنے، قتل کرنے اور تاخت و تاراج کرنے کے بعد تاتاری انہی مسلمانوں کے شہروں میں سکونت پذیر ہوگئے۔ دین اسلام سے متعارف ہوئے۔ یہ دین انہیں پسند آیا اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن پوری طرح اسلام پر عمل پیرا نہ ہوئے اور ایسی حرکات کے مرتکب ہوئے جو صریحاً شریعت کے خلاف تھیں۔ شہادتین یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے وہ زبان سے اقرار کرتے تھے، جمعہ اور پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے اور بدووں سے مختلف تھے۔ اس کے باوجود علماء حق نے انہیں کافر گردانا۔ ان کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلامی ممالک کو ان سے پاک کردیا۔

اللہ تعالیٰ جس کو توفیق دے اس کی ہدایت کے لیے جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی کافی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کریں تو اس کے سامنے خواہ پہاڑ آپس میں ٹکرا جائیں اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر ہم سلطانوں اور قاضیوں کے واقعات تحریر کریں کہ انہوں نے کس طرح شریعت کے خلاف چلنے والوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس کے لیے کئی جلدوں کی ضرورت ہوگی۔ الغرض جس شخص پر قتل کی واضح شہادت قائم ہوگئی اس کو قتل کردیا گیا۔ چاہے اس سے شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہو۔ ان مقتولین میں بعض عالم فاضل حضرات بھی شامل تھے مثلاً حلاج فقیہ عمارہ اور ان ہی جیسے لوگ۔ لیکن ہم ان میں کسی ایسے شخص کے بارے میں نہیں جانتے جس کا کفر بدووں کے کفر سے بڑھا ہوا ہو، مگر افسوس کہ علماء سوء ان کے مسلمان ہونے کے لیے اتنا کافی سمجھتے ہیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں۔

اللہ جس کو ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے گمراہ کردے اس کا کوئی دوست اور رہنما نہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو کتابیں پڑھتے ہیں اور جن پر عمل کے مدعی ہیں ان میں بھی مرتدین کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان لوگوں کو مختلف باتیں معلوم ہیں جن کا اقرار بھی یہ لوگ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ جو شخص بعث بعد الموت کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اس میں تو شک کرنا بھی کفر ہے اسی طرح شریعت کی توہین کرنا بالاجماع سب کفر ہے۔ مگر وہ صرف زبان سے یہ بات کرتے ہیں یقولونه بألسنتهم ان کا خیال ہے کہ اگر کوئی بائیں ہاتھ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانا کھائے تو کافر ہے کپڑے ٹخنوں سے نیچے کرے تو کافر ہے، فجر کی سنت یا وتر کا انکار کرے تو کافر ہے مگر جو اسلام سے منحرف ہو اور اس کی تصدیق اور اس پر عمل کرنے والوں کا مذاق اڑائے تو وہ ان کے نزدیک مسلمان ہے اس کی جان و مال حرام ہے کیونکہ وہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ جب ان سے اس سلسلے میں سوال کیا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ جس نے مسلمان کو کافر کہا اس نے کفر کیا۔

انہوں نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہم نے جن لوگوں سے معاہدہ کیا ان لوگوں کو بھی انہوں نے ورغلایا کہ وہ ہم سے عہد توڑ ڈالیں اور کہا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو انہیں بڑا ثواب ملے گا جن لوگوں کے پاس ہماری امانتیں تھیں یا جن کے پاس کسی یتیم کا مال تھا ان کو ان لوگوں نے کہا ہماری امانتیں ان کے لئے حلال ہیں۔ انہوں نے دھام بن دواس اور دوسرے لوگوں کو جنہوں نے بت پرستوں کی حمایت میں اہل توحید سے معرکے کیے، خطوط روانہ کیے اور لکھا کہ اے فلاں تو نے انبیاء جیسا کام کردکھایا ہے حالاکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ اور یہی دعوت انبیاء کی بھی دعوت تھی اور یہ کہ ہم جس شرک سے لوگوں کو روکتے ہیں اس سے انبیاء بھی لوگوں کو روکتے رہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر کسی کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور فقہ

فقہ کے میدان میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی بڑی خدمات انجام ہیں۔ انہوں نے علم فقہ کی جزئیات و کلیات کا احاطہ کیا۔ اسلامی قانون سازی کے عمومی قواعد و ضوابط مرتب کیے، اصولی اور عملی مباحث پر زیادہ توجہ صرف کی۔ ضخیم کتابوں کی تلخیص کی، مثلاً: "الانصاف" اور "الشرح الکبیر" کو ایک ایک جلد میں پیش کیا۔ علاوہ ازیں بہت سے امور مثلاً عبادات (معاملات جنایات وغیرہ) پر رسائل لکھے۔ مضبوط، قوی اور واضح دلائل اور راجح استنباط کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میدان میں خوب کام کیا۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے قوت استدلال اور اتباع حق سے بالخصوص شیخ بہت متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ذاتی رجحان بھی انہیں دونوں حضرات کی طرف تھا۔ مگر اس کے باوجود جو کام آپ نے دعوت الی اللہ اور اصلاح عقیدہ میں کیا کوئی دوسرا کام اس کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ آپ نے اپنا زیادہ تر وقت اصلاح عقیدہ اور دعوت الی اللہ میں صرف کیا۔

اب قارئین کرام کی خدمت میں آپ کے قواعد فقہ اور اس کے اصول سے متعلق چند ایک نمونے پیش ہیں جو ان کے رسائل اور فقہی مسائل میں ان کی طرف سے دئے گئے جوابات سے ماخوذ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے ایک جگہ لکھا ہے:

دین کے چار قواعد ہیں جن پر احکام دین کا دار و مدار ہے۔ یہی وہ بڑا انعام ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو عطا فرما کر ہر طرح سے اس دین کو جامع اور مکمل بنایا اور اسے تمام ادیان پر باعتبار علم فوقیت دی۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو چند الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس سے آگاہی، قواعد اربعہ کی معرفت سے قبل ضروری ہے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مخصوص قول سے واقف ہوجائیں جو آپ نے اپنی امت کے لئے بیان فرمایا اور جس قول کی بنیاد پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء میں مخصوص مقام عطا فرمایا۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا شعور حاصل کریں، اور اس کا شکر بجالائیں۔

خصائص نبوت کا ذکر فرماتے ہوئے شیخ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«وأعطيت جوامع الكلم»

"مجھے جو "جوامع الکلم" سے نوازا گیا ہے۔"

امام حجاز محمد بن شہاب زہری اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے لمبی چوڑی باتوں کو مختصر الفاظ میں سمودیا ہے۔

پہلا قاعدہ:

بغیر علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنا حرام ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

"اے نبی ان سے کہو کہ میرے رب نے جو باتیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے۔ اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لیے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو۔" (الاعراف : ۳۳)

دوسرا قاعدہ

جن امور میں شارع سکوت اختیار کرے اس میں معافی ہے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اسے حرام، فرض، مستحب یا مکروہ قرار دے۔ ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں"۔ (المائدہ : ۱۰۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر شفقت و رحمت کرتے ہوئے قصداً بہت سی چیزوں سے خاموشی اختیار کی پس ان کے بارے میں سوال نہ کیا کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا قاعدہ

واضح اور روشن دلیل کو چھوڑ کر متشابہ الفاظ سے استدلال کرنا کج بحثی اور راہ حق سے انحراف کرنے والوں کا شیوہ ہے جیسے کہ رافضی اور خارجی کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ

"جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں"۔ (آل عمران : ۷)

مسلمانوں کو محکمات کی پیروی کرنی چاہیے اور اگر وہ متشابہات کے حقیقی معنی سمجھے تو انہیں معلوم ہوگا کہ متشابہ محکم کے ہی ہم معنی ہے اگر وہ اس موقف پر نہ ہوں تو انہیں راسخین فی العلم، یعنی علمائے حق کی اتباع کرنی چاہیے۔

ءَامَنَّا بِهِۦ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا

"ہر چیز جو ہمارے رب کے پاس ہے ہم ان پر ایمان لاتے ہیں"۔

چوتھا قاعدہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان جو امور ہیں وہ متشابہات ہیں۔ جو شخص اس حقیقت کو ملحوظ نہیں رکھتا اور کسی مسئلہ پر اظہار خیال کرنا شروع کردیتا ہے تو وہ نہ صرف خود گمراہ ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ مذکورہ بالا قواعد میں سے تین قواعد ایسے ہیں جن کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور چوتھا قاعدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ جان لیجیے کہ دین کا دار و مدار صرف انہی چار اصولوں پر ہے۔ علم تفسیر، علم اصول، علم اعمال قلوب جسے علم سلوک بھی کہا جاتا ہے۔ علم حلال و حرام، جسے علم فقہ کہا جاتا ہے۔ علم وعد و وعید یا اور کوئی دینی علم ہر جگہ یہی کلمات کارفرمان نظر آتے ہیں۔

میں آپ کے لیے ایک مثال بیان کرتا ہوں جس سے میری بات کی تصدیق ہوجائے گی۔ اور اگر آپ اس نقطہ نظر کو سمجھ گئے تو آپ اس کے ہم نوا بن جائیں گے۔ میں آپ کے لیے فنون دین میں سے ایک فن کا ذکر کرتا ہوں جسے علم الفقہ کہا جاتا ہے اور اس کو ایک باب کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

پانی کے بارے میں

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ ہر قسم کا پانی پاک ہے الاّ جو نجاست ملنے کی وجہ سے بدل جائے یا ایسا ہوجائے کہ اس پر پانی کے نام کا اطلاق نہ ہوتا ہو جیسے گلاب یا لوبیا کا پانی یا اسی طرح کی دیگر اشیاء۔

اہل علم کے نزدیک پانی تین قسم کا ہوتا ہے۔

طہور، طاہر اور نجس۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں نہ نہائے۔ اگر اس طرح کے پانی سے روکنے میں کوئی مصلحت نہ ہوتی تو اس سے ممانعت بے معنی تھی۔ اس کی دلیل غور طلب ہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی کو پانی کی خریداری کی ذمہ داری سونپتا ہے، اگر وہ شخص جس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، بجائے صاف پانی کے استعمال شدہ یا متغیر پانی خرید لیتا ہے تو پانی خریدنے کی ذمہ داری سونپنے والے موکل پر اس پانی کا قبول کرنا ضروری نہ ہوگا۔ چنانچہ یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس پانی کا شمار ماء مطلق میں نہیں ہوسکتا۔

پہلے نقطہ نظر کے حامل حضرات کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے ہوئے پانی میں نہانے سے منع فرمایا ہے اور اگر کوئی انکار کرتے ہوئے اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو یہ ایک دوسرا مسئلہ بن جائے گا۔ اس کے انکار یا اثبات کے متعلق حدیث میں تعارض نہیں کیا گیا اور نہ ہی موکل کی عدم قبولیت ہی اس پر دلالت کرتی ہے۔ اگر کوئی وکیل اپنے موکل کے لیے سمندری پانی خریدتا ہے تو اس کا قبول کرنا موکل کے لیے ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر وہ ایسا پانی خریدتا ہے جو گندا بھی ہو مگر پاکی کے زیادہ قریب ہو تو اس کا قبول کرنا بھی اس کے لئے ضروری نہیں۔ اس طرح اس بات کا وزن کم ہوجاتا ہے اگر آپ اس چیز کے قائل ہیں کہ ان دلائل کی بنیاد پر ہم یقین تو کچھ نہیں کرسکتے البتہ ظن ضرور قائم کرسکتے ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سب سے جھوٹی بات ظن ہے۔ اب یہاں ایک بات تو یقینی ہے کہ یا تو آپ نے صحیح فتوی دیا ہے یا غلط فتوی دیا ہے۔ اس طرح یہاں پر آپ نے گمان پر فتوی دیا یقین کی بنیاد پر نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول: "فان لم تجدوا ماء" جوامع الکلم میں سے ہے تو اگر ٹھہرا ہوا پانی اس میں شامل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو پھر آپ نے نص کی مخالفت کی۔ اور اگر داخل نہیں اور شارع بھی اس سے خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے تو اس میں معافی ہے اور اس میں بحث و مباحثہ جائز نہیں۔ اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں لیکن اگر تم انہیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہورہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کردیا، وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے"۔ (المائدہ : ۱۰۱)

اس طرح جب آپ اس عام مگر جامع لفظ اور باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے : " الماء طھور لا ینجسہ شی ء" "یعنی پانی پاک ہوتا ہے کوئی چیز اسے نجس نہیں کرتی" کو ترک کردیں گے تو گویا آپ نے ان واضح الفاظ کو ترک کردیا تو اس طرح پانی کی تین اقسام اور اس کے دلائل پیش کرکے ترک محکم اور تتبع متشابہ کرکے منحرفین حق کے راستہ پر پڑ گئے اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس کا پاک ہونا ہم پر واضح نہیں ہوا اور دوسری طرف ہمیں یہ اندیشہ بھی ہوا کہ ایسا کام نہ کر بیٹھیں جس سے منع کیا گیا ہے، تو ہمارا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کشادگی پیدا کردی ہے اور وہ یہ کہ اس طرح کے مسائل میں خاموشی اختیار کریں۔ آپ کہہ سکتے کہ اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔ اس لئے اسے متشابہ مسائل میں شامل کردیں۔ باقی یہ بات کہنا کہ شریعت نے اس کو پاک بنایا اور پاک کرنے والا نہیں بنایا ہے تو اس کے معنی ہیں کہ آپ متشابہ کا تتبع کرتے ہوئے اس بحث میں الجھ گئے جس کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو بھی ترک کردیا : "وبینہما امور متشابہات" یعنی ان کے درمیان متشابہ امور ہیں۔

دوسرا مسئلہ : ان کا کہنا ہے کہ زیادہ پانی کو پیشاب اور گندگی ناپاک کردیتے ہیں اس لئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے ان کے لیے جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت سے متعلق ہے .جہاں تک پانی کی نجاست اور اس کی پاکیزگی کا تعلق ہے تو یہ دوسرا مسئلہ ہے اس کے لیے تو کسی دوسری دلیل کو بنیاد بنانا پڑے گا جبکہ کلمہ جامع ہے " فلم تجدوا ماء" اگر پانی نہ پاؤ اور یہ پانی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک جب ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بئر بضاعہ کے متعلق پوچھا گیا (یہ وہ کنواں تھا جہاں حائضہ عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کی گندگی پھینکی جاتی تھی) آپ نے فرمایا : پانی پاک ہوتا ہے اور کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کرتی۔ پس جس نے اس محکم کو چھوڑ دیا اور محض "نہی عن البول فیہ" کو علّت بنا کر اس کی نجاست کا فتوی دے دیا تو اس نے محکم کو ترک کر دیا۔ متشابہ کے پیچھے چل پڑا اور بغیر علم کے رائے قائم کرنے لگا کیونکہ اسے اس بات کا تعین نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا تو آپ پانی کو نجس قرار دے رہے تھے اس کے پاس زیادہ سے زیادہ صرف گمان ہے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ یہ چیز اس عموم میں داخل نہیں جس کا ذکر ہم کرچکے ہیں اور اس میں قیاس بھی کیا گیا ہے تب بھی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی "لا تسألوا عن اشیاء" یعنی چیزوں کے بارے میں سوال مت کیا کرو، کی مخالفت کی۔ اگرچہ وہ اپنے اس قول کا سہارا لے کہ اس قول کے عدم میں اس چیز کے داخل ہونے کا مجھے تعین نہیں ہے اور یہ کہ میں اس کی نجاست کے بارے میں وارد حدیث سے خائف ہوں، اس سے کہا جائے گا کہ تم نے بغیر علم کے رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا ہے یعنی اس کو متشابہات میں شمار کرلیا ہے۔ اور تمہیں کبھی سوچنا نہیں چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی نجاست کو مشروع قرار دیا ہے اور اس کا پینا حرام گردانا ہے۔

اسی طرح عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی کا مسئلہ ہے بعض علماء کے نزدیک یہ پانی "حدث" (ناپاکی) کو دور نہیں کرتا اور پھر اس سے ایسے مسائل کا استنباط کیا ہے جو انسان پر انتہائی گراں گزریں گے۔

اہل علم میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ یہ "مطہر" اور "رافع حدث" ہے اگر اس کے بارے میں صحیح حدیث نہ ہوتی، تو پھر اس میں کلام کی ضرورت نہ رہتی جیسا کہ بخاری اور دوسرے لوگوں نے کہا ہے۔ اگر ہم اس حدیث کو صحیح مان لیں تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ حدیث "صحیح مسلم" میں ہے اور اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل کیا۔ یہ اس قول میں قطعی طور پر داخل ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی "فلم تجدوا ماء" اگر تم پانی نہ پاؤ اور الماء طھور لا ینجسہ شی ء" یعنی پانی پاک ہوتا ہے کوئی چیز اسے نجس نہیں کرتی۔ مگر لوگوں کو اس کے استعمال سے منع کرنا محض تنزیہ و تادیب کے طور پر ہے۔ اگر غیر مستعمل پانی مل سکتا ہے تو پھر اسی کا استعمال بہتر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اگر وہ یہ دلیل دینے لگے کہ اس کے استعمال سے کسی نے منع کیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ممانعت کی صحت تسلیم کرلی جائے تو پھر وضو فاسد ہوجائے گا، ہمارا کہنا ہے کہ جب آپ کو اس طرح کے اندیشہ اور شبہات ہوں تو انہیں متشابہات میں شامل کردیں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بغیر علم کوئی بات نہ کہیں کیونکہ اس طرح بے شمار مسائل ایسے پیدا ہوں گے جن سے شارع نے سکوت اختیار کیا ہے۔ اس میں "قلتین" سے کم پانی میں نجاست پڑ جانے کا مسئلہ بھی ہے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ پانی پاک ہے اور اس جامع قاعدہ کے تحت آتا ہے جس کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے "فلم تجدوا ماء" نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نجاست والے پانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "الماء طهور لاينجسه شيء" یعنی پانی پاک ہوتا ہے کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کرتی۔

دوسرے نقطہ نظر کے حامل فقہا نے ایسے پانی کو کثیر پانی پر محمول کیا ہے یعنی کثیر پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ اس کے لیے دلیل میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پیش کرتے ہیں "اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل الخبث" یعنی جب پانی "قلتین" دو مٹکوں کے برابر ہوجائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔

پہلے نقطہ نظر کے حامل فقہاء کہتے ہیں کہ اگر ہم اس مسئلہ میں ان علماء حدیث کا راستہ اختیار کریں جو اس حدیث کی صحت میں کلام کرتے ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ فرض کرکے بات کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور واقعتاً ہم اس کو صحیح بھی مانتے ہیں لیکن اس سے وہ بات نہیں ثابت ہوتی جو تم کہتے ہو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث قلیل کے نجس ہونے پر دلالت کرتی ہے تو انہوں نے ایسی بات کہی جس کا ان کو قطعیت کے ساتھ علم نہیں کیونکہ یہ لفظ صراحت کرتا ہے کہ:

اگر پانی زیادہ ہوجائے تو نجس نہیں ہوتا مگر یہ صراحت نہیں کرتا کہ اگر اس سے کم ہو تو نجس ہوگا۔ اس لیے ایسے پانی کے لئے نجس ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے کہ ہم ذکر کرچکے ہیں۔ مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جب پانی "قلتین" سے کم ہو تو وہ کبھی نجس ہوسکتا ہے اور کبھی نہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے سلسلہ میں قطعی طور پر کوئی حد مقرر نہیں کی تو آپ کیوں کررہے ہیں۔ بغیر علم تحدید کرنا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغیر علم و تحقیق کے کوئی بات منسوب کرنا غلط قرار دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر آپ کا یہ گمان ہے کہ ہماری دلیل اس میں شامل نہیں ہے تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ حکم ہے اور آپ کی یہ رائے "سکوت عنہ" کے بارے میں کلام کرنے کے مترادف ہوگی جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ اگر آپ ان علماء کی رائے اختیار کریں جو اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور کہیں کہ میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں یا اس کو دوسرے (یعنی پانی) کی موجودگی میں مستحب نہیں سمجھتا یا اس طرح کی کوئی اور بات کہیں ان جیسے لوگوں کی طرح جنہیں اس کی نجاست میں شک ہے اور جنہیں یہ یقین نہیں کہ شرع نے اس کی نجاست کا قطعی حکم صادر کیا تو آپ کا یہ موقف صحیح ہوگا آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل پیرا ہوں گے کہ "وبینھا امور مشتبھات" یعنی انکے درمیان مشتبہ امور ہیں یہ الگ مسئلہ ہے کہ فی الواقع وہ پانی پاک ہے یا نہیں۔

اگر کوئی کسی چیز میں شک کرتے ہوئے اس سے پرہیز کرتا ہے، تو وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہے چاہے بعد میں اسے یہ پتہ چل جائے کہ وہ حلال تھا۔ بہرحال یہ گمان رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین کی تشریح کے لئے مبعوث فرمایا) لوگوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ "قلتین" سے کم پانی میں اگر نجاست مل جائے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے۔ اس کا پینا اور اس سے وضو کرنا، سب حرام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس بارے میں اس وقت تک آگاہ نہیں کیا جب تک کہ ایک شخص نے آکر بیاباں میں واقع پانی کے متعلق آپ سے دریافت نہیں کرلیا جس سے درندے پانی پیتے تھے اور ان کا لعاب پانی میں مل جاتا تھا تو آپ اس کو جواب دیتے ہیں کہ جب پانی "قلتین" ہوجائے تو وہ نجس نہیں۔ گویا آپ امت پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جب پانی پانچ سو رطل عراقی کے مساوی ہوجائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ کوئی بہت بڑی تبدیلی پیدا ہوجائے۔ اور جو پانی "قلتین" سے کم ہوگا تو پھر وہ نجاست کے ملنے سے ناپاک ہوجائے گا۔ تو جو کوئی ایسا خیال رکھتا ہے اس نے اصل غایت و مقصود کو نہیں سمجھا (یعنی شریعت کے مزاج سے ہی ناآشنا ہے) اس نے ایسی بات کہی جس کے متعلق وہ بالکل نہیں جانتا اور ایسی چیز کی بحث میں پڑگیا جس سے اس کو خاموشی اختیار کرنا چاہیے تھی اور متشابہ کے پیچھے چل پڑا۔ ہم اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو ایسے کام انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو اسے پسند ہیں کتاب و سنت کا علم عطا فرمائے۔ حق کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر چلائے۔ باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے بچائے۔

یہی وہ قواعد ہیں جو عام طور پر تمام قسم کے دینی علوم میں اور خاص طور پر علم فقہ میں کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طہارت سے لے کر باب اقرار تک ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔

استنباط مسائل کے طریقے

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا قول ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو جوامع الکلم کی نعمت عطا فرماکر بڑا احسان کیا ہے کتاب اللہ کے کلمات بڑے جامع اور ہمہ گیر ہوتے ہیں وہ اپنے اندر بے شمار پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خصوصی طور پر جامع کلمات کی نعمت عطا فرمائی ہے۔

جو شخص اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے گا وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی بخوبی سمجھ لے گا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا۔"

یہ کلمہ بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ کامل کہنے سے یہ بات خودبخود واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کردیا ہے۔ اب اس میں کسی اضافہ یا زیادتی کی ضرورت نہیں رہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد دین میں ہر نئی بات باطل قرار پائے گی چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ: لوگو! تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی واجب ہے۔ دین میں ہر نئی بات سے بچو کیونکہ ہر بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا انجام دوزخ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کو بھی پیش نظر رکھیے:

فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ

"اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔"

(النساء : ۵۹)

اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کردیا ہے کہ ہم اپنے اختلاف کو رفع کرنے کے لیے اس کے اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت طلب کریں۔ ہمارا پختہ یقین ہے کہ جو کوئی بھی اختلاف کی صورت میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرے گا وہ اختلاف کا حل پائے گا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر امام احمد کی رائے اور دیگر اصحاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آراء میں اختلاف ہوجائے تو اس صورت میں بھی ہمارا موقف یہی ہے کہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے نہ کہ کلام احمد اور کلام اصحاب کی طرف، نہ ہی کسی راجح کلام کی طرف کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ راجح اور مرجوح دونوں کی رائیں غلط ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں صحیح بھی ہوں۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں نقطہ نظر کے قائل اپنی اپنی طرف سے دلائل دے رہے ہیں اور دونوں طرف سے صحیح دلائل کا دعویٰ بھی کیا جارہا ہے مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ صحیح دلائل تو باہم مربوط ہوتے ہیں۔ متناقض نہیں ہوتے، اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں طرف سے پیش کردہ دلائل میں سے ایک طرف کے دلائل غلط ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ جس حدیث کو استدلال کی بنیاد بنایا گیا ہے وہ حدیث صحیح نہ ہو یا جس بات کو بنیاد بتایا گیا ہے وہ اپنی جگہ تو صحیح ہو لیکن اس سے جو بات اخذ کی گئی ہو وہ غلط ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب اختلاف پیدا ہوجائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کریں اور جب حق واضح ہوجائے تو پھر اس کی اتباع کریں، لیکن اگر ایسی صورتحال درپیش ہو کہ صحیح بات واضح نہ ہوپائے اور کسی نہ کسی کی رائے کو اختیار کرنا ضروری بھی ہو تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ترجیح اس شخص کی رائے کو دی جائے جس کے علم و تقویٰ پر زیادہ اعتماد ہو۔

رہا یہ قول کے مسائل اجتہادیہ میں انکار نہیں تو اس کا جواب پہلے گزرے ہوئے قاعدہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اگر کہنے والا اس سے مراد اختلافی مسائل لیتا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ اس کو ایسا سمجھنا غلط ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین ہمیشہ اس رائے کے مخالف رہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا قائل کتنا ہی بڑا عالم اور متقی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اسی دین کی اتباع کریں۔ اس سے جو چیز بھی متصادم ہو اس کو چھوڑدیں۔ غرض یہ کہ جو عالم اس کی مخالفت کرے وہ غلطی پر ہے، اس کو غلطی سے آگاہ کیا جائے گا اور اس کی بات رد کردی جائے گی۔ مسائل اجتہادیہ سے وہ اختلافی مسائل مراد ہوسکتے ہیں جن میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ صحیح کیا ہے۔ سچ پوچھیے تو مسائل اجتہادیہ کا یہی مفہوم ہے۔ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی رائے کا محض اس بنیاد پر انکار کردے کہ اس کے نقطہ نظر یا مسلک کے مطابق نہیں یا لوگ اس پر عمل پیرا نہیں۔ جس طرح انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ علم کے بغیر کوئی حکم دے اس طرح یہ بھی جائز نہیں کہ علم کے بغیر کسی چیز کا انکار کردے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ہی امور کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ

"جو بات تو نہیں جانتا اس کے پیچھے نہ پڑ"۔ (الاسراء ۳۶)

اب رہا اس شخص کا قول جو اتفاق علماء کو حجت کہتا ہے تو اس سے مراد ائمہ اربعہ کا اتفاق نہیں بلکہ تمام امت کا اجماع ہے اور وہی امت کے علماء ہیں۔ اس کا یہ کہنا کہ اختلاف امت رحمت ہے "باطل ہے"۔ رحمت تو جماعت کے ساتھ وابستہ ہے اور فرقہ بندی عذاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿۱۱۸﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ

"لیکن وہ ہمیشہ (قیامت تک) اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تیرا مالک فضل کرے۔"

ھود : ۱۱۸ - ۱۱۹)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود اور ابی (ابن کعب) رضی اللہ عنہما کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق اختلاف سنا تو آپ منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا کہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں، تمہارے اس اختلاف کے سبب مسلمان آخر کس کے فتوی پر عمل کریں، دیکھو آج کے بعد میں تم میں سے کسی دو آدمیوں کا باہمی اختلاف نہ دیکھوں ورنہ میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آوں گا۔ کسی تابعی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ان کے خیال میں مسائل میں صحابہ کے اختلافات امت کے لئے رحمت کا سبب بنے رہیں، اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو رخصت نہ ملتی، مگر اس قول کا اپنا الگ پس منظر ہے اور الگ مفہوم۔ آج ہم بالکل دوسرے قسم کی صورتحال سے دوچار ہیں۔ پھر یہ پہلو بھی ذہن نشین رہے کہ یہ رائے ایک تابعی ہی کی تو ہے۔ اسے رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ صحابہ نے تو اپنے اختلافات کو فتنہ و فساد کا موجب قرار دیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات تو واضح ہے کہ اسلام دو باطل طریقوں کے درمیان حق کا طریقہ اور دو گمراہیوں کے درمیان ہدایت کی راہ ہے۔ یعنی فروعی مسائل مثلاً وہ مسائل جن کا تعلق زکوٰۃ سے ہے ان کے سلسلہ میں ہمارے اسلاف میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر وہ اسے صرف رائے میں اختلاف کی حد تک ہی رکھتے تھے ایک دوسرے پر اعتراض نہیں کرتے تھے برا بھلا نہیں کہتے تھے اور نہ ہی ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے تھے۔ جب آپ کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو بڑا متقی و پرہیزگار ہو مگر مختلف فیہ مسائل میں توقف کی بجائے کسی رائے پر عامل ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس کو برا بھلا کہنا جائز نہیں لیکن اگر حق واضح ہوجائے تو پھر کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ حق کو لوگوں کے قول کی خاطر چھوڑ دے۔ صحابہ کرام بھی بعض مسائل میں بغیر ایک دوسرے پر اعتراض و انکار کے باہمی اختلاف رکھتے تھے مگر جب حق واضح ہوجاتا تو اپنی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔

مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں اللہ اور اس کے رسول کا صحیح حکم جاننے اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا رہے۔ اہل علم سے غلطیاں ہوسکتی ہیں مگر ان کی تکریم و تعظیم ملحوظ رکھنی چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انہیں الہ بنا لیا جائے۔ یہی تو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی نعمتیں نازل ہوئیں۔ ان کی باتوں کو رد کرنا، ان کی توہین کرنا یا انہیں اللہ تعالیٰ کا درجہ دینا، ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا جن پر اللہ کی پھٹکار پڑی۔ جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی تو وہ کہتا ہے کہ "اس مسئلہ کو وہ اوروں سے زیادہ جانتا ہے" ایسا کرنا اور کہنا ان لوگوں کا شیوہ ہے جو راہ راست کو چھوڑ کر دور نکل چکے ہیں اور صحیح راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ انسان تفصیل سے دین کے قواعد و ضوابط سے آگاہ ہو۔ عام طور پر لوگ اسی پہلو سے عدم توجہی برتتے ہیں ان کو دین کے بنیادی اصول و قواعد کا بہت ہی محدود علم ہوتا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں کا کتاب میں اختلاف ہوا کہ آیا متاخرین پر اس کے امکان یا عدم امکان کی صورت میں سیکھنا اور اتباع کرنا واجب ہے یا نہیں۔ تو اس کا حکم رب العزت کا یہ ارشاد ہے:

وَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾

"اور ہم نے خاص اپنے ہاں سے تم کو ایک "ذکر" عطا کیا ہے جو کوئی اس سے منہ موڑے گا وہ قیامت کے روز سخت بار گناہ اٹھائے گا۔" (طٰہٰ ۹۹ -۱۰۰)

اور ارشاد باری ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾

"اور جو میرے "ذکر" سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔" (طٰہٰ ۱۲۴)

اور ارشاد باری ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾

"جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں اور وہ اسی کا رفیق بن جاتا ہے۔" (الزخرف : ۳۶)

شیخ محمد بن عبدالوہاب سے شیخ تقی الدین کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ، انسان کو چاہیے کہ وہ رسول اللہ کے ان مقاصد کو سمجھے جو آپ کے اوامر اور نواہی میں پنہاں ہیں۔ تو اس کی کیا صورت رہے گی؟ شیخ نے کہا کہ شیخ تقی الدین کہنا چاہتے ہیں کہ عام طور پر لوگ فقہ کے مختلف مکاتب کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کو سمجھتے ہیں لیکن ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کے اختلافات سے لوگوں کو متنبہ کریں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ تقی الدین رحمہ اللہ قواعد اول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی دو کاموں کو جاری فرماتے تو اگر کوئی ان میں سے ایک پر عمل کرتا اور دوسرے کو ترک کردیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تعارض نہ ہوتے۔ مثال کے طور پر قراء ات سبعہ، بعض لوگوں نے ایک آیت کے قراء ت کے بارے میں اختلاف کیا، ایک نے کہا: کیا اللہ نے اس طرح نہیں فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو ناپسند فرمایا اور کہا: تم بھی صحیح کہہ رہے ہو اور دوسرا بھی صحیح کہہ رہا ہے یعنی تم دونوں کی تلاوت درست ہے۔ پس آپ نے اختلاف کو ناپسند فرمایا اور سب کو درست قرار دیا۔

دوسری مثال : جب کوئی شخص کسی ایسی قوم کی امامت کرے جو قنوت یا بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے کے قائل ہوں اور امام کی رائے ان سے مختلف ہو، یعنی امام قنوت اور بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے کا قائل نہ ہو تو اس حالت میں امام کی رائے افضل ہوگی۔ البتہ اگر وہ مقتدیوں کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھائے تو یہ زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔ گویا کہ جس شخص کے مسلک کو ترجیح دی جانی چاہیے تھی وہ اپنے مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک کو ترجیح دے رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد اور اس سے متعلق امور

ابن قیم رحمہ اللہ "اعلام الموقعین" میں رقمطراز ہیں کہ جب کسی سلسلہ میں کسی صحابی کا کوئی قول ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اس میں کسی دوسرے صحابی کا بھی قول اس کے مخالف تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ دونوں صحابی ایک ہی مرتبہ کے ہیں یا ایک دوسرے سے مرتبہ میں کم یا زیادہ ہیں۔ اگر وہ مرتبہ میں ایک جیسے ہیں تو ایک کا قول دوسرے پر حجت نہ ہوگا۔ اگر ایک علم میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہو جیسے کہ کسی ایک مسئلہ میں کسی صحابی کی ایک رائے ہو اور خلفاء راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد کی کوئی دوسری رائے ہو۔ تو کیا ایسے مسئلہ میں خلیفہ راشد کی رائے دوسرے صحابی کی رائے کے مقابلہ میں حجت ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کے دو اقوال ہیں اور یہ دونوں قول امام احمد سے منقول ہیں، مگر ارجح قول یہ ہے کہ خلیفہ راشد کا قول حجت ہوگا، اگر کسی مسئلہ میں چاروں فقہا کی ایک رائے ہو تو پھر وہی رائے صحیح ہوگی اور اگر ان کی اکثریت ایک جانب ہو تو اس کے صحیح ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں خلفا اربعہ میں سے دو ایک طرف اور دو ایک طرف ہوجائیں تو پھر اسی صورت میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی رائے صحت سے زیادہ قریب ہوگی۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میں اختلاف کی صورت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ ایسے امور ہیں جن کا احاطہ اہل علم اور باخبر افراد ہی کرسکتے ہیں۔ اسی بات کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ کافی ہے کہ دادا اور بھائیوں کی وراثت کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے یا ایک مجلس میں تین طلاق کو ایک قرار دیا گیا ہے یا امہات الاولاد کی بیع کو جائز گردانا گیا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی فتوی ایسا صادر نہیں ہوا جو کسی نص کے خلاف ہو یا کوئی ایسا نقل نہیں ہے جس کا ماخذ کوئی ضعیف روایت ہو۔

اگر کسی مسئلہ میں کسی صحابی کے قول کا مقابلہ کسی دوسرے صحابی کے قول سے نہیں ہے تو دیکھا جائے گا کہ قول صحابہ میں مشہور ہے یا نہیں اور اگر قول مشہور ہے اور اس سے فقہاء کی کثیر تعداد نے بھی اتفاق کیا ہے تو وہ اجماع قرار پائے گا اور حجت ہوگا۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ وہ صرف حجت ہوگا اجماع نہیں قرار پائے گا۔ متاخرین میں سے بعض فقہا نے اسے نہ اجمالی قرار دیا ہے اور نہ حجت۔ اگر یہ قول مشہور نہ ہوا یا یہ معلوم نہ ہوسکا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول مشہور ہوا یا نہیں؟ تو ایسے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اسے حجت تسلیم کیا جائے گا یا نہیں۔ جمہور کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسے حجت تسلیم کیا جائے گا، جمہور فقیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ اس کی صراحت محمد بن حسن نے کی ہے اور یہی مسلک امام مالک اور ان کے اصحاب کا ہے اور اس طرح اسحاق اور ابوعبید کی ہے اور یہی امام احمد سے منقول ہے اور امام شافعی کی رائے ہے۔ جو لوگ اسے حجت تسلیم نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ اگر صحابی مجتہد بھی ہو تو بھی اس سے غلطی کا امکان ہے، اس لئے کہ جو دلائل تقلید کے باطل ہونے پر دلالت کرتے ہیں ان کا اطلاق صحابی یا غیر صحابی دونوں پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی تابعی صحابہ کا زمانہ پاتا ہے اس کی اختلاف رائے بھی قابل عذر ہوسکتی ہے۔ اس لئے قول واحد اس پر حجت کیسے ہوگی اور اس لئے بھی کہ دلائل کی بنیاد صرف کتاب و سنت، اجماع قیاس اور "استصحاب" پر ہے۔ جس میں صحابی کا قول شامل نہیں ہے۔ اس کا افضل ہونا یا علم میں زیادہ ہونا۔ کسی مجتہد تابعی پر اس کے اتباع کو واجب نہیں کرتا۔

اس موضوع پر گفتگو دو پہلوؤں سے کی جاسکتی ہے۔

اول : وہ دلائل پیش کیے جائیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اتباع کو واجب کرتے ہیں۔

دوم: ان دلائل کی تردید جائے جو اتباع کی نفی کرتے ہیں۔

اتباع کے سلسلہ میں پہلی دلیل جو امام مالک نے دی ہے اللہ کا یہ قول ہے:

وَالسَّـٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَـٰنٍ

"مہاجر اور انصار میں سے جنھوں نے دعوت ایمان پر لبیک کہنے ہیں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔" (التوبہ : ۱۰۰)

اس آیت کو دلیل کے طور پر اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اس لئے جب صحابہ سے کوئی بات ثابت ہو اور اس کی پیروی کرنے والا اسی قول کی حجت کی چھان بین کئے بغیر ان کی پیروی کرتا ہو، تو وہ ان کا متبع ہے۔ اگر یہ اتباع تقلید محض ہو، جیسا کہ بعض مفتیوں کی تقلید کی جاتی ہے تو اسے رضائے الٰہی حاصل نہ ہوگی، علما کے لئے ان کی ایسی پیروی جائز نہیں۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اتباع کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو بات کہیں اس کو دلیل کی بنا پر اپنایا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اتباع کو "احسان" کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ اس لئے جو کوئی بغیر سوچے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھے ان کی تقلید کرتا ہے تو ایسے "احسان" کے ساتھ اتباع نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ اگر مطلق اتباع کوئی پسندیدہ بات ہوتی تو پھر "احسان" کی شرط نہ لگائی جاتی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت مذکورہ میں مراد اصول دین میں اتباع ہو اور "احسان" سے مراد فرائض کا التزام اور محرمات سے اجتناب ہو۔ اس طرح آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس دور کے لوگوں سے خوش ہیں اگرچہ ان سے بعد میں کچھ غلطیاں بھی سرزد ہوئیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کے سلسلے میں فرمایا:

«وما يدريك أن الله قد اطلع على أهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم»

"تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر ڈالی ہو اور ان کے بارے میں کہہ دیا ہو کہ تم اب جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا۔" (متفق علیہ)

پھر تعریف ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے تمام صحابہ کا اتباع کیا۔ یعنی ان امور میں اتباع کیا جن پر وہ متفق ہیں۔ اس طرح اتباع کرنے والوں کی تعریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ صحابہ کا اتباع واجب ہے۔ اس سے صرف جواز ثابت ہوتا ہے اور اس دلیل سے کسی عالم کی تقلید کا جواز پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ایک گروہ کا خیال یا اپنے سے زیادہ جاننے والے کی تقلید ثابت ہوتی ہے۔ البتہ مذکورہ آیت سے علماء کی تقلید کو واجب قرار دینے کی دلیل نکالنا بھی درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مزید چند باتیں غور طلب ہیں۔

اتباع سے یہ لازم نہیں آتا کہ اجتہاد بھی کیا جائے۔ اس دعویٰ کے حق میں مختلف باتیں کہی جاسکتی ہیں:

اول یہ کہ قرآن مجید کی جن آیات میں اتباع کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾

(اے نبی لوگوں سے کہہ دو:) "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔" (آل عمران: ۳۱)

وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾

"اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔" (الاعراف: ۱۵۸)

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ

"اور جو مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرا راستہ اختیار کرے (اس کا انجام برا ہوگا)"

(النساء:۱۱۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اتباع کے لئے ضروری ہے کہ قائل سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کے قول کی صحت کے بارے میں اول اطمینان کرلیا جائے۔

دوم : اگر اتباع سے مراد صحابہ کی طرح استدلال و اجتہاد کرنا ہوتا تو پھر ان پہلے دور کے افراد میں اور باقی مخلوق میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، اس لئے کہ کسی دلیل کے تقاضوں کا اتباع ہر شخص پر لازم ہے۔

سوم : یہ کہ استدلال کے بعد تو ان کے قول سے اختلاف ہوگا یا اتفاق۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان سے اختلاف کرنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو ہم یہی بتانا چاہتے ہیں اور اگر جائز ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے اصل حکم کی مخالفت ہوئی اور ان کا اتباع صرف استدلال تک محدود ہوگیا، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے والا ان کا متبع نہیں کہا جاسکتا۔ اس نے تو صرف استدلال کے عمل میں ان کا اتباع کیا مگر ان کے قول کی مخالفت کی جو آپ کا اصل حکم ہے۔

چہارم : جس نے ان کی اس رائے کے خلاف کیا جو انہوں نے قائم کی وہ درحقیقت ان کا متبع نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجتہد کی رائے سے اختلاف کرے تو ایسے شخص کو اس کا متبع نہیں کہا جاسکتا اور اگر اس کو متبع کہا بھی جائے تو لازم ہے کہ اتباع کی نوعیت واضح کردی جائے، یعنی یہ کہا جائے کہ وہ صرف استدلال اور اجتہاد کے عمل میں اس کا متبع ہے۔

پنجم : "اتباع" "تبع" سے افتعال کا صیغہ ہے، انسان کا کسی دوسرے کا "تابع" ہونا اس کے حاجت مند ہونے اور اس کے پیچھے چلنے پر دلالت کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں کہ دونوں مجتہد ہوں تو ان کو ایک دوسرے کا تابع نہیں کہا جاسکتا۔

ششم : آیت مذکورہ میں دراصل ان "سابقین اولین" کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ ان کو حق پہنچتا ہے کہ ان کی اتباع کی جائے۔ وہ امام ہیں، لیکن اگر ان کے قول سے اتفاق کرنا ضروری نہیں ہے اور اس سے اختلاف ممنوع نہیں ہے تو پھر یہ منصب انہیں کیسے حاصل ہوگا۔

ہفتم : جس نے ان کے قول سے اختلاف کیا تو اس نے ان کے قول کا اتباع نہیں کیا اور نہ ہی ان کے استدلال و استنباط کی پیروی کی۔ ایسا شخص صرف اس بناء پر ان کا متبع قرار دیا جاسکتا کہ اس نے استدلال اور اجتہاد کے عمل میں ان کے ساتھ شرکت کی ایسا اشتراک تو ان کے لئے خاص نہیں ہے۔ یہ تو کسی اور کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔ اب اگر ایک حکم کا ایک پہلو ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ مخصوص ہو اور دوسرا پہلو عام ہو اور دونوں لاگو ہوتے ہوں تو ضروری ہے کہ ان میں فرق کیا جائے۔

آیت میں "احسان" کی جو قید لگائی گئی ہے تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ اجتہاد کرے خواہ اس کا اجتہاد موافق ہو یا مخالف کیونکہ مخالفت کی صورت میں اتباع نہیں ہوگا چہ جائیکہ "احسان" کے ساتھ ہو۔ پھر محض اجتہاد کرنے میں ان کا کوئی اتباع نہیں ہوا۔ اتباع تو اسی وقت ہوگا جب کہ اعتقاد اور قول میں ان کی موافقت ہو۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ متبع نیکو کار ہو، یعنی فرائض ادا کرے اور محارم سے بچے تاکہ صرف قول میں موافقت کی وجہ سے، اس کو غلط فہمی نہ ہو۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اتباع کرنے والا ان بزرگوں سے متعلق اچھی بات کہے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط اس لئے لگائی کہ اسے علم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان کو برا بھلا کہیں گے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ مہاجرین اور انصار کا ذکر کرکے فرمایا: "والذین جاء وا من بعد هم" یعنی وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے یہ خیال کے ان بزرگوں کی اتباع صرف اصول دین میں ضروری ہے نہ کہ فروع میں تو یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اتباع کا لفظ عام ہے، صرف اصول دین میں اتباع کے کوئی معنی نہیں اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو اہل کتاب بھی متبعین کی فہرست میں شامل ہوسکتے۔ مزید یہ کہ اس طرح تو اتباع کو سابقین کے ساتھ مخصوص کرنے کے معنی باقی نہیں رہتے۔ سابقین یا غیر سابقین یا امت کے دیگر افراد سب کا اتباع ایک درجہ کا ہوجائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ فلاں فلاں متبع ہے اور اس اتباع کو کسی لفظی یا حالی قرینہ سے محدود نہ کیاجائے تو مفہوم یہی لیا جائے گا کہ اتباع ان تمام معاملات میں ہوگا جن میں اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اگر کوئی ایک وقت تو اتباع کرے اور دوسرے وقت مخالفت کرے تو اسے متبع نہیں کہا جاتا بلکہ وہ مخالف کہے جانے کا زیادہ مستحق ہے تو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی کیونکہ جو حکم مشروط ہو کسی امر کے ساتھ تو وہ اسی حکم کا سبب قرار پاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب صحابہ کی اتباع اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب قرار پایا تو اتباع کا حکم ہی معاملات میں شامل ہوگا، اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اتباع کرنے والا اس شخص کا تابع ہے جس کا وہ اتباع کررہا ہے لیکن اصول دین کا معاملہ ایسا نہیں۔ آیت مبارکہ میں ان بزرگوں کی تعریف کی گئی ہے اور انہیں آنے والوں کے لیے امام بنایا گیا ہے۔ پس اگر اس آیت کا حکم صرف اصول دین میں اتباع تک محدود ہوتا تو یہ ائمہ نہ قرار پاتے کیونکہ یہ امور تو معلوم اور معروف ہیں ان کے لیے ان کا علم ان بزرگوں کے اتباع پر منحصر نہیں ہے اور یہ بات کہ آیت انہیں لوگوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحسین کرتی ہے جو ان بزرگوں میں سے سب کی اتباع کریں تو یہ عرض ہے کہ آیت میں "تحسین" انہیں لوگوں کے لیے ہے جو ان بزرگوں میں سے ہر ایک کی اتباع کرے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول : "والسابقون الاولون والذین اتبعوهم" کا تقاضا ہے کہ اس کی رضا سابقین اور ان کے متبعین میں سے ہر فرد کو حاصل ہو جس کی طرف یہ اشارہ مندرجہ ذیل آیت میں کیا گیا ہے۔

رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا

"اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گے اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔" (التوبہ : ۱۰۰)

یہی بات "اتبعوهم" کے لئے صادق آئے گی چونکہ آیت کا حکم بزرگوں کے اتباع کے ساتھ شروع کردیا گیا ہے اس لیے وہ ان کی فرداً فرداً اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے شامل ہوگا۔

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جو احکام عمومی الفاظ میں دیئے گئے ہیں وہ اصولاً امت کے ہر فرد کے لیے ہیں مثلاً جب یہ کہا گیا کہ "واقیموا الصلاة" نماز قائم کرو" یا "لقد رضی اللہ عن المؤمنین" "اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا" یا یہ کہ "وکونوا مع الصادقین" "راست باز لوگوں کے ساتھ رہو" تو ان احکامات کے مخاطب سب افراد ہوتے ہیں لیکن جو احکام ایک جماعت سے بحیثیت جماعت کے نہ ہوں بلکہ افراد کے متعلق ہوتے ہوں۔ تو ان میں خطاب جماعت سے ہوتا ہے مثلاً "ہم نے تم کو ایک بہترین امت بنایا" یا "تم سب سے بہتر امت ہو" یا "جو مسلمانوں کی راہ سے مختلف راہ اختیار کرے" ان آیات میں امت اور مسلمانوں کی راہ "سبیل المومنین" کے الفاظ کا اطلاق امت کے افراد پر یا مومنوں کے افراد پر بحیثیت افراد نہیں ہوتا۔ لیکن سابقین کے لفظ کے ساتھ یہ بات نہیں ہے اس کا اطلاق فرداً فرداً ہر سابق شخص پر ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ آیت ان بزرگوں کی، انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں میں اتباع کو شامل ہے۔

پس جب وہ متفق ہوں تو ان کی جمعیت کا اتباع کرنا اور جب ان میں سے کسی ایک سے کوئی قول ثابت ہو اور اس کے خلاف کسی دوسرے کا قول نہ ہو تو اس قول کا اتباع کرنا سابقین کا اتباع کرنا ہوگا۔ اگر سابقین میں سے کسی کے قول کی مخالفت کی جائے تو اسے سابقین کا اتباع نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ بہر حال سابقین میں سے کسی ایک کی مخالفت تو ہوگی خواہ مخالفت کبھی ایک فرد اور کبھی دوسرے فرد ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس وضاحت سے اس سوال کا بھی جواب مل گیا کہ اگر ان بزرگوں کے درمیان اختلاف ہو تو ان کی اتباع کی کیا نوعیت ہوگی۔ اس صورت میں ان کے اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ استدلال اور اجتہاد کی بنیاد پر کسی ایک قول کی اتباع کی جائے۔ اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ خود ان مختلف اقوال کے جواز پر متفق ہیں جس کا اجتہاد جس قول کی تائید میں ہو۔ اس کا اتباع کرے جس نے ایسا کیا، اس نے ان کا اتباع کرلیا۔ البتہ اگر کسی سے کوئی قول ثابت ہے اور اس کے بارے میں دوسرے کی مخالفت معلوم نہیں تو سابقین نے اسی قول سے اختلاف کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ آیت کا اقتضا ہے کہ مطلقاً ان کا اتباع کیا جائے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ کسی کو ایسی نص مل جائے جو ان بزرگوں میں سے کسی ایک کے قول کے مخالف ہو تو ہمیں معلوم ہے کہ اگر انہیں نص مل جاتی تو وہ اس کے خلاف نہ جاتے لیکن جب ہم کوئی رائے قائم کریں تو اس کے خلاف رائے قائم کرنا جائز ہے۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ ان بزرگوں کا اتباع ان مسائل میں ضروری ہے جن میں وہ متفق ہیں تو ان کا اتباع صرف ان امور میں محدود ہوگا جو دین کے بنیادی اصول ہیں۔ کیونکہ سابقین اولین جماعت میں بہت بڑی جماعت ہے۔ ان کا اجماع ہے۔ صرف اصول میں معلوم ہے، رفعی امور میں نہیں۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو پھر یہ وہی بات ہے جن کی تردید کی جائے گی۔ صرف بنیادی اصولوں میں اتباع کی کوئی اہمیت نہیں۔ مزید یہ کہ جہاں تک سابقین کی پوری جماعت کا تعلق ہے تو ان میں سے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں وفات پاگئے تھے اس لئے ان کے اتباع کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہی کافی تھا۔

اگر فرض کرلیا جائے کہ اس وقت کوئی ان کا متبع تھا تو پھر وہ سابقین میں سے ہوگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تابعین کے لئے تمام ہی سابقین کا اتباع ممکن نہیں ہے۔ علاوہ ازیں تمام سابقین کے اقوال کا احاطہ بھی تقریباً ناممکن ہے۔ مزید یہ کہ یہ بزرگ سابقین ہونے کی وجہ سے امامت کے مستحق قرار پائے ہیں اور یہ صفت ان میں سے ہر ایک میں پائی جاتی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ایک متقین کا امام ہو جس طرح کہ ہر ایک رضائے الٰہی اور جنت کا مستحق ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں کوئی ایسی بات نہیں جو ان کے اتباع کو واجب کرتی ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ آیت کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو ان بزرگوں کے اتباع، احسان کے ساتھ یعنی بھلے طریقے سے کرے۔ اس بات پر تو دلیل موجود ہے کہ ان اقوال کا اتباع علم کے بغیر نہ ہوگا بلکہ علم کے ساتھ ہوگا اور یہی بات ہم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں کہ کوئی اسے تقلید کہے یا اجتہاد۔ اگر کسی عالم کے لئے دوسرے عالم کی تقلید حرام ہو جیسا کہ شافعیوں اور حنبلیوں کا قول ہے تو ان بزرگوں کا اتباع تقلید نہیں ہے کیونکہ وہ تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسندیدہ چیز ہے۔ اگر چہ ان کی تقلید جائز ہے یا کم از کم تقلید حرام میں داخل نہیں ہے کیونکہ کسی نے نہیں کہا ہے کہ علماء کی تقلید رضائے الٰہی کی موجب ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان بزرگوں کی تقلید حرام کے دائرے سے خارج ہے۔ عام علماء کی تقلید اگر جائز بھی ہو تو بھی ان کے قول کو چھوڑ کر کسی اور کا قول اختیار کرنا یا خود اجتہاد سے کوئی رائے قائم کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ صرف مباح چیزوں کے انجام دینے سے رضائے الٰہی نہیں حاصل ہوتی۔

دوسری بات یہ کہ اللہ کی رضامندی ہی عظیم مقصد ہے اور یہ افضل اعمال ہی کے باعث حاصل کی جاسکتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تقلید افضل اعمال میں سے نہیں ہے بلکہ اجتہاد اس سے افضل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جس مسئلہ میں وہ اور ان کے بعد والے مختلف ہوں اس میں ان کا اتباع کرنا موجب رضامندی اللہ تعالیٰ ہے اور بے شک ان کا قول ارجح ہے۔ یہ بات بھی ہے کہ جو بھی ان بزرگوں کا اتباع احسان کے ساتھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کی ہے تقلید عام لوگوں کا کام ہے اگر اتباع سے تقلید مراد ہوتی جس کے خلاف کرنا جائز ہے تو اس کام میں عوام الناس کا مقصد علماء سے بڑھ کر ہوتا۔ اگر ان بزرگوں کا اتباع کرنا موجب رضائے الٰہی ہے تو اس کا ترک کرنا موجب رضا الٰہی نہ ہوگا۔ کیونکہ کوئی اجر کسی ایک فعل کے کرنے اور نہ کرنے دونوں پر مرتب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنا واجب ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی واجب نہ کرتا تو اس کے نہ طلب کرنے پر یا تو راضی ہوتا یا معاف کردیتا اور عفو کا صدور خطا کے بعد ہی ہوتا ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متبع بالرضوان کی تعریف فرمائی ہے مگر اسے صریح طور پر واجب نہیں قرار دیا کیونکہ اتباع کا وجوب افعال میں اتباع کو شامل ہے اور مطلق مخالفت کی حرمت کا متقاضی ہے جس سے مخالفت کی مذمت لازم آتی ہے۔ اگرچہ معاملہ ایسا نہیں ہے جہاں تک اقوال کا تعلق ہے تو ان میں اختلاف کا کوئی جواز نہیں ہے جب کہ ان میں اللہ کی دلیل ثابت ہوچکی ہو ان کا اتباع واجب ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ سابقین تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی یا بیعت رضوان میں شریک تھے یا ان سے قبل تھے تو جو لوگ ان کے بعد اسلام میں آئے ان کے اتباع کے لئے کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیعت رضوان والوں کی اتباع کا ثابت ہونا ہی بڑا مقصد ہے اگر چہ کوئی ان میں اور دوسرے صحابہ میں فرق کا قائل نہیں ہے۔ ہر صحابی اپنے دور سے بعد آنے والے صحابی کے مقابلے میں سابق ہے۔

دوسری دلیل : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٱتَّبِعُوا۟ مَن لَّا يَسْـَٔلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢١﴾

"پیروی کرو ان لوگوں کی جو تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے اور ٹھیک راستے پر ہیں۔"
(یسین : ۲۱)

مذکورہ آیت میں اس (مومن) شخص کی طرف اشارہ ہے جس نے (اللہ کے برگزیدہ) بندوں کے اتباع کے لئے یہ استدلال پیش کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حوالہ اور یہ اشارہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کو اس شخص کی یہ بات پسند آئی۔ ان کلمات کا ادا کرنے والا اس کا محبوب ٹھہرا۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ تمام صحابہ سب کے سب بے لوث تھے۔ انہوں نے کوئی اجر طلب نہیں کیا اور سیدھے راستے پر گامزن تھے۔

ان کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾

"اور تم آگ کے گڑھے (دوزخ) کے کنارے آلگے تھے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچالیا۔"
(آل عمران : ۱۰۳)

واضح رہے کہ "لعل" کا لفظ قرآن میں اللہ کی طرف سے (واجب) (ایسی بات کے لیے ہوتا ہے جس کا ہونا لازمی ہو۔) کے لیے ہوتا ہے۔

فرمان عزوجل ہے:

وَٱلَّذِينَ ٱهْتَدَوْا۟ زَادَهُمْ هُدًى وَءَاتَىٰهُمْ تَقْوَىٰهُمْ ﴿١٧﴾

"اور جو لوگ راہ پائے ہوئے ہیں ان کو اللہ زیادہ ہدایت دیتا ہے۔" (محمد : ۱۷)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾

"وہ ان کی رہنمائی فرمائے گا (یعنی جنت کی طرف رہنمائی کرے گا) ان کا حال درست کردے گا"
(محمد : ۵)

وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

"جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔" (العنکبوت : ۶۹)

ان میں سے ہر ایک نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، ہاتھ سے بھی، اور زبان سے بھی۔ اور اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی نے انہیں ہدایت دی جس کو وہ ہدایت دے بس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ یہ آیت دلیل ہے صحابہ کرام کی اتباع اور ان کی پیروی واجب ہے۔

تیسری دلیل

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَٱتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىَّ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾

"مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔" (لقمان : ۱۵)

تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم ہی اللہ کی طرف رجوع کرنے والے، اس سے لَو لگانے والے اور اس کی طرف متوجہ ہونے والے تھے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ان کے اختیار کردہ راستہ پر چلا جائے۔ ان کی پیروی کی جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے اقوال، ان کے اعتقادات اور ان کے نظریات کو نشان راہ سمجھا جائے۔ ان کی اللہ کی طرف مائل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ہدایت یافتہ تھے اور ہدایت انہی کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ﴿١٣﴾

"اور جو کوئی اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اسکو اللہ راستے دکھلاتا ہے"۔ (الشوریٰ : ۱۳)

چوتھی دلیل

ارشاد باری ہے: قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾

"اے پیغمبر ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے۔ کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی"۔ (یوسف : ۱۰۸)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس حقیقت سے روشناس فرمارہے ہیں کہ جو رسول کی اتباع کرتا ہے وہ بصیرت، شعور و آگہی، یقین و اعتماد، دلائل و براہین سے مسلح ہوکر لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور جو بھی اس جوہر سے مالامال ہو اس کی پیروی واجب ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں جنات کی جو گفتگو نقل کی ہے وہ اس نظریے کی دلیل فراہم کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِىَ ٱللَّهِ

"اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرلو"۔ (الاحقاف : ۳۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَٰمٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَىٰٓ

(اے نبی) کہو! حمد ہے اللہ کے لیے اور سلام اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔ (النمل : ۵۹)

ابومالک کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت میں "عبادہ الذین الصطفی" سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے :

ثُمَّ أَوْرَثْنَا ٱلْكِتَٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِۦ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِٱلْخَيْرَٰتِ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَضْلُ ٱلْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾

"پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنادیا یا لوگوں کو جنہیں ہم نے (اس وراثت کے لیے) اپنے بندوں میں سے چن لیا"۔ (فاطر : ۳۲)

چھٹی دلیل

خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ علم سے نوازے گئے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَرَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ ٱلْحَقَّ وَيَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ ﴿٦﴾

"علم رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ سراسر حق ہے اور وہ عزیز و حمید کا راستہ دکھاتا ہے۔" (سبا : ٦)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

حَتَّىٰٓ إِذَا خَرَجُوا۟ مِنْ عِندِكَ قَالُوا۟ لِلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ مَاذَا قَالَ ءَانِفًا ۚ

"اور پھر جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جنہیں علم کی نعمت بخشی گئی ہے پوچھتے ہیں کہ ابھی ابھی انہوں نے کیا کہا تھا؟" (محمد : ١٦)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ۚ

"تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے اللہ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا"۔ (المجادلہ : ١١)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"العلم" میں لام استغراق کا نہیں عہد کا ہے۔ یعنی وہ علم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرماکر دنیا میں بھیجا تھا۔ ذرا غور کیجیے کہ یہ صحابہ کرام جب اس "اعلم" سے نوازے گئے ہیں تو پھر ان کی اتباع واجب ہوئی یا نہیں۔

ساتویں دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

"لوگوں کے لیے جتنی امتیں پیدا ہوئیں ان سب میں تم بہتر ہو۔" (آل عمران : ۱۱۰)

اس میں اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے کہ صحابہ کرام ہر قسم کے نیک کاموں کا حکم دینے والے اور تمام ہی برے کاموں سے روکنے والے تھے پس اگر کوئی نیا واقعہ ان کے زمانہ میں پیش آیا ہو اور اس سے متعلق رہنمائی دیتے یا فتوی صادر کرنے میں کسی نے غلطی کی ہو یا غلط فتوی دیا ہو تو اور صحابہ کی جماعت میں کوئی بھی ایسا شخص موجود نہ تھا جس نے زیر بحث مسائل میں معروف کا حکم دیا ہو اور منکر سے روکا ہو۔ (تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا) اس لیے کہ صحیح بات ہر ایک جانتا ہے۔ اور اسی طرح برائی بھی برائی سمجھی جاتی ہے اگر یہ صحیح نہ مانا جائے تو اس آیت کو "اجماع" پر دلیل بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

آٹھویں دلیل

فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔" (التوبہ ۱۱۹)

بہت سے اسلاف کا قول ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں۔ ان کے "ائمہ صادقین" ہونے میں کوئی شبہ نہیں ان کے بعد آنے والے حق وصداقت کے پرستار حقانیت وسچائی کے علمبردار بھی انہی کے پیروکار تھے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے بعد میں آنے والے یہ پیروان حق و صداقت صحابہ ہی کے پیرو تھے۔ انہوں نے صحابہ کا طریقہ اختیار کیا اور انہی کے نقش قدم پر چل پڑے۔ بلکہ وہ انہی کے ہمدم و ہم قدم تھے یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ صحابہ کی پیروی کا دم بھرنے والا اگر کسی بھی موڑ پر صحابہ کی مخالفت کرتا ہے یا صحابہ کے نقش قدم کو چھوڑدیتا ہے تو اسے صحابہ کا پیروکار نہیں کہا جائے گا چاہے وہ دیگر معاملات میں صحابہ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیرو ہو۔ کسی بھی مرحلہ پر صحابہ کے طریقہ سے انحراف اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے صحابہ کی معیت کو مطلق طور پر چھوڑ دیا ہے۔ اگر معیت کا کچھ حصہ اس کی موافقت کے سبب سے حاصل ہوا۔ اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ اس حصہ کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ ہے اس کی وہی نوعیت ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی، شرابی اور ڈاکو سے مطلق ایمان کی نفی فرمائی یا کسی کو ایک دو مسئلہ بیان کرنے کی وجہ سے فقیہ یا عالم کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

"معیت" مطلقہ اور "مطلق معیت" میں فرق ہے۔ جبکہ شارع نے معیت مطلقہ کا حکم دیا ہے نہ کہ صرف "مطلق معیت" کا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ہم سے یہ مطالبہ نہیں کہ ہم کچھ معاملات میں تو صحابہ کی اتباع کریں اور کچھ معاملات میں ان سے اپنی راہیں جدا کرلیں۔ اور معیت کا ہم یہ مفہوم سمجھ بیٹھیں جس پر صرف "معیت" کے اسم کا اطلاق ہوجائے (یعنی جسے معیت کہہ دینا کافی ہو) اس طرح تو اللہ کے احکامات و اوامر کو سمجھنے میں بڑی غلطی ہوگی۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے ، حق صداقت کی راہ اپنانے، عفت و پاکدامنی کی صفت سے متصف ہونے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے فریضہ کو انجام دینے، جہاد اور اس طرح کے دیگر فرائض کو بجالانے کا حکم دیا ہے تو اس کا مطالبہ ہم سے صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ہم ان تمام فرائض کی بجاآوری سے کم از کم بس نام کی حد تک عہدہ برا ہوجائیں۔

نویں دلیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ

"اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"۔ (البقرہ : ۱۴۳)

اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بتایا کہ میں نے انہیں ایک بہترین اور عادل امت بنایا، یہ وسط کی حقیقت ہے۔ یہ امت اپنی نیتوں، ارادوں، اعمال و اقوال کے اعتبار سے سب امتوں میں برتر و بہتر ہے۔ اسی سبب یہ لوگ روز قیامت رسولوں کے گواہ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی شہادتیں روز قیامت قبول فرمائے گا۔ اس لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تعریف فرمائی۔ فرشتوں میں ان کا ذکر کیا۔ ان پر اپنی رحمتیں نازل کیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو گواہ بنالیا تو ملائکہ کو ان کے اوپر رحمتیں بھیجنے اور دعا و استغفار کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی گواہی قبول کی جائے گی جو علم و صدق کے ساتھ گواہی دیں اور سچی بات کہیں جیسے فرمان عزوجل ہے:

إِلَّا مَن شَهِدَ بِٱلْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾

"البتہ جنھوں نے حق بات کی یقین رکھ کر گواہی دی"۔ (الزخرف ۸۶)

کبھی انسان بے علمی سے بھی حق بات کہہ دیتا ہے اور کبھی علم ہوتے ہوئے بھی حق بات بیان نہیں کرتا۔ پس اللہ کے نزدیک مقبول شہادت وہی ہے جو علم کی بنیاد پر دی جائے۔ اگر صورتحال یہ ہوجائے کہ صحابہ کی جماعت میں سے کوئی صحابی قرآن و سنت کے مخالف فتویٰ دیدے جبکہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا صحابی صحیح صحیح اور قرآن و سنت کے مطابق فتویٰ نہ دے تو یہ اس کی دلیل ہوگی کہ یہ امت حق و صداقت پر گامزن نہیں ہے۔ اور اس طرح صحابہ دو قسموں میں بٹ جائیں گے۔ ایک تو وہ جنھوں نے غلط اور باطل فتوے دیے اور دوسرے وہ جنھوں نے سکوت اختیار کیا۔

دسویں دلیل

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَجَٰهِدُواْ فِي ٱللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِۦۚ هُوَ ٱجْتَبَىٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍۚ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَۚ هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ ٱلرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِۚ

"اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمھیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہوجاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر، تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔" (الحج : ۷۸)

یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی جارہی ہے کہ صحابہ کو اس نے منتخب کرلیا ہے۔ اجتباء، اصطفا کے ہم معانی ہے۔ یہ "جبی" کا مصدر افتعال ہے تو معنی یہ ہوا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں، اللہ کے ہاں ان کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ یہ اس کے مقربین میں شامل ہوچکے ہیں ان کی شان یہ ہے کہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اس کا حق ادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ اس کا مثالی نمونہ پیش کریں وہ خود کو اس راہ میں پوری طرح سے لگادیں، کھلادیں۔ یہاں تک کہ اس راہ میں اپنی جان بھی نچھاور کردیں۔ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہوکر رہیں۔ اس سے محبت کریں اور صرف اور صرف اس کی عبادت کریں۔ ان کی محبت اور ان کی عبادت۔ ہر طرف سے یکسو ہوکر۔ صرف اللہ کی ذات سے وابستہ ہو۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ نے انہیں دوسرے لوگوں میں اس امتیازی مقام سے نوازا ہے۔ دوسروں کے مقابلہ ان کو اپنا برگزیدہ بنایا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتایا کہ اس نے ان کے لیے دین کو انتہائی آسان کردیا اور اس دین میں ان کے لیے کسی قسم کی تنگی نہیں رکھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے انتہائی الفت و محبت، بے پناہ شفقت و انسیت کی کمال درجہ کی رافت و رحمت کی دلیل ہے۔ وہ امام الحفاء یعنی اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا دامن پکڑیں، ابراہیمی ملت کا جز بن جائیں۔ یعنی ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اس کی تعظیم کریں، اس سے لو لگائیں۔ اسی سے خوف کھائیں اسی سے امیدیں وابستہ کریں، اسی پر توکل کریں اسی کی طرف رجوع کریں۔ اسی کو سجدہ بجالائیں۔ سپردگی اور حوالگی بھی اس کے لیے ہو۔ اس طرح سے ان کے دل صرف اور صرف اللہ کی طرف یکسو ہوجائیں گے۔ اللہ کی طرف سے مزید اس حقیقت کی اطلاع دی جارہی ہے کہ ابھی ان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر افزائی فرمائی تھی۔ ابھی وہ عدم سے وجود میں بھی نہیں آتے کہ ان کو "مسلمان" جیسے نام سے موسوم کردیا گیا تھا اور ان کے وجود میں آنے کے بعد بھی ان کی قدر و منزلت کو بلند کرتے ہوئے "مسلمان" کے نام سے یاد فرمایا تاکہ ان کا رسول ان پر گواہ بنے اور وہ انسانوں پر گواہ بنیں۔ ایک طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا پیغام ان تک پہنچادے اور دوسری طرف وہ لوگ نبی کے اس کام پر گواہی دیں۔ کہ اس نے اپنی ذمہ داری کا حق ادا کردیا۔ اللہ کی حجت تمام کردی۔

مذکورہ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرات صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنے عظیم درجے کے حامل ہیں اور اس کے دربار میں جب انہیں اتنا اونچا مقام ہے تو یہ بالکل ناممکن ہے کہ اللہ ان کو کسی مسئلہ میں صحیح موقف اختیار کرنے، صائب رائے ظاہر کرنے یا درست فتویٰ دینے سے محروم کردے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان میں سے کوئی غلط فتویٰ دے بیٹھے۔ اور اسی طرح کوئی دوسرا صحیح موقف واضح نہ کرسکے۔ اور ان کے بعد مسئلے کا صحیح پہلو سامنے آئے۔

واللہ المستعان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیارھویں دلیل

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَعْتَصِم بِٱللَّهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ

"اور جو کوئی اللہ کی پناہ لے وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔" (آل عمران : ۱۰۱)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دین کو مضبوطی سے پکڑنے والوں کے متعلق یہ اطلاع دی ہے کہ یہ لوگ سیدھے راستہ پر ہیں، اور "معتصمین باللہ" اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑنے والوں سے مراد صحابہ ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا صحابہ کرام کو براہ راست مخاطب کرتے ہوئے یہ قول ہے:

وَٱعْتَصِمُواْ بِٱللَّهِ هُوَ مَوْلَىٰكُمْ فَنِعْمَ ٱلْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ ٱلنَّصِيرُ

"اور اللہ تعالیٰ کا سہارا رکھو وہی تمہارا مالک ہے تو کیا اچھا مالک ہے اور کیا اچھا مددگار ہے۔" (الحج : ۷۸)

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی ان سے کمال درجہ کی قربت و محبت اور مکمل تائید و نصرت صاف عیاں ہے اور یہ اس حقیقت کی نشاندھی کرتی ہے کہ انہوں نے بھی اس کے دین کی رسی کو پوری مضبوطی سے تھام لیا ہے۔

بارھویں دلیل

اصحاب موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُواْ ۖ وَكَانُواْ بِـَٔايَـٰتِنَا يُوقِنُونَ

"اور جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ان کے اندر ہم نے ایسے پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے"۔ (السجدہ : ۲۴)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں ان کے صبر و استقامت اور ایمان و یقین کی بدولت بعد میں آنے والوں کے لیے انہیں امام و مقتدی اور پیشوا بنایا ہے کیونکہ صبر و یقین جیسی خصوصیات ہی دین میں امامت کے مرتبہ پر فائز کرتی ہیں۔ اللہ کے دین کے داعی کو اپنے مقاصد کو بحسن و خوبی انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اپنے مقاصد کی حقانیت پر پوری طرح سے کھلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل سے مکمل یقین ہو۔ اس کا صحیح صحیح ادراک ہو۔ اس راہ میں آنے والے مصائب و شدائد کو برداشت کرنے والا ہو۔ ارادہ میں پختگی ہو، لوگوں سے متاثر ہوکر حوصلہ نہ ہار بیٹھے۔ جو نوجوان ان اوصاف سے متصف ہوگا تو وہ ان ائمہ میں سے ہوگا جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں۔ اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں سے زیادہ ان اوصاف سے نوازے جانے کے حقدار ہیں (اور حقیقت بھی یہی ہے) کہ وہ مذکورہ اوصاف و صفات میں اصحاب موسیٰ سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ صحابہ ہی (اس قابل ہیں کہ انہیں) امامت پر سرفراز فرمایا جائے اور یہ اس کے سب سے زیادہ حقدار بھی ہیں۔ یہ منصب انہی کی شایان شان ہے۔

تیرھویں دلیل

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾

"جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ: اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا"۔ (الفرقان : ۷۴)

امام کے معنی ہیں پیشوا۔ یہ واحد اور جمع دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے "امۃ" اور "اسوہ"۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ آمم کی جمع ہے جیسے صاحب اور صحاب، راجل اور رجال، تاجر اور تجار، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مصدر ہے جیسے قتال اور خراب یعنی امامت والے پہلی رائے صحیح ہے۔ پس ہر ایک متقی پر ان کی اقتدا واجب ہے اور تقویٰ کی صفت پیدا کرنا سب پر واجب ہے لہٰذا ان کو امام بنانا اور ان کو پیشوا ماننا واجب ہے۔

چودھویں دلیل

بہت سی صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں بھیجا گیا ہوں پھر اس کے بعد کا زمانہ پھر اس کے بعد کا زمانہ۔" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ آپ کا زمانہ مبارک علی الاطلاق بہترین زمانہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خیر اور بھلائی کے تمام امور میں وہ لوگ سب سے آگے ہوں گے ورنہ بعض پہلوؤں سے بہتر ہونے سے علی الاطلاق بھلائی ثابت نہیں ہوتی۔ پھر مسئلہ ایک ہی امر میں نہیں بلکہ اور بہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مسائل میں بھی لازم آئے گا۔ اس لیے جن کے نزدیک قول صحابی حجت نہیں اس کے نزدیک اس بات کا امکان ہے کہ ایسے تمام مسائل میں جہاں کسی صحابی نے فتویٰ دیا ہو یا کوئی موقف اختیار کیا ہو اور کسی دوسرے صحابی نے اس کی مخالفت بھی نہ کی ہو ان صحابہ کے بعد آنے والوں کا فتوی اور موقف درست ہو اور اس قسم کے مسائل اس قدر ہیں جن کا شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

پندرھویں دلیل

صحیح مسلم میں ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہم نے مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی پھر آپ کے ساتھ عشاء پڑھنے کے ارادے سے بیٹھے رہے۔ آپ واپس تشریف لائے اور ہم سے پوچھا: کیا تم ابھی تک یہاں ہو؟ ہم نے کہا، ہاں اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم مغرب پڑھ کر آپ کے ساتھ عشاء پڑھنے کے ارادے سے ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔ پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور بسا اوقات آپ ایسا کیا کرتے تھے اور فرمایا: ستارے آسمان کے نگہبان ہیں اور جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر وہ آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کا نگہبان ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ آجائے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میرے صحابی میری امت کے نگہبان ہیں۔ جب میرے صحابی اٹھ جائیں گے، تو میری امت پر وہ آجائے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے"۔

اس حدیث کی وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب کی نسبت بعد میں آنے والوں کی طرف ایسی بتائی ہے۔ جیسی اپنی نسبت اپنے اصحاب کی طرف۔ اور ان کی حیثیت آسمان کی ستاروں جیسی ہے اس سے لوگ ایسے ہی ہدایت حاصل کرتے ہیں جیسے زمین والے ستاروں سے راستہ تلاش کرلیتے ہیں اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو امت کا پاسبان، نگہبان اور ان کو شر اور اسباب شر کی راہ میں کھڑی دیوار قرار دیا۔

سولھویں دلیل

ابو عبید اللہ بن بطہ الحسن کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میری امت میں کھانے میں نمک کی مانند ہیں۔ نمک کے بغیر کھانا عمدہ نہیں ہوتا۔ حضرت الحسن فرماتے ہیں کہ جب ہم میں نمک ہی نہیں رہا تو ہماری اصلاح کیسے ہوگی۔ (عبدالرزاق اور امام احمد سے بھی اس طرح کی احادیث مروی ہیں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے صحابہ کی امتیازی خصوصیت۔ وہ امت میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے وجود پر امت کی صلاح و فلاح کا دارو مدار ہے۔ ان کا وجود کھانے میں نمک کی طرح ہے۔ نمک کھانے کو ذائقہ دار بناتا ہے۔ نمک کے بغیر کھانا بے مزہ اور پھیکا پھیکا سا رہتا ہے۔ سوچئے جب صحابہ کا وجود اس قدر اہم ہے تو یہ کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ خود تو غلط فتویٰ یا غلط راستہ دکھا کر چلے جائیں اور ان کے بعد آنے والے اس غلطی کی اصلاح کرسکیں۔ اس طرح تو صحابہ کرام کے بجائے ان بعد میں آنے والوں کا وجود نمک کی مانند ہوا اور صحابہ کی بجائے یہ بعد میں آنے والے اس عظیم ورثے کے حقدار ہوئے۔

سترھویں دلیل

امام بخاری ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
دیکھو میرے صحابہ کو برا نہ کہو اگر تم انفاق میں سے کوئی احد کے برابر بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کردے تب بھی وہ میرے صحابہ کے "انفاق" کا مقابلہ نہیں کرسکتا، بلکہ آدھے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید اور انہی جیسے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کلمات ادا کئے تھے جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے، تو جب ان سابقین اولین کا مرتبہ (درجہ) ان بعد والے صحابہ سے اس قدر بلند ہوا تو پھر اس تصور میں کیا معقولیت ہوسکتی ہے کہ اللہ ان صحابہ کو تو صحیح رائے، صحیح موقف یا صحیح فتویٰ سے تو محروم کردے اور ان کے بجائے بعد میں آنے والوں کو اس سعادت سے ہم کنار فرمادے۔

اٹھارویں دلیل

حمیدی کی روایت ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا، پھر میرے لئے میرے ساتھیوں کو منتخب فرمایا، پھر انہیں میں سے مجھے وزیروں، مددگاروں اور رشتہ داروں سے نوازا۔" چنانچہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ جن لوگوں کو اپنے رسول کے لئے منتخب فرمالے انہیں تو درست نظریہ سے محروم کردے اور یہ سعادت ان کے بعد میں آنے والوں کو عطا فرمادے۔

انیسویں دلیل

ابوداؤد الطیالسی کی روایت میں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کا جائزہ لیا پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب کے دلوں سے بہتر پایا اور آپ کو منصب رسالت سے سرفراز فرمایا پھر بندوں کے دلوں کا جائزہ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کے دلوں کو سب کے دلوں سے بہتر پایا اور انہیں اپنے رسولوں کی صحبت، رفاقت دین کی نصرت اور حمایت کے لیے منتخب فرمایا۔ پس جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور جسے مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ اچھے دل لے کر پیدا ہوئے ہوں وہ تو غلطی کر بیٹھیں اور جو ان کے بعد آئیں وہ حقیقت کا ادراک کر سکیں۔

یہ بات خلاف عقل ہے کہ صحابہ کی جماعت میں سے کوئی کسی مسئلہ پر فتوی دے اور باقی صحابہ خاموش رہیں اس صورت میں یا تو ان کے نزدیک وہ فتوی صحیح ہوگا یا غلط اگر ان کے نزدیک وہ صحیح ہوگا تو وہ اللہ کے نزدیک بھی صحیح ہوگا اور اگر وہ اس کو غلط سمجھتے ہیں لیکن اس کی تردید نہیں کرتے۔ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرتے اور خاموشی کی راہ اختیار کرتے ہیں تو ان کے دل بہترین دل نہ ہوئے۔ اور اس طرح تو ان کے بعد والے ان سے بہتر اور زیادہ علم والے ہوئے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا اور یہ سراسر ناممکن ہے۔

بیسویں دلیل

امام احمد اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جسے پیروی کرنا ہو وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے وہ ساری امت میں سب سے زیادہ پاک دل، سب سے زیادہ گہرے اور وسیع علم والے، سب سے کم تکلف کرنے والے اور سب سے زیادہ راہ راست پر چلنے والے تھے۔ انہیں رب العالمین نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور ان کے اقامت دین کے لیے چنا تھا۔ لوگو! تم ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو۔ انہی کا راستہ اختیار کرو یہی راستہ سیدھا راستہ ہے۔ یہ لوگ صراط مستقیم پر گامزن تھے۔

اکیسویں دلیل

طبرانی و ابو نعیم اور ان دونوں کے علاوہ اوروں نے بھی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا:

اے معشر قراء جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی راہ پر چلتے رہو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی راہ پر استقامت اختیار کرلی تو کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتے رہوگے اور اگر تم نے اسے چھوڑ دیا، دائیں یا بائیں چل پڑے تو تم راستہ بھٹک جاؤگے اور بھٹکتے بھٹکتے بہت دور نکل جاؤگے۔

بائیسویں دلیل

خوارج کا ایک گروہ حضرت جندب بن عبداللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، ہم تمہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت جندب نے پوچھا: تم اللہ کی طرف بلاتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں ہاں ہم بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ خبائث میں مبتلا ہوجانے والو! تم ہمارے (صحابہ کے) اتباع کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کرچکے ہو اور ہمارے طریقے سے کنارہ کش ہوکر تم دوسرے طریقے تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ جاؤ یہاں سے دفع ہوجاؤ۔

تئیسویں دلیل

ترمذی نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے بڑا اثر آفرین وعظ فرمایا سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور دل دھڑکنے لگے۔ کسی نے کہا، یا رسول اللہ یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی رخصت ہونے والا وعظ و نصیحت کرے۔ آپ ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حکم سننا اور اطاعت کرنا خود پر لازم کرلو۔ اگرچہ تمہارا سردار کوئی حبشی ہی کیوں نہ ہو" پس آپ نے اپنی سنت کو خلفاء راشدین کی سنت سے ملادیا اور ان کی اتباع کا حکم دیا اور اس پر بڑا زور دیا۔ حضور کے مذکورہ حکم کا اطلاق صحابہ کے فتووں اور طریقوں پر بھی ہوتا ہے چاہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں کچھ ثابت نہ ہو۔ اگر اس بارے میں کچھ ثابت ہو تو وہ نبی کی سنت کہلائے گی۔ صحابہ کے ان فتووں میں صحابہ کے بالاجماع فتوے یا ان کی اکثریت کے فتوے اور ان کے انفرادی فتوے بھی شامل ہیں اور ان کی حیثیت خلفاء راشدین کی سنت کی ہوگی اور یہ بات تو سب کو معلوم ہی ہے کہ تمام خلفاء راشدین ایک ہی زمانہ میں خلیفہ نہ تھے۔ ایک خلیفہ راشد رخصت ہوا تو اسکی جگہ دوسرا خلیفہ راشد آیا۔ اور ہر خلیفہ راشد نے ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا اور جیسے جیسے ضرورت بڑھتی گئی اس کے مطابق امت کی رہنمائی کی اور اس کے مطابق طریقے اپنائے۔ چنانچہ ان خلفاء کے اپنے دور خلافت میں جو طریقہ اختیار ہوا اسے خلفاء راشدین کی سنت قرار دیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوبیسویں دلیل

ترمذی شریف میں ہے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد تم ابوبکر و عمر کی اقتداء کرنا ان کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنا، اور ابن ام معبد (یعنی عبداللہ بن مسعود) کے عہد و میثاق کو مضبوطی سے تھام لینا۔

پچیسویں دلیل

صحیح مسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اطاعت کریں گے تو راہ راست پر رہیں گے۔ اس کا ذکر "میضاہ" کی ایک طویل حدیث میں ہے۔

چھبیسویں دلیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے قعقاع اور اقرع رضی اللہ عنہما کے امیر مقرر کرنے کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر تم دونوں کسی امر پر متفق ہوجاؤگے تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔

ستائیسویں دلیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ دونوں سماعت اور بینائی ہیں یعنی یہ دونوں میرے نزدیک بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں یا یہ دونوں دین کے کان اور آنکھ ہیں۔

اٹھائیسویں دلیل

ابوداؤد ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا: کیا ہی خوب ہے یہ نوجوان! یہ سنتے ہی ابوذر اس کے پیچھے پیچھے ہولئے اور آگے بڑھ کر کہا اے جوان! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اس نے کہا، اے ابوذر میں اور آپ کے لئے مغفرت کی دعا کروں؟ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ حضرت ابوذر نے دوبارہ یہی درخواست کی، اس نے کہا ذرا مجھے بتائیے تو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر ماجرا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے آپ کے بارے میں کہا یہ نوجوان بڑا ہی بھلا نوجوان ہے۔ اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے۔

انتسویں دلیل

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتوں میں محدث ہوتے تھے میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ ترمذی اور مسند میں یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ محدث سے مراد وہ بات کرنے والا ہے جس کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ حق اور سچی بات القاء کرتے ہیں اور فرشتہ اللہ کی طرف سے اسے حق بات بتادیتا ہے۔

تیسویں دلیل

ایک حدیث مرفوع ہے جو امام ترمذی عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے، دوسرے الفاظ میں اس طرح بھی آیا ہے کہ اگر میں تمہارے درمیان (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔ ترمذی نے اس حدیث کو "حسن" کہا ہے۔

اکتسویں دلیل

ابن ابی خالد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ "سکینت" زبان عمر (رضی اللہ عنہ) پر بولتی ہے۔ اور یہی حدیث عمرو بن میمون نے "زر" سے اور "زر" نے "علی" سے روایت کی ہے۔

بتیسویں دلیل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ آپ کے آگے آگے کوئی فرشتہ ہے جو آپ کو صحیح اور سیدھے راستہ پر چلارہا ہے۔ (سیدھا راستہ دکھا رہا ہے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تینتسویں دلیل

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور تمام روئے زمین (پر بسنے والوں) کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کا پلڑا جھکا رہے گا۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے اس کا ذکر ابراہیم النخعی سے کیا تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم میرا تو خیال ہے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے ہیں۔

چونتیسویں دلیل

ابن عینیہ عبداللہ بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ قرآن و حدیث سے جواب دیتے۔ اگر قرآن و حدیث دونوں نہ پاتے تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے فتوی پر فتوی دیتے اگر یہ بھی نہ ملتا تو خود اجتہاد کرتے۔

پینتیسویں دلیل

وہ حدیث ہے جو منصور نے زید ابن وہب سے اور انہوں نے عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں اپنی امت کے لیے ہر اس چیز سے راضی ہوں جس سے ابن ام معبد (عبداللہ بن مسعود) راضی ہوں۔ اسی طرح کی روایت یحیی بن یعلی المحاری نے زائدہ سے اور زائدہ نے منصور سے کی ہے۔ مگر درست وہ حدیث مرسل ہے جو اسرائیل و سفیان نے منصور سے اور منصور نے قاسم بن عبدالرحمن سے اور قاسم بن عبدالرحمن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

چھتسیویں دلیل

ابواسحاق نے حارثہ بن مضرب سے روایت کی ہے۔ انہوں نے (ابواسحاق نے) کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا، میں تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور (وزیر) بنا کر بھیج رہا ہوں یہ دونوں شریف النسب والحسب، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ ساتھی اور بدر کے مجاہدوں میں سے ہیں۔ تم ان کی پیروی کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کا حکم ماننا۔ میری تو آرزو یہ تھی کہ عبداللہ کو اپنے پاس ہی رکھوں لیکن میں تم لوگوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے انہیں تمہاری طرف روانہ کررہا ہوں۔

سینتیسویں دلیل

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق کی بات کریں گے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گے۔

اڑتسویں دلیل

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ "اللہ نے "بندے" کو اختیار دیا کہ چاہے تو وہ دنیا کو چن لے یا چاہے تو اللہ کے پاس جو کچھ ہے اسے چن لے چنانچہ "بندے" نے جو اس کے پاس تھیں ان چیزوں کو چن لیا۔"

انتالیسویں دلیل

زائدہ نے عاصم سے اور انہوں نے زر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انصار نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک امیر ہم سے ہونا چاہیے اور ایک مہاجرین میں سے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں۔ انصار بولے، ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی امامت کرنے کا حکم دیا تھا تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا پس تم میں سے کس کو گوارا ہوگا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے بڑھے۔ سب نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں (اللہ ہم کو بچالے) "ہم" اور ابوبکر سے آگے بڑھیں۔

چالیسویں دلیل

وہ صحیح روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دودھ کا بھرا ہوا پیالہ میرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے لایا گیا اور مجھ سے کہا گیا کہ پی لو میں نے پیا اور اس قدر پیا کہ میں نے دیکھا کہ اس کی "تری" میرے ناخنوں سے نکلنے لگی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دیا، صحابہ نے دریافت کیا کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "علم"

اکتالیسویں دلیل

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اسے دین کی سمجھ عطا فرما"۔

بیالیسویں دلیل

صورت مسئلہ یوں ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں نہ تو کوئی حدیث ہی ملتی ہو نہ ہی اس زیر بحث مسئلہ میں صحابہ کا باہمی اختلاف سامنے آتا ہو۔ البتہ کسی صحابی کا اس سلسلے میں کوئی قول یا کوئی رائے ہو تاہم یہ نہیں معلوم کہ اس قول، فتوی یا رائے کی شہرت باقی صحابہ میں ہوئی یا نہیں نہ ہی کوئی صحابی اس کے خلاف نظر آتا ہے۔ تو ایسے موقع پر ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو فقہی مسائل پر غور و فکر کرے گا۔ اس علم میں دسترس حاصل کرنے کی جدوجہد کرے گا اور اس علم کے سرچشموں سے سیراب ہوگا۔ وہ قطعی طور پر جان لے گا کہ بہت سے ایسے مسائل ہوتے ہیں جن کا حقیقی اور ظاہری پہلو گڈ مڈ ہوجاتا ہے۔ نہ تو مفہوم و مدعا ہی واضح ہوپاتا ہے اور نہ ہی ایسے قیاس صحیح کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ جس پر شرح صدر حاصل ہو۔ اور صورتحال اس قدر گنجلک اور پیچیدہ ہوجاتی ہے اور اس قدر متضاد اور متصادم دلائل سامنے آتے ہیں کہ کوئی بڑا عالم بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ پاتا۔ مسئلہ ایسی صورت میں اور زیادہ پیچیدہ ہوجاتا ہے جب فقہاء میں اختلاف پیدا ہوجائے (اور فقہاء عقل وفہم کے اعتبار سے کمال کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں) چنانچہ اگر ایسی حالت میں کوئی فتوی کسی صحابی کا مل جائے تو یقیناً اسی کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے کیونکہ یہی امت کے مرشد و رہبر، سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور قرآن کی تاویل و تفسیر اور اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے والے ہیں۔ قرآن ان ہی کے سامنے نازل ہوتا رہا اور ان کے فضائل و مناقب، ان کے علم وفہم سے ہمیں کیا نسبت۔ مسئلہ جب ظن پر منحصر ہو تو قوی اور مضبوط ظن کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی صورتحال میں ظن راجح ہی مطلوب و مقصود ہوتا ہے بے شک جو ظن ہمیں اس طرح سے حاصل ہوگا وہ یقیناً بہت سے ظنون سے ارجح ثابت ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تینتالیسویں دلیل

جب صحابی کوئی بات کہے کسی رائے کا اظہار کرے تو بعض پہلوؤں سے تو اسے ہم پر امتیازی مقام حاصل ہوگا اور بعض اعتبار سے ہم اور وہ دونوں یکساں مقام پر ہوں گے۔ صحابی کا خصوصی اور امتیازی پہلو یہ ہے کہ یا تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زبانی یا براہ راست سنا ہے یا کسی دوسرے صحابی کا قول سنا ہے۔ تو وہ چیز جو ان کی ہی خصوصیت ہے وہ اس کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یا براہ راست یا کسی دوسرے صحابی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک سننا ہے۔ جتنا علم انہیں حاصل تھا ہمارے لیے اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے جس نے جتنا اور جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ تمام کا تمام بیان نہیں کیا۔ غور کیجیے! ایک طرف صدیق وفاروق اور دیگر جلیل القدر اور بلند پایہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا حال دیکھیے کہ انہوں نے کس قدر اور کتنا کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا لیکن دوسری طرف ان کی روایت کردہ احادیث کا موازنہ کیجیے کہ ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد بہت کم ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک سو احادیث بھی مروی نہیں حالانکہ وہ ہر موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے انہوں نے آپ کے نبی بنائے جانے بلکہ اس سے بھی پہلے سے آپ کی رفاقت اختیار کی اور یہ رفاقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے تک قائم رہی۔

کہنے والے کہہ دیتے ہیں کہ اگر اس صحابی کے پاس زیر بحث مسئلہ میں کوئی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی تو وہ ضرور بیان کرتے۔ یہ لوگ دراصل صحابہ کی سیرت اور عادات و اطوار سے قطعی نابلد ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے روایت کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ وہ "اس روایتی عمل کو" معمولی درجہ کا کام نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہیں ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی بات زیادہ یا کم منسوب نہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ روایت کے بیان میں بہت احتیاط برتتے اور کم روایات بیان کرتے تھے اور جس مسئلہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار سن نہ لیتے کبھی بیان نہ کرتے تھے۔ تو زیر بحث کسی صحابی کے احکام کے بارے میں فیصلوں کی چھ شکلیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔

۲۔ کسی ایسے صحابی سے سنا ہو جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ - انہوں نے کتاب اللہ سے (مسئلہ کا حل) اس انداز میں سمجھا ہو جس کا ادراک ہمارے فہم سے بالاتر ہو۔

۴ - یا ان کی ایک جماعت کا اس فتوی پر اتفاق ہو گو یہ فتوی ہم تک صرف ایک صحابی کے نام سے پہنچا ہو۔

۵ - یا وہ زبان و بیان پر قدرت و مہارت میں ہم پر خصوصی امتیازی مقام رکھتا ہو، یا اسے پس منظر کا صحیح صحیح علم ہو۔

۶ - یا اس نے وہ مفہوم اخذ کرلیا ہو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد نہ ہو اور اس طرح سے اس نے سمجھنے میں غلطی کی ہو۔

یہ تو معلوم ہے کہ ان احتمالات میں ایک احتمال غالب ہوگا۔ اور اسی احتمال پر "ظن غالب" ہوگا اور دراصل یہی مطلوب بھی ہے۔ یہ وہ پہلو ہیں جنہیں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو ہم پر امتیازی اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ یعنی وہ ان پہلوؤں سے منفرد مقام کے حامل ہیں۔ دوسری خصوصیات جن میں ہم اور صحابہ مشترک ہیں یہاں پر صحابہ کو مذکورہ انفرادی مقام حاصل نہیں۔ مثلاً دلالت الفاظ و قیاس، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سب سے بڑھ کر نیک دل، وافر علم اور نہایت کم تکلف والے لوگ تھے۔

اور جس بات کی توفیق انہیں دی گئی وہ ہم کو نہ ملی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ذہنوں کو جلا بخشی تھی۔ ان کے سینے صاف تھے۔ وہ فصاحت و بلاغت کا گہرا علم، سرعت فہم، حسن ادراک، "قلت معارضہ" پاکیزہ ارادے، نیک مقاصد اور اللہ کے تقوی جس کی صفات سے آراستہ وپیراستہ تھے۔

رہے متاخرین یعنی بعد میں آنے والے تو ان کے دل تفرقہ اور انتشار کے شکار ہیں۔ انہیں زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ اصول و قواعد میں مہارت بھی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ علم اسناد، علم احوال و روایت میں کمال بھی حاصل کرنا پڑتا ہے۔ شیوخ کے کلام پر غور و خوض کرنا پڑتا ہے۔ غرض انتہائی تگ و دو اور جانفشانی کے بعد احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی رسائی ہوجاتی ہے۔ یہ سعادت بھی اسی خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے جو غیر شرعی کاموں سے اجتناب کرتا ہو تاکہ اس کے قوی میں اضمحلال نہ پیدا ہو اور اس کی توانائیاں ضعف کا شکار نہ ہوجائیں۔

چوالیسویں دلیل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ " میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم رہے گی"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہ رہے گی جو اللہ کی حجت کو قائم نہ کریں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں باطل نہ ہوجائیں۔ اگر یہ درست مان لیا جائے کہ کوئی صحابی غلط فیصلہ یا غلط فتویٰ دے یا غلط رہنمائی کرے اور کوئی اس غلطی کی تصحیح تک نہ کرے تو پھر مذکورہ بالا اصول کہ "امت برابر حق پر قائم رہے گی" بے معنی ہوجائے گا کیونکہ ایک صحابی کے غلط فیصلے، غلط فتویٰ یا غلط رہنمائی پر ساری امت کی خاموشی کا مطلب ہے کہ اس دور میں امت میں کوئی بھی حق پر قائم نہ تھا۔

پینتالیسویں دلیل

جب صحابہ کرام یا کوئی صحابی رضی اللہ عنہ کوئی قول کہے۔ پھر کوئی دوسرا اس کے خلاف "قول" کہے تو گویا وہ ایک نئی بات (بدعت) کا آغاز کرنے والا ہوگا۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر کاربند رہو اور خوب مضبوطی سے کاربند رہو اور دین میں بدعات پھیلانے سے بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "پیروی کرو۔ دین میں نئی نئی باتیں مت پیدا کرو۔ (دین میں) تمہاری ضروریات پوری کردی گئی ہیں۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" نیز فرمایا: ہم اقتدا کرنے والے لوگ ہیں۔ اپنی طرف سے نئی چیزیں پیدا نہیں کرتے۔ ہم اتباع کرنے والے لوگ ہیں۔ اپنی طرف سے بدعتیں، ایجاد کرنے والے نہیں۔ جب تک ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے گمراہ نہیں ہوسکیں گے۔ مزید فرمایا: "میں تمہارے بارے میں (فتنہ) دجّال سے بھی زیادہ خطرناک چیز سے ڈرتا ہوں اور یہ وہ امور ہیں جو تمہارے بڑے لوگوں کی طرف سے ظہور میں آئیں گے۔ اس وقت کے ہر مسلمان مرد و عورت کو میری نصیحت ہے کہ "پہلے طریقے" پر ہی کاربند رہے۔ پہلے طریقے پر ہی کاربند رہے۔ (مجھے دیکھو) میں اس دور میں انہی کی سنت پر کاربند ہوں۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک ایسی خوبصورت بات کہی کہ امام مالک اور دوسرے ائمہ کرام نے اسے بیحد پسند کیا۔ اور وہ اکثر اس کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے جو سنتیں جاری کردی ہیں ان پر عمل پیرا ہونا۔ کتاب اللہ کی تصدیق کرنا اور اس کی پوری پیروی کرنا ہے۔ کسی کو اس میں ردوبدل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے یا اس کے برعکس کسی بھی رائے کو اپنانے کا کوئی اختیار نہیں۔ جو اس کی سنتوں کا پابند ہے وہی ہدایت پر ہے جس نے ان سے مسائل دینی میں مدد لی، وہی کامیاب و کامران ہے اور جس نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے غیر مومنوں والا راستہ اختیار کیا اللہ اس راستہ ہی کو اس کا مقدر بنادے گا اور اس کو جہنم میں داخل کرے گا اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

چھیالیسویں دلیل

ہر زمانہ اور ہر جگہ کے اہل علم، صحابہ کرام کے فتویٰ اور ان کے اقوال سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ علماء کی تصانیف اس کی گواہ ہیں۔ چنانچہ ان کے استدلال کی بنیادیں اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ قوانین و قواعد سے متعارض نہیں ہوسکتیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ "ان کی تفسیر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اور کیا وہ حجت ہیں"؟ تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ بلاشبہ تفسیر میں ان کے اقوال بعد میں آنے والے لوگوں کے اقوال درست کریں گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ "ہمیں ان میں سے بعض کی تفسیر میں ایسے اقوال ملتے ہیں جو صحیح اور مرفوع احادیث کے مخالف ہیں جس طرح کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کی گئی ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

" تم میں سے جو لوگ مر جائیں ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں۔ پھر جب ان کی عدّت پوری ہوجائے تو انہیں اختیار ہے اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے جو چاہیں کریں۔ تم پر اس کی کوئی ذمے داری نہیں۔ اللہ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے۔" (البقرہ : ۲۳۴)

اور یہ آیت "حامل اور حائل" کے بارے میں ہے جبکہ سنت صحیحہ اس کے مخالف ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۲۳:

وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ

"اور وہ تمہاری مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے۔ ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہوچکا ہے۔"

سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "نسائکم"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مراد ایک طرف بیویوں کی مائیں ہیں اور دوسری طرف بیویوں کی لڑکیاں ہیں جنہوں نے گود میں پرورش پائی ہو۔

کسی عورت کی ماں اس وقت حرام نہیں ہوجاتی جب تک کہ وہ اس عورت سے خلوت نہ کرلے۔

اور سنت صحیحہ اس قول کے خلاف ہے اور صفت "ربائبکم" کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ لڑکیاں جنہوں نے کسی مرد کی گود میں پرورش پائی ہو اور یہی جمہور صحابہ کا قول ہے۔

اس کی ایک اور مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی کلمہ "السجل" کی تفسیر ہے، حضرت ابن عباس "السجل" سے مراد نبیؐ کے کاتب وحی کو لیتے ہیں جبکہ درحقیقت "السجل" سے مراد لکھا ہوا صحیفہ اور یہاں پر لام "الکتب" لام زائد ہے جس طرح اللہ کے قول وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ میں لِلْجَبِينِ میں لام زائد ہے یا شاعر کے قول : فخرّ صریعاً للیدین و للفم اس میں فخر صریعا للیدین و للفم کی جگہ والیدین والفم استعمال کیا گیا ہے یعنی یہاں لام زائد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان کو لپیٹ لے گا۔ جس طرح لکھے ہوئے صحیفہ کو لپٹایا جاتا ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ صحابی کی تفسیر میں بھی اس طرح کلام کیا جاسکتا ہے جس طرح صحابی کے فتویٰ یا اس کے قول وغیرہ میں کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ کوئی نص صحابی کے قول کے مخالف تو نہیں یا کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے قول سے متضاد تو نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ قول مشتہر ہوا ہے یا نہیں۔ ہم ایسی مثالیں پہلے بھی بیان کرچکے ہیں جہاں یہ دونوں شرطیں مفقود تھیں۔ ہم نے دیکھا کہ بعض صحابہ سے ایسے فتویٰ منقول ہیں جو نص کے مخالف ہیں یا جن میں صحابہ کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر اقوال صحابہ بنفسہ حجت ہوتے تو وہ خطأ سے مبرّا ہوتے اور صحابہ خود بھی معصوم عن الخطاء ہوتے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے فتوے کبھی تو درست ہوتے ہیں اور کبھی درست نہیں ہوتے تو پھر آپ کیسے فیصلہ کریں گے کہ یہ درست ہے اور وہ غلط؟۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کی گزشتہ تحریر سے تو یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تابعی بھی جب کوئی قول کہے اور کوئی صحابی اور تابعی اس کی مخالفت نہ کرے تو کیا وہ قول حجت ہوگا؟۔

اس کا جواب یہ تھا کہ تابعین جگہ جگہ منتشر اور دور دور پھیلے ہوئے تھے حتیٰ کہ ان کا احاطہ وانضباط انتہائی مشکل امر تھا۔ لہٰذا اس بارے میں عدم مخالفت ہی اغلب گمان ہے۔

اسلاف کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ تابعین کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ کا اتباع واجب ہے۔ چنانچہ جو حضرات ائمہ کرام اور بزرگان دین کی کتابوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں وہ ان حضرات کی کتابیں تابعین کی تفسیر ہی میں بھرپور دلائل پاتے ہیں۔

امام ابن قیم کبھی یہ کہتے ہیں کہ جب ایسے مسئلہ کے بارے میں پوچھا جائے جس میں نص یا اجماع پایا جاتا ہو تو اس سے جس قدر ممکن ہو دوسروں کو باخبر اور واقف کرانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جو عالم علم کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت (اس کے منہ کو) آگ کی لگام دے گا۔

اگر وہ یہ سمجھے کہ اس کا فتویٰ فساد اور انتشار کا باعث ہوگا تو ایسی صورت میں خاموشی بہتر ہے کیونکہ دو فسادوں میں (خاموشی) ہلکا فساد ہے اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو گرانے سے روک دیا تھا کیونکہ قریش نئے نئے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ ان کے اس اقدام سے اسلام میں داخل ہونے کے بعد اسلام سے ہٹ نہ جائیں اور یہ اصول وہاں بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ جہاں کسی مسئلہ پر اظہار خیال یا کسی اور سوال کا جواب سائل کی عقل و فہم سے بالاتر ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی آیت کی تفسیر پوچھنے والے سے کہا، یہ ممکن ہے میں تجھے کچھ بتلاؤں اور پھر تو اسے نہ مانے اور انکار کرے اور تجھے کبھی یہ خیال بھی نہ آئے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلا کر کفر کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مفتی کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ فتوی طلب کرنے والے کے سوال سے ہٹ کر اس کی ایسے امور کی طرف رہنمائی کرے جو زیادہ اہم اور نفع بخش ہوں۔ بالخصوص اس وقت جب کہ اس میں ضمناً اس کے سوال کا جواب بھی آجاتا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾

"لوگ پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو اور جو بھلائی بھی تم کروگے اللہ اس سے باخبر ہوگا"۔ (البقرہ : ۲۱۵)

دیکھیے، جب انہوں نے خرچ کرنے کے متعلق سوال کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ کہاں کہاں اور کن کن جگہوں پر خرچ کرسکتے ہیں کیونکہ اس اہم پہلو کی طرف توجہ دلانا اس پہلو سے زیادہ اہم تھا جس کے بارے میں وہ پوچھ رہے تھے۔ اگر چہ سیاق و سباق میں ان کے استفسار کا جواب بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی ان کے سوال کا جواب دے دیا گیا اور یہ جواب اللہ کے اس فرمان میں ہے: "قل العفو"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہہ دو جو ضرورت سے زیادہ ہو"۔

یعنی وہ چیز جس کا خرچ کرنا ان کے لیے آسان ہو اور اس کے اخراج سے انہیں کوئی تنگی لاحق نہ ہو، قرآن میں یہی اسلوب ایک اور جگہ ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَهِلَّةِ

"لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں"۔ (البقرہ : ۱۸۹)

پوچھا گیا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ پہلے دن کا چاند (ہلال) انتہائی باریک ہوتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ اس کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ماہ کامل بن جاتا ہے پھر وہ گھٹنے لگتا ہے اور اس کی روشنی مدھم پڑنے لگتی ہے۔

جواب میں اس تغیر و تبدل کی حکمت بیان کی گئی ہے کہ اس سے لوگوں کے لیے اوقات کا تعین ہوتا ہے اوقات کے ردوبدل پر انسان کا کاروبار، رہن سہن بلکہ اس کی تمام زندگی کا انحصار ہے اور اس طرح عبادت کے اوقات کا تعین بھی ہوجاتا ہے۔ خود حج جیسی عظیم عبادت کے اوقات کا تعین بھی اسی ردو بدل پر منحصر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سوال کرنے والوں کا منشا (سبب) دریافت کرنا ہو لیکن اس کا ایسا جواب دیا گیا جو ان کے لیے فائدہ مند تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ سوال کرنے والوں کی منشا اس کی حکمت معلوم کرنا ہو چنانچہ جو ان کا سوال تھا بعینہ وہی جواب دے دیا گیا۔ اس کے علاوہ ان کے سوال کے الفاظ میں یہ بھی احتمال پایا جاتا ہے کہ وہ پوچھنا چاہتے تھے کہ چاند باریک کیوں نظر آتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے پورا ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد کیوں گھٹنے لگتا ہے؟ یہ مفتی کی عقل و دانائی ہے جب کوئی اس سے کسی مسئلہ کے بارے میں رہنمائی حاصل کرے اور اسے اس فعل سے روکنا ضروری ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کی کسی اور جائز اور مناسب عمل کی طرف رہنمائی کردے۔ ہمارے شیوخ اپنے فتووں میں ان ہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کردیا تھا کہ وہ ایک "صاع" بہترین کھجوروں کو دو صاع ردی کھجوروں کے عوض نہ خریدیں۔ لیکن اس ممانعت کے ساتھ ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں ایک جائز طریقہ بھی بتلادیا۔

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کرنے لگے کہ ہمیں زکوٰۃ کی وصولیابی پر عامل مقرر کردیجیے تاکہ ہم اس کمائی سے اپنی شادی کرسکیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اس سے منع فرمادیا اور محمیہ بن جزء کو جن پر مال "خمس" کی ذمہ داری تھی حکم دیا کہ وہ انہیں کچھ مال دے دیں تاکہ وہ شادی کرسکیں۔

دراصل یہ اللہ رب العالمین کی دی ہوئی تعلیمات کا اتباع ہے اس کا بندہ جب اس سے اپنی کسی حاجت روائی کا طالب ہوتا ہے اور وہ اس کے حق میں بہتر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا نہیں فرماتے البتہ اس کے بدلے اسے وہ چیز عطا فرمادیتے ہیں جو اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے اور یہی اس کے کرم و حکمت کی انتہا ہے۔

مفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ درست مسائل کی بجائے غلط تصورات پر مبنی مسائل پوچھنے والوں کو (ان کی غلطیوں سے) متنبہ کرے۔ اس کی مثال اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں یہ فرمان ہے:

يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٖ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ

"پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔" (الاحزاب : ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان ملاحظہ فرمائیں : وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَٰنٍ أَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَآ أَلَتۡنَٰهُم مِّنۡ عَمَلِهِم مِّن شَيۡءٖۚ كُلُّ ٱمۡرِيِٕۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٞ ﴿٢١﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہم ان کی اس اولاد کو بھی (جنت میں) ان تک پہنچائیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے"۔ (الطور : ۲۱)

اور جب یہ غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی کہ مومنوں کے آباء و اجداد کو ان کی آل و اولاد کے درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا:

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَٰنٍ أَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَآ أَلَتۡنَٰهُم مِّنۡ عَمَلِهِم مِّن شَيۡءٖ

"ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے"۔ ان کا اولاد کے ساتھ مل جانے کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ ان کے کسی عمل کا ثواب کم ہوجائے گا۔ یعنی ہم ان کے آباء و اجداد کے اجر کو نہیں گھٹائیں گے بلکہ ہم ان کی اولادوں کو ان کے درجہ تک پہنچادیں گے۔ پھر ہوسکتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ یہی اصول دوزخیوں کے سلسلہ میں بھی کافرفرماں ہوسکتا ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے صراحت کردی:

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾

"ہر شخص اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے" یعنی کمائی کا پابند ہے۔ نتیجے میں اپنے عمل کا پابند ہے۔ گویا ہر آدمی اپنے عمل کا ثواب یا عذاب پائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ

"مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے رب کی بندگی کروں جس نے اسے حرم بنادیا اور جو ہر چیز کا مالک ہے"۔ (النحل : ۹۱)

عین ممکن ہے کہ پہلے جملہ سے کسی کو یہ وہم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی ایک محرم شہر کا مالک ہے۔ اس خیال خام کو رد کرتے ہوئے صراحت کردی گئی کہ وہ صرف اس "محرم شہر" ہی کا مالک نہیں بلکہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے۔

اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿٣﴾

جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔ اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کررکھا ہے۔ (الطلاق : ۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق بنایا اور اس کا وقت مقرر کر رکھا ہے ان مقرر کردہ حدوں اور اندازوں سے تجاوز ناممکن ہے۔ اللہ نے جس چیز کے لیے جو وقت مقرر کررکھا ہے وہ اس وقت ظہور پذیر ہوتی ہے۔ پس توکل کرنے والے کو جلدی نہیں کرنی چاہیے اور یوں نہیں کہنا چاہیے کہ میں نے توکل کیا اور دعا بھی کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ قرآن کریم میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہ مسائل کے ادراک میں بڑا اہم اور لطیف نکتہ ہے۔

مفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ حکم کی اصلیت، علت، ماخذ اور اس سے متعلق دلائل سے بھی لوگوں کو آگاہ کردے۔ جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتووں (فیصلوں) کا بغور مطالعہ کرے گا اسے یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ آپ حکم کی علت اور حکمت لوگوں کے سامنے واضح کردیتے۔ ایک مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تر کھجوروں کو سوکھی کھجوروں کے بدلے بیچنے کا جواز دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تر کھجور خشک کھجور کے بعد گھٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خرید و فروخت کی سختی سے ممانعت کردی۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی طور پر معلوم نہ تھا کہ تر کھجور خشک ہونے کے بعد وزن میں کم ہوجاتی ہے۔ لیکن لوگوں سے اس طرح کے سوال کرنے کا مقصد انہیں اس کی حرمت اور عدم جواز کی علت سے آگاہ کرنا تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ کیا ایسا کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا یوں جواب دیا کہ عمر! تمہارا کیا خیال ہے کہ ایک شخص روزہ کی حالت میں کلی کرنے کے لیے پانی منہ میں ڈالے اور پھر پھینک دے۔ یعنی آپ یہ بتانا چاہتے تھے کہ پانی پیٹ میں تو نہیں گیا۔ منہ سے باہر پھینک دیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ پیٹ میں جانے سے پہلے کا عمل ہے۔ لیکن آپ نے بتادیا کہ یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ ایسے اعمال ممنوع ہوں یا ممنوعہ اعمال کا سبب بن سکتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ پانی منہ سے باہر پھینک دیا گیا اور وہ پیٹ میں نہیں گیا ہے۔ اس لیے روزہ نہیں ٹوٹا۔ اس پر روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینے کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: " کوئی شخص اپنی بیوی کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح نہ کرے" اگر تم نے ایسا کیا تو گویا کہ تم نے رشتوں کو توڑ ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

کیا آپ پسند کریں گے کہ آپ کے تمام بچے آپ کے ساتھ یکساں اچھا سلوک کریں؟ نعمان بن بشیر کہنے لگے۔ کیوں نہیں، یہی تو میں پسند کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: "اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لو"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: «أما السن فعظم وأما الظفر فمدي الحبشة».

(بخاری و مسلم، رافع بن خدیج سے مروی ہے)

"دانت تو ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے" سو یہ حدیث ہڈی سے ذبح کئے جانے کی ممانعت پر دلیل ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے لیے جانے کے آداب

باوضو ہوکر پوری یکسوئی کے ساتھ مسجد میں نماز کے لیے جانا مسنون ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے جو اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کا رخ کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ پھنسائے کیونکہ وہ جس وقت گھر سے نماز کے لیے نکلے تو حالت نماز میں ہونا چاہیے" چاہے نماز کے لیے نکلے یا کسی اور کام کی غرض سے اور یہ دعا پڑھے:

«بسم الله، آمنت بالله، اعتصمت بالله، توكلت على الله ولا حول ولا قوة إلا بالله، اللهم إني أعوذ بك أن أضِلَّ أو أُضَلَّ أو أزِلَّ أو أُزَلَّ أو أظلِم أو أُظلَم، أو أجهَل أو يُجهلَ عليّ».

اور نماز کے لیے بڑے اطمینان اور پر وقار انداز سے جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم نماز کی اقامت کی آواز سنو تو بڑے سکون و اطمینان سے چلو۔ نماز کا جس قدر حصہ امام کے ساتھ پالو پڑھ لو اور باقی نماز پوری کرلو، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے یہ دعا کریں:

«اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وبحق ممشاي هذا، فإني لم أخرج أشراً ولابطراً ولا رياء ولا سمعة، خرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك،أسألك أن تنقذني من النار وأن تغفر لي ذنوبي جميعاً، إنه لا يغفر الذنوب إلا أنت».

اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

«اللهم اجعل في قلبي نوراً وفي لساني نوراً، واجعل في بصري نوراً وفيسمعي نوراً، وأمامي نوراً وخلفي نوراً، وعن يميني نوراً وعن شمالي نوراً،وفوقي نوراً وتحتي نوراً، اللهم أعطني نوراً».

جب مسجد میں داخل ہوں تو مستحب یہی ہے کہ اپنا دایاں قدم بڑھائے اور یہ دعا پڑھیں:

«بسم الله أعوذ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم اللهم صلى على محمد اللهم اغفر لي ذنوبي وافتح لي أبواب رحمتك».

مسجد میں داخل ہوں تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لیں، اس وقت تک نہ بیٹھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: " تم میں جو کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے" پھر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوجائے یا خاموش رہے۔ دنیا کی باتوں سے مکمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتناب کرے جب وہ ایسی حالت میں رہے گا تو گویا وہ نماز ہی کی حالت میں ہے۔ فرشتے اس کے لیے اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ کسی کو ایذاء وتکلیف نہیں پہنچاتا یا بے وضو نہیں ہوجاتا۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

جب موذن "قد قامت الصلاہ" کہے اور امام مسجد میں موجود ہو یا مقتدی اسے آگے بڑھتا ہوا دیکھ لیں تو کھڑے ہوجائیں یہی مستحب ہے۔ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ کیا آپ تکبیر سے پہلے بھی کچھ پڑھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ کیونکہ نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی کسی صحابی سے ایسا ثابت ہے۔ پھر امام اس طرح صف بندی کرے کہ شانے اور ٹخنے ایک سیدھ میں ہوں۔ سنت یہی ہے کہ ترتیب میں پہلی صف پہلے مکمل کی جائے۔ مقتدی آپس میں خوب اچھی طرح مل جائیں یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہونے والوں کے درمیان کوئی شگاف باقی نہ رہے۔ ہر صف کا دائیں پہلو افضل ہے۔ اور امام سے قربت سب سے بہتر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نماز میں جو تم میں سے بالغ اور عقل مند ہیں وہ میرے قریب کھڑے ہوں" مردوں کے لیے پہلی صف بہتر اور آخری سب سے کم درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے آخری صف بہتر اور پہلی صف کمتر ہے۔

اگر نمازی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہوکر نماز پڑھے اور اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لے اس کے علاوہ کسی دوسرے الفاظ کا ادا کرنا جائز نہیں۔ اللہ اکبر کہنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ جس ہستی کے سامنے پیش ہورہا ہے، اس کی عظمت کا احساس اس کے دل میں جاگزیں ہوجائے۔ اس طرح نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہوگا۔ اللہ اکبر میں ہمزہ کو کھینچنا یعنی اللہ کے الف یا اکبر کے الفاظ کے ساتھ پڑھنا یا اکبر کے بجائے اکبار کہنا درست نہیں، ایسا شخص جو کہ الفاظ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو وہ اپنے دل میں یہ الفاظ دہرالے یعنی اللہ اکبر کہہ لے، زبان سے ادا نہ کرے اور یہی اصول قراءت، تسبیح اور دیگر مقامات پر پیش نظر رکھے۔

امام بآواز بلند تکبیر کہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا و لک الحمد کہو۔ مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والا اس کو آہستہ کہے۔ کھلی مگر ساتھ ملی ہوئی انگلیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف اور کندھوں کی سیدھ میں ہوں۔ (اگر کوئی عذر نہ ہو) دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں کا بلند کرنا بندے اور رب کی درمیان سے پردہ اٹھنے کی علامت ہے اور اسی طرح شہادت کی انگلی کا اٹھانا اللہ کی وحدانیت کا اعلان ہے۔ پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں طرف کی کلائی کو پکڑے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔ یہ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ بندہ پوری عاجزی و انکساری کے ساتھ خود کو مکمل طور پر اپنے رب کے سپرد کررہا ہے۔

حالت نماز میں سجدہ گاہ کی طرف نظر رکھے صرف تشہد (یعنی التحیات پڑھتے ہوئے) شہادت کی انگلی (یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی پر نگاہ رکھنی چاہیے پھر آہستہ سے "سبحان اللہ و بحمدک پڑھے۔ اس کا مطلب ہے کہ: اے اللہ تو سب برائیوں سے پاک ہے۔ (وبحمدک) سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری حمد کی پاکی بیان کررہا ہوں اور تیری حمد بھی کررہا ہوں "وتبارک اسمک" یعنی برکت تو صرف تیرے ذکر مبارک ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ "ولا الہ غیرک" اور (دنیا اور آسمانوں میں) تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ احادیث مبارکہ کے جو بھی اس قسم کے اور کلمات ماثورہ ہیں ان سب سے نماز شروع کرنا جائز ہے[1]

پھر ہلکی آواز سے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھے یا اس جیسے دوسرے کلمات جو کلمہ نعوذ سے شروع ہوتے ہیں اور احادیث میں وارد ہیں پڑھ سکتا ہے۔ پھر "بسم اللہ" آہستہ سے پڑھے اور بسم اللہ سورہ فاتحہ یا کسی دوسری سورت کا حصہ نہیں بلکہ ایک آیت ہے جو سوائے سورہ براءت (توبہ) کے ہر سورت کے شروع میں آتی ہے۔

کوئی چیز لکھتے ہوئے سب سے پہلے اس کا لکھنا مسنون ہے جس طرح سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ سبا کو خط لکھا تھا تو خط کا آغاز "بسم اللہ" سے کیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ تھا۔ اسی طرح یہ آیت بھی ہر کام شروع کرنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ یہ آیت شیطان کو دور کرتی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: بسم اللہ شعروں کے شروع میں یا ان کے ساتھ نہ لکھی جائے۔ اس کے بعد نمازی سورہ فاتحہ پڑھے اس لیے کہ یہ ہر رکعت کا رکن ہے۔ حدیث میں ہے جس شخص نے نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ یہ ام القرآن بھی کہلاتی ہے کیونکہ اس میں الہیات، معاد (آخرت) نبوت اور اثبات قدر کا ذکر پایا جاتا ہے۔

پہلی دو آیتیں الہیات کا سبق دیتی ہیں۔ (مالک یوم الدین) "آخرت" پر دلالت کرتی ہے

---

[1] ان سے مراد وہ ماثورہ دعائیں ہیں۔ جو قرآن اور احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی حمد و ثنا بھی اور اس کی =

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور (ایاک نعبد و ایاک نستعین) میں یہ تعلیم پنہاں ہے کہ امر، نہی، توکل اور اخلاص سب کچھ اللہ کے لیے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں حق، اہل حق اور متبعین حق سے واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے اور تباہی و بربادی، ضلالت و گمراہی کے راستوں سے بچنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سورہ فاتحہ کی ہر آیت کے بعد تھوڑا سا ٹھہرنا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ سورہ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے اور قرآن کی سب سے عظیم آیت، آیۃ الکرسی ہے۔ اس میں گیارہ "تشدیدیں" ہیں پڑھتے ہوئے "تشدید" اور "مد" میں افراط تو ناپسندیدہ ہے۔ جب سورہ فاتحہ کی تلاوت سے فارغ ہوجائے تو تھوڑا سا رک کر آمین کہے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں۔ "آمین" کے معنی ہیں "اے اللہ تو قبول فرمالے۔"

"جہری نماز" (یعنی وہ نمازیں جو بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں) میں امام اور مقتدی حضرات بلند آواز سے "آمین" کہیں۔ حضرت سمرہ کی حدیث کے مطابق سورہ فاتحہ کے بعد امام کا تھوڑا سا رکنا، توقف کرنا مستحب ہے اور ان پڑھ کے لیے بھی سورہ فاتحہ کا سیکھنا لازمی ہے کیونکہ اگر وہ قدرت رکھنے کے باوجود اس کو نہیں سیکھتا تو پھر اس کی نماز درست نہیں ہوگی جو شخص سورہ فاتحہ یا قرآن کی دوسری سورتیں نہیں پڑھ سکتا تو اسے چاہیے کہ وہ "سبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پڑھ لے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر تمہیں قرآن میں سے کچھ آتا ہے تو اسے پڑھ لو، نہیں تو "سبحان اللہ الحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پڑھ لو اور پھر رکوع میں چلے جاؤ"۔

اس کے بعد "بسم اللہ" دل ہی دل میں پڑھے۔ اس کے بعد کوئی مکمل سورت پڑھے۔ اگر صرف ایک آیت بھی پڑھ لی تو یہ بھی کافی ہے۔ تاہم امام احمد بن حنبل ایک آیت ہونے کی صورت میں لمبی آیت پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ نماز کے علاوہ چاہے "بسم اللہ" بلند آواز سے

= تکبیر و تہلیل بھی، اور مذکورہ ذیل کلمات قراء ت سے پہلے پڑھے جا سکتے ہیں۔

«سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك، وتعالى جدك ولا إله غيرك،
اللهم باعِد بيني وبين خطاياي كما باعدتَ بين المشرق والمغرب، ونقِّني من خطاياي كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، واغسلني من خطاياي بالماء والثلج والبرد».

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھے یا دل میں، دونوں طریقوں سے پڑھنا جائز ہے۔
نماز فجر میں "طوالی مفصل" سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے ان سورتوں میں پہلی سورت سورہ (ق) ہے۔ حضرت اوس کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے پوچھا کہ آپ حضرات (نماز میں) قرآن پاک پڑھنے کے کس طرح تقسیم کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تین، پانچ، سات، نو، گیارہ اور تیرہ اور مفصل کا ایک "حزب"۔ فجر کی نماز میں چھوٹی سورتوں کا پڑھنا "مکروہ" ہے۔ لیکن سفر یا بیماری کی صورت میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کی اجازت ہے۔ مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھے بعض اوقات لمبی سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب میں اعراف بھی تلاوت کی ہے۔ باقی نمازوں میں، درمیانی سورتیں تلاوت کرے۔ اگر کوئی عذر پیش آجائے تو اس سے چھوٹی سورتیں تلاوت کرسکتا ہے۔ عورت جہری نمازوں میں بالجہر پڑھ سکتی ہے لیکن اگر کوئی اجنبی شخص سن رہا ہو تو پھر بلند آواز سے پڑھنا درست نہیں ہے۔

رات کو نفل پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی اس کے قریب ہے تو اس کا خیال رکھے۔ اگر دوسرا شخص اس کے اونچا پڑھنے سے پریشان ہوتا ہے تو وہ دل میں (خاموشی سے) پڑھے۔ اگر دوسرا شخص قراء ت سننا چاہتا ہو تو پھر بلند آواز سے پڑھ سکتا ہے بہرحال "جہری نمازوں" میں آہستہ پڑھنا اور خاموش نمازوں میں جہر اختیار کرنا مکروہ ہے۔ آیات کو ترتیب سے پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ نص سے ثابت ہے۔ رہی سورتوں کی ترتیب تو وہ اجتہادی ہے نص سے ثابت نہیں۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے لہٰذا ایک سورت کی تلاوت پہلی سورت سے قبل جائز ہے۔ اسی لیے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے مصاحف الگ الگ ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ نے حمزہ اور کسائی کی قراء ت اور ابن عمرو کی "ادغام کبیر" کو ناپسند فرمایا ہے۔
پھر جب قراء ت سے فارغ ہوجائے اور نفس کو سکون و اطمینان حاصل ہوجائے تو پہلے کی طرح تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھائے۔ قراء ت اور رکوع کی تکبیر میں کچھ وقفہ ہونا چاہیے۔ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور کھلی انگلیوں کے ساتھ گھٹنے کو پکڑ لے، پشت کو ہموار رکھے۔ سر اور پشت ایک سیدھ میں ہونی چاہیے۔ نہ ہی سر کو زیادہ اٹھائے اور نہ ہی زیادہ جھکائے۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے ثابت ہے۔ ابو حمید روایت کرتے ہیں کہ کہنیوں کو ایسے دونوں پہلوؤں سے دور رکھے۔ پھر جب رکوع میں جائے تو "سبحان ربی العظیم" کہے۔ امام مسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ مقتدی کم سے کم تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" پڑھے اور امام کے لیے بہتر یہ ہے کہ دس مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے۔

سجدہ میں "سبحان ربی الاعلی" پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ رکوع و سجود میں قرآن کی تلاوت نہ کرے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھائے اور پہلے کی طرح پھرہاتھوں کو شانوں تک لے جاتے ہوئے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے۔ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے یعنی دونوں کے لیے واجب ہے اور اس کا معنی ہے : اللہ نے بندہ کی دعا سن لی اور اس کی دعا قبول کرلی گئی اور جب سیدھے ہوکر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو "ربنا ولک الحمد، مل السماوات والارض وملء ما شئت من شی ء بعد" اگر چاہے تو اس میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کرسکتا ہے:

«ربنا ولك الحمد، ملء السماوات والأرض، وملء ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد أحق ما قال العبد وكلنا لك عبد لا مانع لما أعطيت ولا مُعطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد».

اس کے علاوہ اور دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً "اللھم ربنا لک الحمد" بغیر واؤ کے۔ کیونکہ حدیث ابی سعید وغیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ اگر مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجاتا ہے تو وہ پوری رکعت کو پالیتا ہے۔ پھر تکبیر کہے اور سجدہ میں چلا جائے۔ اپنے ہاتھ اوپر نہ اٹھائے۔ پہلے زمین پر دونوں گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ پھر چہرہ، پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر لگادے۔

دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے سجدہ سات اعضاء سے مل کر بنتا ہے۔ نمازی کے لیے مستحب ہے کہ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رخ ہوں اور کہنیاں زمین سے اوپر رہیں اور پسلیوں سے بھی الگ رہیں۔

شدید سرد اور شدید گرم جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے خشوع و خضوع میں خلل پڑتا ہے۔ سجدہ کرنے والے کو اپنے بازوؤں کو پسلیوں سے، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھنا چاہیے۔ دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھے۔ گھٹنوں اور دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائے پھر بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر دو زانو ہوکر بیٹھ جائے۔ دایاں پیر بدستور کھڑا رکھا جائے انگلیوں کے اندر کا حصہ زمین کی طرف اس طرح رکھے کہ وہ قبلہ رخ ہوں۔ ابوحمید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملی ہوئیں انگلیوں کے ساتھ رانوں پر ہاتھ رکھتے اور کہتے : " رب اغفرلی" اس کے علاوہ مزید الفاظ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے:

«رب اغفر لي وارحمني واهدني وارزقني وعافني»

دعا کے بعد دوسرا سجدہ پہلے سجدہ کی طرح کرے۔ اگر چاہے تو اس میں دعا کرسکتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حالت سجدہ دعا بکثرت کیا کرو اللہ ایسی حالت میں تمہاری دعا قبول کرتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا پڑھتے تھے:

«اللهم اغفر لي ذنبي كله دقه وجله وأوله وآخره وعلانيته وسره»

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے قدموں کے اگلے حصہ کا سہارا لیتے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سر کو اٹھائے اور کھڑا ہوجائے۔ مگر بڑھاپے، کمزوری یا بیماری کی صورت میں جیسے بھی اٹھ سکے، اٹھنے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھے مگر اس میں تکبیر تحریمہ کہی جائے اور نہ از سر نو نماز شروع کی جائے۔ پھر دو زانو ہوکر تشہد (یعنی التحیات پڑھنے) کے لیے بیٹھ جائے۔ دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے ہوئے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو باہم ملاتے ہوئے قبلہ کی سمت رکھے، دائیں ہاتھ کی چھینگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرتے ہوئے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر دل ہی دل میں (سراً) خاموشی کے ساتھ تشہد پڑھے اور انگوٹھے کے ساتھ والی شہادت کی انگلی کو اٹھا کر اشارہ کرے۔ یہ اشارہ رب العزت کی وحدانیت کا مظہر ہے اور اس طرح نماز میں یا دعا کرتے ہوئے بھی اشارہ کرسکتا ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے لیکن انگلی کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اور تشہد یوں پڑھا جائے گا:

«التحيات لله والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله».

اس کے علاوہ جو "تشہد" بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اسے پڑھنا بھی جائز ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ اس میں اضافہ نہ کرے اور یہ پہلا تشہد ہے۔ اگر نماز صرف دو رکعت ہے تو تشہد کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے:

«اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد. وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل إبراهيم إنك حميد مجيد».

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر وآل محمد (اہل بیت) کا اضافہ بھی کرسکتا ہے۔
"التحیات" کا مطلب ہے کہ تمام طرح کی تعظیم کے حقدار رب العزت ہی ہیں۔ اور "الصلوات" کے معنی ہیں عبادتیں۔ اور "الطیبات" کے معنی ہیں پاکیزہ باتیں۔ تو جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی قابل احترام ہیں تو ان پر سلام نہیں بھیجا جاسکتا۔ اس لئے کہ سلام ایک طرح کی دعا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کسی اور پر درود (صلاۃ) بھیجنا جائز ہے۔ مگر یہ کہ اس کو دینی شعائر نہ بنالیا جائے۔ اور یہ بھی درست نہیں کہ صلاۃ و سلام کو بعض صحابہ کرام کو چھوڑ کر بعض کے لیے مخصوص کرلیا جائے۔ نماز کے علاوہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ و سلام بھیجنا، درود شریف پڑھنا مسنون ہے اور جب آپ کا ذکر مبارک آئے تو پھر ان پر درود بھیجنا ضروری ہوجاتا ہے خاص طور پر جمعہ کے دن اور اس کی رات میں۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

«اللهم إني أعوذ بك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر وأعوذ بك من فتنة المحيا والمهات وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال».

اس کے علاوہ دوسرے اذکار جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں ان کا پڑھنا بھی بہتر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو دعا اسے پسند آئے اسے اختیار کرے۔ کسی خاص شخص کے لیے دعا کرنی بھی جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مستضعفین (کمزور لوگ یا مظلوم مسلمانوں) کے لیے دعا فرمائی تھی۔ اس کے بعد بیٹھے بیٹھے اپنے دائیں اور بائیں طرف منہ پھیر کر کہے: السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بائیں طرف زیادہ مڑے کہ اس کا رخسار دکھائی دینے لگے۔ پہلے سلام کے وقت امام کی آواز زیادہ بلند ہونا چاہیے۔ امام کے علاوہ باقی لوگ آواز بلند نہ کریں بلکہ ان کی آواز کا نہ ہونا مسنون ہے۔ علاوہ ازیں مقتدی اس کے ساتھ آواز کو لمبا نہ کرے اور نماز سے نکلنے کی نیت کرے۔ ملائکہ اور حاضرین پر سلام بھیجنے کی بھی نیت کرے۔ اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہے تو جب پہلے تشہد سے فارغ ہوجائے تب تو قدموں کے اگلے حصہ پر زور دیتے ہوئے اور تکبیر کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو اور بقیہ نماز ادا کرے تیسری رکعت میں سورت فاتحہ پڑھنے کے بعد مزید کوئی اور سورت نہ پڑھے۔ اگر کوئی شخص پڑھ لے تو اس کے اس فعل کو مکروہ نہیں سمجھا جائے گا۔ پھر دوسری تشہد میں سرین کا سہارا لیتے ہوئے بائیں پاؤں کو بچھا دے اور دائیں کو کھڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھے دونوں پاؤں کو بائیں طرف نکال لے اور سرین کو زمین پر رکھ دے پھر پہلا تشہد پڑھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر دعا مانگے اور سلام پھیر دے۔ سلام پھیرنے کے بعد امام چاہے تو دائیں جانب کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے یا چاہے تو بائیں جانب کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے۔ امام سلام کے پڑھنے کے بعد زیادہ دیر تک قبلہ کی سمت نہ بیٹھا رہے اور نہ ہی مقتدی حضرات امام سے پہلے منتشر ہو جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "دیکھو میں تمہارا امام ہوں۔ لہٰذا مجھ سے پہلے رکوع و سجود اور (سلام کے لیے) منہ نہ موڑو"۔ اگر مردوں کے ساتھ عورتیں بھی نماز میں شامل ہوں تو جب تک عورتیں نہ چلی جائیں مرد اس وقت تک بیٹھے رہیں۔

نماز کے بعد اذکار پڑھنا، دعا و استغفار کرنا مسنون ہے۔ تین مرتبہ "استغفر اللہ" پڑھے پھر کہے:

«اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت ياذا الجلال والإكرام، لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة إلا بالله، لا إلـه إلا الله ولا نعبـد إلا إياه، له النعمة وله الفضل وله الثناء الحَسَن. لا إلـه إلا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون، اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد».

پھر تینتیس بار "سبحان اللہ" تینتیس بار "الحمد للہ" تینتیس بار "اللہ اکبر" پڑھے بعد ازاں ایک مرتبہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد و ھو علی کل شی قدیر" پڑھ کر سو مرتبہ مکمل کر لے۔ نماز فجر اور مغرب میں کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھے: "اللھم اجرنی من النار" سات بار پڑھے۔ دبی آواز سے دعا کرنا افضل ہے اس طرح وہ دعائیں بھی افضل ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ دعا کرتے وقت ادب ملحوظ رہے۔ خشوع و خضوع ہو۔ حضوری قلب اور امید و رجا کے ساتھ ساتھ رغبت اور اللہ تعالیٰ کا ڈر رہنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "غافل قلب" کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

اللہ تعالیٰ کو پیارے ناموں، اس کی صفات اور توحید کو وسیلہ بنا کر دعا کرے۔ قبولیت کے اوقات کا ہمیشہ خیال رکھے۔ دعا کی قبولیت کے اوقات رات کا تیسرا پہر، اذان و اقامت کا درمیانی وقت، فرض نمازوں کی ادائیگی کے بعد کے اوقات اور جمعہ کے دن آخری گھڑیاں ہیں۔ دعا کی قبولیت کا ہمیشہ منتظر رہے۔ جلد بازی اور بے خبری سے نہ کہہ بیٹھے کہ میں نے تو اتنی دعائیں مانگیں مگر کوئی بھی قبول نہ ہوئی۔ دعا کو اپنے لیے خاص کر لینا مکروہ نہیں مگر امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعا میں سب "مقتدیوں" کو شامل کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کی حالت میں ادھر اُدھر دیکھنا، متوجہ ہونا، آسمان کی طرف دیکھنا، کسی لٹکی ہوئی یا نصب شدہ تصویر کے سامنے نماز کا پڑھنا، کسی آدمی کی طرف رخ کرنا، کسی چیز کو سامنے (آگے) رکھنا چاہے وہ چراغ ہی کیوں نہ ہو)، سجدے کی حالت میں بازوؤں کو زمین پر پھیلادینا، بول و براز روک کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اگر کھانا سامنے ہو اور بھوک لگی ہوئی ہو تو چاہے کہ نماز با جماعت کو موخر کر کے کھانا کھالے۔ حالت نماز میں کنکریوں کو چھونا، انگلیوں کو انگلیوں میں پھنسانا، بیٹھے ہوئے ہاتھوں کا سہارا لینا، داڑھی کو چھونا، بالوں کی چوٹی بنانا، کپڑوں کو سمیٹنا یہ سب مکروہ ہے۔ اگر جمائی آجائے تو جس قدر ممکن ہو اسے روکنے کی کوشش کرے اگر روکنا ممکن نہ ہو تو پھر منہ پر ہاتھ رکھ لے۔ بغیر کسی وجہ کے زمین کی مٹی کو ہموار کرنا بھی مکروہ ہے۔

نمازی کو چاہیے کہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو روکے چاہے گزرنے والا آدمی ہو یا کوئی اور چیز۔ نماز فرض ہو یا نفل۔ اگر گزرنے والا انکار کرے تو اسے زبردستی روکے۔ نمازی اور اس کی آڑ کے درمیان سے گزرنا حرام ہے۔ حالت نماز میں سانپ بچھو، جوؤں کو مارنا، لباس کو درست کرنا، کسی چیز کو اٹھانا یا رکھنا، ہاتھ چہرے اور آنکھوں سے کسی ضرورت کے تحت اشارہ کرنا جائز ہے۔

نمازی کو سلام کرنا بھی مکروہ نہیں ۔ نمازی اشارۃً سلام کا جواب بھی دے سکتا ہے اگر امام نماز میں غلطی کرے تو مقتدی "سبحان اللہ" کہے۔ مقتدی عورت ہے تو وہ تالی بجائے، اگر مسجد میں اسے تھوک یا رینٹ آجائے تو کپڑا استعمال کرے اور اگر مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ ہو تو بائیں طرف تھوک دے۔ سامنے اور دائیں طرف تھوکنا مکروہ ہے۔ اگر نمازی مقتدی نہیں ہے تو پھر اس کے لیے بغیر کسی آڑ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے چاہے اسے یقین بھی ہو کہ اس کے سامنے سے کوئی نہیں گزر سکتا۔ نمازی کے لیے مسنون ہے کہ وہ آڑ کے قریب ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ آڑ کی جانب اور اس کے قریب ہوکر پڑھے"۔

نماز آڑ سے تھوڑا سا ہٹ کر پڑھے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک یہی تھا۔

اگر آڑ رکھنا یا بنانا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو پھر ایک خط کھینچ لے۔ پھر جو چیز بھی اس خط کے پیچھے سے گزرے گی اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر نمازی اپنے سامنے سُترہ نہیں رکھتا اور اس کے سامنے سے عورت، کتا یا گدھا گزرے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمازی قرآن کی آیات تلاوت کرے جب کوئی آیت رحمت کے بارے میں آئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس کی رحمت کا طلب گار ہو اور اس طرح جب عذاب کی آیت آئے تو وہ اللہ سے پناہ طلب کرے۔

فرض نماز میں "قیام نماز کا ایک رکن ہے" ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ" البتہ اگر معذوری، عریانی یا خوف کی حالت میں یا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو جو قیام سے عاجز ہے تو ایسے لوگوں کے لیے رخصت ہے۔

اسی طرح تکبیر تحریمہ نماز کا ایک رکن ہے۔ امام اور اکیلے نماز پڑھنے والے دونوں کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور رکوع کرنا رکن ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱرْكَعُوا۟ وَٱسْجُدُوا۟

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، رکوع اور سجدہ کرو۔" (الحج: ۷۷)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھی، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اور جاکر پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ ایسا عمل تین مرتبہ ہوتا رہا۔ جب وہ نماز پڑھ کر آتا تو ہر مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ فرماتے۔ بالآخر اس شخص نے عرض کیا۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز ادا نہیں کرسکتا۔ آپ ہی مجھے سکھلادیجیے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرو پھر قرآن کا جو بھی حصہ آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ پھر رکوع کرو یہاں تک کہ تم رکوع میں پوری طرح سکون و اطمینان محسوس کرنے لگو۔ پھر رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو۔ پھر پورے اطمینان و سکون سے سجدہ کرو۔ پھر اٹھ کر بالکل اطمینان سے بیٹھ جاؤ اس کے بعد اسی طرح اپنی پوری نماز اطمینان و سکون کے ساتھ ادا کرو۔

پس یہ تمام "افعال" جو اس حدیث میں مذکور ہیں کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتے۔ اگر ساقط ہوتے تو اس ان پڑھ اعرابی کے لیے ضرور ساقط ہوتے۔ اطمینان اور سکون ان تمام افعال کی ادائیگی کا ایک رکن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہ تو وہ رکوع صحیح طریقے سے کرتا تھا اور نہ ہی سجدہ۔ تو آپ نے اس سے کہا۔ "تُو نے صحیح معنی میں نماز پڑھی ہی نہیں اور اگر تو ایسی حالت میں مرگیا تو دین اسلام پر نہیں مرے گا۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق آخری تشہد نماز کا رکن ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب تک ہم پر تشہد فرض نہیں ہوا تھا، ہم تشہد میں "السلام علی اللہ، السلام علی جبرئیل و میکائیل" پڑھا کرتے تھے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا:

"یہ مت پڑھو بلکہ "التحیات للہ الخ" پڑھا کرو۔ واجبات جو بھول چوک سے ساقط ہوجاتے ہیں وہ آٹھ ہیں: تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیریں۔ امام کا "سمع اللہ لمن حمدہ" کہنا، امام اور مقتدی کا "ربنا ولک الحمد" کہنا، (اکیلے نماز پڑھنے والے) سمع اللہ لمن حمدہ" اور اس کے بعد "ربنا ولک الحمد" کہنا۔ رکوع و سجود میں تسبیح "رب اغفرلی" کہنا۔ پہلا تشہد اور اس میں بیٹھنا۔ اس کے علاوہ نماز سے متعلق افعال یا نماز سے متعلق کلمات جو سنتوں کے درجے میں آتے ہیں۔ ایسے افعال[1] سترہ ہیں: استفتاح، تعوذ، بسم اللہ، آمین کہنا۔ پہلی دو رکعت میں قراءت کرنا۔ اسی طرح نماز فجر، نماز جمعہ، نماز عیدین اور نفل نمازوں میں قراءت کرنا، بلند آواز سے یا آہستہ سے: «ربنا ولك الحمد، ملء السماوات والأرض، وملء ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد أحق ما قال العبد وكلنا لك عبد لا مانع لما أعطيت ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد».

یہ پوری دعا پڑھنا، رکوع و سجود میں رب اغفرلی کا اضافہ کرنا، آخری تشہد میں تعوذ پڑھنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔

اس کے علاوہ باقی افعال سنتیں ہیں۔ مثلاً تکبیر تحریمہ کے وقت انگلیوں کا آپس میں ملا ہوا ہونا، ہاتھوں کا کھلا اور قبلہ رخ ہونا، اس طرح رکوع اور رکوع سے سر کو اٹھاتے ہوئے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑنا اور ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا۔ نگاہوں کو سجدہ والی جگہ پر مرکوز رکھنا، قیام کے دوران دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ چھوڑنا، ان کے درمیان "مراوحت" ٹھہر ٹھہر کر قرات کرنا، امام کا قراءت میں تخفیف کرنا، پہلی رکعت کا قیام دوسری رکعت کے قیام سے لمبا ہونا، کھلی انگلیوں کے ساتھ گھٹنوں کو رکوع میں پکڑنا، پشت کو اس طرح سیدھا رکھنا کہ سر اس کی سیدھ میں ہو۔ سجدہ کرتے ہوئے ہاتھوں سے گھٹنوں کا زمین پر رکھنا، قیام کرتے ہوئے ہاتھوں کا پہلے اٹھانا، ماتھے اور ناک کا زمین کے ساتھ لگانا، بازوؤں کا پہلوؤں سے دور رکھنا، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھنا، قدموں کو سیدھا رکھنا، انگلیوں کا نچلا حصہ زمین پر رکھنا، سجدہ

---

[1] عربی متن میں سنن اقوال کا ذکر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے انگلیوں کو شانوں کی سیدھ میں رکھنا، انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا، سجدہ کرنے کے بعد نمازی کا دوسری رکعت کے لیے اپنے ہاتھوں کو زانووں پر رکھتے ہوئے قدموں کے اگلے حصہ کا سہارا لیتے ہوئے کھڑے ہونا، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، دوسری رکعت میں تشہد اور تورک (یعنی سرین کا سہارا لینا) کرنا، ہاتھوں کو کھلی ہوئی حالت میں ملی ہوئی انگلیوں کے ساتھ قبلہ رخ کرتے ہوئے رانوں پر رکھ کر، تشہد اور سجدتین کے درمیان بیٹھنا، دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرکے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنانا، اور شہادت کی انگلی (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) سے اشارہ کرنا، دائیں جانب اور بائیں جانب سلام پھیرنا اور بائیں جانب سلام پھیرتے ہوئے دائیں جانب کے مقابلہ میں زیادہ موڑنا۔

جہاں تک سجدہ سہو کا مسئلہ ہے تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ صورتیں منقول ہیں:

آپؐ نے دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو کیا اسی طرح تین رکعت کے بعد سلام پھیرا تو سجدہ سہو کیا، یعنی زیادتی اور کمی ہوجانے کی صورت میں سجدہ سہو کیا۔ اسی طرح دو رکعت پڑھنے کے بعد تشہد میں بیٹھنا بھول کر کھڑے ہوجانے پر سجدہ سہو کیا۔ امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک اس سلسلے میں یہی پانچ حدیثیں قابل اعتماد ہیں۔ یعنی دو حدیثیں بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک ایک حدیث بروایت ابن مسعود و ابو سعید و ابو ہریرہ بحینہ رضی اللہ عنہم سے سجدہ سہو زیادتی کمی یا شک میں ادا کرنا جائز ہے۔ نماز چاہے فرض ہو یا نفل جس شخص کو بکثرت شک لاحق ہو تو وہ وسواسی (شکی) کہلائے گا۔ ایسے وسوسے کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ شک کی یہی کثرت اگر وضو، غسل، نجاست کو دور کرنے میں ہو تو ان صورتوں میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر کوئی عمداً نماز میں کمی بیشی کرتا ہے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ ہاں اگر بھول چوک سے ہو تو سجدہ سہو کرلے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص بھول کر نماز میں کمی بیشی کرجائے تو اسے چاہیے کہ دو سجدے کرلے۔ (بروایت مسلم) جب بھی اسے اپنی غلطی کا علم ہوجائے تو بغیر تکبیر کے نماز کی مطلوبہ ترتیب قائم کرلے۔ اگر دھوکے سے رکعت زیادہ پڑھنا شروع کردی ہو تو جیسے ہی غلطی کا علم ہوجائے اسی زائد رکعت کو یوں ہی چھوڑ دے اور اس سے پہلے جس طرح سے نماز پڑھ رہا تھا اس کو اصل بنالے۔ اگر تشہد کرچکا ہے تو دوبارہ تشہد نہ پڑھے بلکہ سجدہ کرکے سلام پھیر دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو زائد رکعتیں پڑھ چکا ہو ان کی پرواہ نہ کرے اگر کسی کو زائد رکعت کا علم ہوجائے تو وہ اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ چاہے امام ہو یا منفرد۔ جب دو قابل اعتماد مقتدی امام کو متنبہ کریں اور اسے اپنی درستگی کا یقین ہو، تب بھی وہ رجوع کرلے البتہ اگر ایک شخص متنبہ کررہا ہو تو رجوع کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ذوالیدین" کے قول کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔

کسی معمولی حرکت سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے دروازہ کھولا تھا۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ کو اٹھایا اور اتارا تھا۔ اگر قعدہ میں قرات اور قیام میں تشہد سہواً پڑھ لیتا ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر نماز میں بھولے سے غلطی ہوجائے تو سجدہ سہو کرلینا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے:
"اگر تم میں سے کوئی نماز میں بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ سہو کے بعد دو سجدے کرلے"
اگر نماز پوری کرنے سے پہلے جان بوجھ کر سلام پھیر دیا تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر اسے اس غلطی کا اس وقت علم ہو جب کہ وہ مسجد سے نکل چکا ہے یا تھوڑی سی بات بھی کرلی ہے تو اسے چاہیے کہ نماز مکمل کرے۔ اگر بھولے سے بات کرلی یا نیند آگئی اور اسی حالت میں گفتگو کرلی، یا حالت قراءت میں قرآن کے علاوہ کوئی کلمہ منہ سے نکل گیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ قہقہہ لگانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن تبسم سے نہیں۔

اگر نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی اور رکن ادا کرنا بھول جائے اور اسے اس غلطی کا احساس اس رکعت میں نہیں بلکہ اس کے بعد والی رکعت میں ہو تو وہ رکعت جس میں غلطی ہوئی ہے یعنی جس میں کوئی رکن چھوٹ گیا ہے تو وہ رکعت کالعدم ہوجائے گی اور دوسری رکعت اس کی جگہ لے لے گی۔ اگر "افتتاح" بھول جائے تو اس کا اعادہ نہ کرے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اگر وہ اس کو قراءت شروع کرنے سے قبل یاد آجائے تو دھرائے، اگر تشہد بھول کر کھڑا ہونے لگے اور ابھی پوری طرح سے کھڑا نہ ہوپائے تو تشہد کے لیے بیٹھ جائے۔

مقتدی پر امام کی اقتدا لازمی ہے لہٰذا اگر وہ سجدہ سہو کرے تو وہ بھی سجدہ سہو کرے۔ جسے رکعتوں کی تعداد میں شک ہوجائے تو یقینی بات پر اعتماد کیا جائے۔ مقتدی شک کی صورت میں امام کے فعل پر عمل کرے، اگر ایک مقتدی اس حالت میں جماعت میں شامل ہو جبکہ امام رکوع میں تھا اور وہ مقتدی بھی رکوع میں چلا گیا لیکن اسے یہ شک ہوگیا کہ اس کے رکوع میں پہنچنے سے پہلے کہیں امام رکوع سے اٹھ تو نہیں گیا۔ ایسی صورت میں اس رکعت کا اس کی نماز میں شمار نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا۔ اگر وہ یقین پر اعتماد کرتا ہے تو پھر باقی نماز پڑھے اور مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ہوئی نماز مکمل کرے اور سجدہ سہو کرے۔ امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے مقتدی بھول چوک کی صورت میں سجدہ سہو نہیں کرے گا۔ ہاں اگر امام سے بھول چوک ہوجائے اور وہ سجدہ سہو کرے تو پھر مقتدی کو بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔ مسبوق (وہ مقتدی جو ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں ہوجانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا) امام کی غلطی کی صورت میں امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں مکمل کرے گا اگر اس دوران اس سے کوئی ایسی غلطی ہوجاتی ہے جس کے نتیجے میں سجدہ سہو ضروری ہوجاتا ہے تو اسے سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ اگر سلام سے پہلے یا سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا بھول جائے اور زیادہ وقت بھی نہ گزرا ہو تو سجدہ سہو کرلینا چاہیے۔ "سجدہ تلاوت" کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہی سجدہ سہو میں بھی پڑھا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفل نمازیں (صلاۃ التطوع)

ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن کسی شخص کی فرضی نمازوں میں کمی بیشی یا نقص پایا گیا تو اس کی نفل نمازوں سے اس کو پورا کیا جائے گا۔ یہی طریق کار زکوٰۃ اور دیگر اعمال کے سلسلہ میں بھی اختیار کیا جائے گا۔ سب سے افضل تطوع "نفل کام" جہاد ہے، اور پھر اس سے متعلق دوسرے اخراجات، پھر علم کا سیکھنا اور سکھانا۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: علم سیکھنے اور علم سکھانے والا دونوں اجر و ثواب میں ہم پلہ ہیں۔ باقی سب لوگ ناکارہ ہیں۔ ان میں کچھ بھلائی نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جو کوئی خلوص نیت سے علم حاصل کرتا ہے تو وہ سب سے بہتر کام کرتا ہے اور فرمایا کہ رات کے کچھ حصہ میں علم کی باتیں کرنا پوری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ انسان پر واجب ہے کہ وہ ایسا علم حاصل کرے جس سے وہ دین کی خدمت کر سکے۔ حضرت احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ امام موصوف نے جواب دیا کہ وہ اتنا علم ضرور حاصل کر لے کہ وہ اپنی جہالت میں نماز روزہ کو اپنے اندر سمیٹ سکے۔ نماز کے متعلق حدیث ہے:

"استقیموا ولن تحصوا واعلموا أن خیر أعمالکم الصلاۃ"

"ثابت قدم رہو اور (اعمال کا) شمار نہ کرو، جان لو کہ تمھارے اعمال میں سے بہتر عمل نماز ہے۔"

اس کے علاوہ مریض کی عیادت، مسلمان بھائی کی حاجت روائی یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کا فائدہ ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا میں تمھیں اس افضل عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جو نماز و روزہ سے بھی بڑھ کر ہے؟ اور وہ ہے آپس میں صلح و صفائی کرا دینا۔ کیونکہ آپس میں جھگڑا باہمی تفرقہ انتہائی قبیح فعل ہے۔ بلکہ یہ تو معاشرہ اور سوسائٹی کے لیے موت ثابت ہوتا ہے۔" (اس روایت کو ترمذی نے صحیح قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے)

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں : جنازہ میں شرکت نماز سے افضل ہے۔ ضرورتمند رشتہ دار پر صدقہ کرنا، غلام کو آزاد کرنے اور اجنبی پر صدقہ کرنے سے بھی افضل ہے مگر زمانہ قحط اور حج میں صورت حال مختلف ہوجاتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث ہے کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلے وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں رہتا ہے جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔

شیخ کہتے ہیں : علم کا سیکھنا اور سکھانا جہاد میں داخل ہے بلکہ یہ جہاد ہی کی ایک قسم ہے۔ شیخ مزید کہتے ہیں کہ دسویں ذی الحجہ کو رات اور دن عبادت میں مشغول رہنا ایسے جہاد سے افضل ہے جس میں انسان خود اپنے نفس و مال کے ساتھ شریک نہ ہوا ہو۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کوئی بھی چیز حج کے مشابہ نہیں کیونکہ جس دوڑ دھوپ، تھکان، محنت و مشقت سے یہاں واسطہ پڑتا ہے اس سے دوسرے ارکان کی ادائیگی میں واسطہ نہیں پڑتا۔

حج میں ایسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں جن کی اسلام میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرفہ کی شام ہی کو لیجیے۔ شام کے وقت مال اور بدن سب مضمحل ہوجاتے ہیں۔ جسم تھک کر چکنا چور ہوجاتے ہیں چنانچہ اس کی ادائیگی میں جس قدر محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے ایسی اسلام کے کسی اور رکن کی ادائیگی میں نہیں اٹھانی پڑتی۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ اس جیسی کوئی اور چیز نہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے فعل کے مطابق مصلحتاً و ضرورتاً کبھی کوئی چیز دوسروں پر افضل ہوجاتی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے۔ دیکھو جس چیز پر تمہارا دل ٹھکتا ہو اس پر عمل کرو۔ امام احمد بن حنبل اسلام پر غور وفکر سوچ و بچار کو نماز اور صدقہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس سے یہ رخ سامنے آتا ہے کہ ''قلب کا عمل اعضا کے عمل سے'' افضل ہے اور ''عمل جوارح'' سے مراد ''اصحاب'' عمل الجوارح ہیں۔ اس کی تائید ان دونوں حدیثوں سے ہوتی ہے۔

«أحب الأعمال إلى الله الحب في الله والبغض في الله»

''اللہ کے نزدیک سب سے زیاد پسندیدہ عمل یہ ہے کہ محبت کی جائے تو اللہ کی خاطر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے دشمنی کی جائے تو اللہ کی خاطر کی جائے"۔

اور اس طرح دوسری حدیث اوثق عری الایمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حدیث کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے وہ نفلی نمازیں جن کی تاکید کی گئی ہے ان میں سے کسوف (سورج گرہن کی نماز) خسوف (چاند گرہن کی نماز) وتر کی نماز، فجر کی سنتیں اور مغرب کی سنتیں ہیں۔ پھر اس کے بعد باقی رواتب (یعنی فرض نمازیں) ہیں۔ نماز وتر کا وقت عشاء سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔ جس شخص کو رات کے آخری حصے تک اپنے قیام کا پوری طرح یقین ہو، اس کے لیے رات کا پچھلا پہر افضل ہے۔ بصورت دیگر سوتے وقت وتر پڑھ لے۔ وتر میں کم از کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں۔ افضل یہی ہے کہ پہلے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اس کے بعد پھر ایک رکعت بطور وتر پڑھے، البتہ اس کے علاوہ بھی اگر کسی اور ایسے طریقے سے وتر پڑھی جائے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو وہ بھی جائز ہے۔ نماز وتر کم از کم تین رکعتوں اور دو سلاموں کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ ایک سلام سے بھی اس کی ادائیگی جائز ہے اور اس کا مغرب کی طرح بھی پڑھنا جائز ہے۔

"سنن راتبہ" دس ہیں اور ان کا گھر میں پڑھنا افضل ہے اور وہ یہ ہیں: دو رکعتیں ظہر کی فرض نماز سے پہلے اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کی نماز کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں فجر میں۔ نماز فجر کی سنتیں مختصر پڑھے اور ان میں "قل یا ایھا الکافرون" اور "قل ھواللہ احد" پڑھے۔ یا پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی آیت "قولوا آمنا باللہ و ما انزل الینا" پڑھے اور دوسری رکعت میں "قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم" پڑھے (سواری کی حالت میں بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔)

جمعہ کی فرض نماز سے قبل کوئی سنت نہیں۔ نماز جمعہ کے بعد دو یا چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ سنت نماز میں سنت صرف تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔ حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطابق فرض و سنت میں وقفہ مسنون ہے اس حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطابق فرض و سنت میں تفریق گفتگو یا سنت پڑھ کر کھڑے ہوجانے سے ہوسکتی ہے۔ جس شخص نے سنتیں وقت پر نہیں پڑھیں اس کے لیے قضا مستحب ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان نفل پڑھنا بھی مستحب ہے۔ تراویح پڑھنا افضل ہے۔ امام قراءت بلند آواز سے کرے تاکہ اگلی صفوں سے پچھلی صفوں تک آواز پہنچتی رہے۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے حدیث میں آیا ہے کہ "رات کی نماز دو دو رکعت ہے" اور اس کے وقت کا آغاز عشاء کے بعد سے ہوتا ہے۔ وتر سے پہلے سنتیں پڑھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر آخر میں وتر پڑھے۔ تہجد کی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وتر کو تہجد کے بعد پڑھنا چاہیے۔ "اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا" وتر کو رات کی آخری نماز بناؤ۔

اگر کوئی پسند کرے تو نماز تہجد میں امام کی متابعت کر سکتا ہے اور پھر جب امام سلام پھیر دے تو وہ خود سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑے ہو کر ایک اور رکعت پڑھ لے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ (تہجد پڑھنے کے لیے) کھڑا ہو یہاں تک کہ نماز پڑھ کر چلا جائے تو اس کو قیام اللیل کا ثواب ملے گا۔

قرآن پاک کا حفظ کرنا بالاجماع مستحب ہے اور یہ تمام اذکار سے افضل ہے خاص طور سے جو کچھ نماز میں پڑھنا واجب ہوتا ہے اس کا حفظ کرنا واجب ہے۔ تعلیم شروع کرنے سے پہلے بچے کو اگر کسی قسم کی مشکلات نہ ہوں تو اس کو قرآن کریم کی تعلیم دینی چاہیے۔ قرآن کا ایک ہفتے میں ختم کرنا مسنون ہے۔ اگر بھول جانے کا خوف ہو تو پھر قراءت میں تاخیر کرنا حرام ہے قراءت سے قبل "اعوذ باللہ" پڑھی جائے۔ انتہائی یکسوئی اور حضور دل سے قراءت کرے۔ ایسا ماحول پیدا کرے جس سے یکسوئی اور انہماک پیدا ہو سکے۔ موسم سرما میں رات کے پہلے حصہ میں قرآن ختم کرے اور موسم گرما میں دن کے پہلے پہر میں۔ طلحہ بن مصرف کہتے ہیں "میں نے اس امت کے اہل خیر کو یہ طریقہ پسند کرتے ہوئے پایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر پڑھنے والے نے قرآن کو دن کے ابتدائی حصہ میں ختم کیا تو فرشتے اس کے لیے شام تک دعا مانگتے رہیں گے اور اگر شروع رات میں ختم کیا تو فرشتے صبح تک اس کے لیے دعائیں مانگتے رہیں گے۔

قرآن کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر اور خوبصورت آواز سے کرے۔ قرآن کو پوری توجہ، انہماک اور اس کی آیتوں کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے آیتوں پر غور و فکر کرتے ہوئے پڑھے۔ جب آیت عذاب آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرے۔ اگر لوگ نماز ادا کر رہے ہوں یا کوئی سو رہا ہو یا لوگ تلاوت کر رہے ہوں تو بلند آواز سے تلاوت نہ کرے تاکہ ان کو پریشانی نہ ہو۔ کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے، لیٹے لیٹے، سواری کی حالت میں یا چلتے ہوئے قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح راستہ میں اور وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں بھی تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں غلاظت پڑی ہوئی ہو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔ قرآن کی تلاوت کے لیے مجلس منعقد کرنا اور قاری سے تلاوت سننا مستحب ہے۔ دوران تلاوت بے فائدہ اور لایعنی باتوں سے پرہیز کرے۔ امام احمد بن حنبل قراءت تیزی سے کرنے اور ایسی قراءت کو جو (گانا گانے والے کی آواز کے مشابہ ہو) مکروہ قرار دیتے ہیں۔ ترجیع (کسی آیت کو بار بار پڑھنا) کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ جو شخص قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق اپنی طرف سے کوئی بات گھڑلے یا قرآن کے تعلق سے بات کو بلا علم بیان کرے تو ایسے شخص کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہیے۔ اس کی رائے قرآن کے موافق ہو یا نہ ہو۔

کسی شخص کے لیے قرآن کو بے وضو چھونا جائز نہیں۔ جو شخص بے وضو ہو وہ قرآن کو اسی سُتلی، تسمے یا تھیلی یا آستین وغیرہ کی مدد سے اٹھائے۔ چھڑی یا اس طرح کی کسی چیز سے قرآن کے صفحات الٹ سکتا ہے۔ تفسیر کی کتابیں یا ایسی کتابیں جن میں قرآنی آیات مذکور ہوں ان کو بلاوضو چھوسکتا ہے۔ بے وضو، بغیر چھوئے قرآن کی کتابت کرسکتا ہے۔ قرآن کی کتابت پر اجر لینا درست ہے۔ قرآن حکیم کو ریشمی غلاف میں لپیٹنا جائز ہے۔ اس کی طرف پیٹھ پھیرنا یا ٹانگیں کرنا یا اسی طرح کی اور حرکات کا ارتکاب کرنا جن سے بے ادبی کا احتمال ہوتا ہو مکروہ ہے۔ اس طرح قرآن کو سونے چاندی سے مزین کرنا اور لکھتے وقت قرآن کریم کو تین حصوں میں بانٹ کر ان کی علامتوں کا بنانا یا اس طرح کی دوسری باتیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے زمانہ مبارک میں نہیں تھیں وہ بھی درست نہیں۔ ناپاکی کی حالت میں قرآن کا لکھنا یا ایسی تحریر لکھنا جس میں اللہ کا ذکر ہو حرام ہے۔ اگر مصحف بوسیدہ ہوجائے یا لکھائی مٹ جائے تو اسے زمین میں دفن کردیا جائے اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو قبر اور منبر کے درمیان دفن کیا تھا۔

ممنوعہ اوقات کے علاوہ ہر وقت میں نفل پڑھنا مستحب ہے اور رہی صلاہ اللیل (رات کو نفل پڑھنے کو صلاہ اللیل کہا جاتا ہے) ایسی نماز ہے جس کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ فضیلت کے اعتبار سے دن کے نوافل سے بہت افضل ہے نیند سے بیداری کے بعد پڑھنا اور بھی افضل ہے۔ کیونکہ "ناشئہ اللیل" کا مفہوم اسی طرح ہی حاصل ہوسکتا ہے جب انسان بیدار ہو تو اللہ کا ذکر کرے اور کہے:

«لا إله إلا الله وحده لا شريك له. له الملك وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، الحمد لله وسبحان الله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله»

پھر اگر اس کے بعد: "اللهم اغفرلی" یا کوئی اور دعا کی، تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔ اس کے بعد اگر وہ وضو کرکے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول ہوجائے گی۔

اس کے بعد دعائیہ کلمات پڑھے:

«الحمد لله الذي أحياني بعد أن أماتني وإليه النشور. لا إله إلا أنت وحدك لا شريك لك. سبحانك. أستغفر لذنبي وأسألك رحمتك. اللهم زدني علماً ولا تزغ قلبي بعد إذ هديتني، وهب لي من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب، الحمد لله

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذي ردّ عليّ روحي وعافاني في جسدي وأذن لي بذكره»

پھر مسواک کرکے نماز میں کھڑا ہو تو چاہے "استفتاح مکتوبہ" سے شروع کرے یا اس کے علاوہ کسی اور استفتاح سے مثلاً یوں ابتدا کرے:

اللهم لك الحمد أنت نور السماوات والأرض ومن فيهن . ولك الحمد أنت قيوم السماوات والأرض ومن فيهن . ولك الحمد أنت ملك السماوات والأرض ومن فيهن . ولك الحمد أنت الحق ووعدك الحق ، وقولك الحق ، ولقاؤك حق ، والجنة حق ، والنار حق ، والنبيون حق ، والساعة حق ، اللهم لك أسلمت وبك آمنت . وعليك توكلت وإليك أنبت . وبك خاصمت وإليك حاكمت . فاغفر لي ما قدمت وما أخرت ، وما أسررت وما أعلنت ، وما أنت أعلم به مني . أنت المقدّم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت ولا قوة إلا بك» .

اگر چاہے تو یہ دعا پڑھے۔

«اللهم رب جبريل وميكائيل وإسرافيل فاطر السماوات والأرض عالم الغيب والشهادة ، أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون . اهدني لما اختُلِف فيه من الحق بإذنك . إنك تهدي من تشاء إلى صراط مستقيم» .

مسنون طریقہ یہ ہے کہ تہجد کا آغاز دو ہلکی اور چھوٹی چھوٹی رکعتوں سے کرے اور نوافل مستقل طور پر پڑھا کرے اگر کبھی چھوٹ جائیں تو ان کی قضا کرلے۔ صبح شام، سوتے جاگتے، گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت ان اذکار کا پڑھنا مستحب ہے اور یہ اذکار احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔

نوافل کا گھر میں ادا کرنا افضل ہے اگر نوافل کا تعلق ایسی نماز سے ہو جس میں جماعت جائز ہو تو پھر انہیں پوشیدہ طریقے سے پڑھنا بہتر ہے۔ نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر اسے عادت نہ بنایا جائے۔ سحر کے وقت کثرت سے استغفار کرنا مستحب ہے۔ جس کی تہجد رہ جائے وہ اس کی قضا ظہر سے قبل کرلے۔ لیٹ کر نفل پڑھنا درست نہیں۔ ممنوعہ وقت کے گزرنے کے بعد زوال سے کچھ پہلے تک صلاۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) پڑھنا مسنون ہے۔

جب گرمی کی شدت بڑھ جائے تو اس وقت چاشت کی نماز کا پڑھنا افضل ہے۔ اس نماز کی دو رکعتیں ہوتی ہیں اگر کوئی زیادہ پڑھ لیتا ہے تو اور بہتر ہے۔ صلاۃ استخارہ مسنون ہے اگر انسان کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو وہ فرض کے علاوہ دو رکعت نفل نماز پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اللهم إني أستخيرك بعلمك وأستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم ؛ فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علاّم الغيوب . اللهم إن كنت تعلم أن هذا الأمر (ويسمي حاجته) خير لي في ديني ودنياي ومعاشي وعاقبة أمري أو قال (عاجلة وأجله) فاقدره لي ، ويسره لي ثم بارك لي فيه . وإن كنت تعلم أن هذا الأمر شر لي في ديني ودنياي ومعاشي وعاقبة أمري فاصرفه عني ، واصرفني عنه ، واقدر لي الخير حيث كان ثم رضني به» .

استخارہ کرتے وقت کسی کام کو کسی صورت میں کرنے یا نہ کرنے کا دل میں ارادہ نہ رکھے۔

تحیۃ المسجد اور سنت وضو یہ دونوں نمازیں مسنون ہیں۔ سجدہ تلاوت سنت موکدہ ہے واجب نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جس نے سجدہ کرلیا اچھا کیا اور جس نے سجدہ تلاوت نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں (روایت موطاء) سننے والے کے لیے بھی سجدہ تلاوت مسنون ہے۔ سوار جس طرف سواری کا رخ ہو اشارہ سے سجدہ کرے۔ چلنے والا قبلہ رخ ہوکر زمین پر سجدہ کرے۔ صحابہ کرام سے سامع کا سجدہ کرنا بھی مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قاری سے جو ایک چھوٹا سا لڑکا تھا کہا "سجدہ کر اس لیے کہ تو ہمارا امام ہے"۔

کسی ظاہری نعمت کے ملنے یا کسی کام کے پورا ہونے پر سجدہ شکر بجالانا بھی مستحب ہے۔ (اگر کسی کے بدن میں کوئی نقص دیکھے یا کسی کو پریشانیوں میں پھنستا ہوا پائے، اگر کسی کو دینی یا جسمانی مشکلات میں پھنسا ہوا پائے تو یہ دعا پڑھے: «الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني على كثير ممن خلق تفضيلاً» .

اوقات ممنوعہ پانچ ہیں:

- نماز فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہوجائے۔
- سورج طلوع ہونے سے لے کر اس کے ایک نیزے کی برابر بلندی ہوجانے تک۔
- ٹھیک دوپہر کا وقت جب تک سورج ڈھل نہ جائے۔
- نماز عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہوجائے۔
- سورج کے غروب ہونے سے لے کر اس کے پوری طرح غروب ہوجانے تک۔

ممنوعہ اوقات میں فرائض کی قضاء جائز ہے۔ اس طرح ان اوقات میں منتوں کی ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ طواف کی دو رکعتیں بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے بعد کسی مسجد میں آئے اور پھر وہاں نماز کے لیے جماعت تیار ہو تو اسے چاہیے کہ نماز دوبارہ باجماعت پڑھ لے۔ نماز جنازہ دو طویل وقتوں میں (یعنی فجر سے ظہر اور عصر سے مغرب تک کے دوران) پڑھی جاسکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز با جماعت

جمعہ اور عیدین کے علاوہ کم از کم دو شخص جماعت بنا کر نماز ادا کریں۔ سفر ہو یا حضر یہ فرض عین ہے حتیٰ کہ حالت خوف میں بھی نماز با جماعت کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا۟ أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا۟ فَلْيَكُونُوا۟ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا۟ فَلْيُصَلُّوا۟ مَعَكَ

"اور اے نبی جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں) انہیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنے اسلحہ لیے رہے پھر جب وہ سجدہ کرلے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آکر تمہارے ساتھ نماز پڑھے۔" (النساء : ۱۰۲)

نماز باجماعت پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ جماعت مسجد میں ادا کرنی چاہیے۔ مسجد میں مقرر کردہ امام کی اجازت کے بغیر کوئی شخص امامت نہ کرے اگر امام کے آنے میں تاخیر ہوجائے تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مسئلہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے فعل سے ثابت ہے۔

جب نماز کھڑی ہوجائے تو پھر نفل پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر پہلے سے نفل پڑھ رہا ہو اور اس دوران نماز کھڑی ہوجائے تو نفل میں تخفیف کرے۔ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پالی گویا اس نے جماعت کا ثواب پالیا۔ امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت مل جاتی ہے۔ رکوع کی تکبیر، تکبیر تحریمہ کا کام دیتی ہے۔

زید بن ثابت اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل اس پر دلالت کرتا ہے اور اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں۔ افضل یہی ہے کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز میں داخل ہو اور پھر اس وقت رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ اس طرح دونوں تکبیریں پڑھ لی جائیں گی اور ان لوگوں کی مخالفت سے بھی بچا جاسکے گا جو ان دونوں تکبیروں کو واجب قرار دیتے ہیں۔

اگر کوئی نمازی امام کو رکوع کے بعد پاتا ہے تو وہ رکعت اس سے چھوٹ جائے گی اور اس امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی متابعت لازم ہے۔ اس طرح امام کے ساتھ حصول خیر کے لیے شامل ہونا مسنون ہے۔ جب امام دوسرا سلام پھیر دے تو پھر جس کی رکعت چھوٹ گئی ہو وہ کھڑا ہوجائے۔ اگر سلام کے بعد امام کو سجدہ سہو میں پائے تو اس کے ساتھ نماز میں شامل نہ ہو۔

اگر نماز با جماعت ختم ہوچکی ہو تو اور کوئی آدمی اس کے ساتھ نماز پڑھ لے تو یہ مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس پر صدقہ کرنا چاہتا ہو تو وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

مقتدی پر قراء ت واجب نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْءَانُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

(الاعراف : ۲۰۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے جس نماز میں امام جہر نہیں کرتا اس میں مقتدی کے لیے قراء ت مسنون ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین کرام میں سے اکثر اہل علم کے خیال میں خاموشی سے پڑھی جانے والی نمازوں میں مقتدیوں کو بھی ان لوگوں کی مخالفت سے بچنے کے لیے جو قراء ت مقتدی کے لیے بھی واجب قرار دیتے ہیں قرات کرلینی چاہیے۔ لیکن ہم دلائل کی بنیاد پر جہر کی صورت میں قرات نہ کرنے کے حق میں ہیں۔ نماز میں امام کی متابعت واجب ہے یعنی مقتدی کا فعل امام کے فعل کے بعد ہونا چاہیے۔ امام سے پہلے کوئی فعل کرنا مکروہ ہے۔ اگر مقتدی بھول کر امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کرلیتا ہے تو اسے لوٹ آنا چاہیے تاکہ اس کو امام کے بعد انجام دے سکے۔ لیکن اگر باوجود علم کے ایسا عمل نہیں کرتا تو پھر اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ اگر کسی عذر کے بغیر امام سے کسی رکن میں پیچھے رہ جاتا ہے تو اس کو بھی مسابقت تصور کیا جائے گا۔ اگر کسی عذر مثلاً نیند، غفلت یا امام کی عجلت کی وجہ سے پیچھے رہ جائے تو امام سے مل جائے۔

اگر کسی عذر کے سبب مقتدی ایک رکعت پیچھے رہ جائے تو باقی نماز میں امام کی متابعت کرے اور جب امام سلام پھیر دے تو پھر وہ رہ جانے والی رکعت یا رکعتوں کو پورا کرلے۔ امام کو چاہیے کہ اگر کسی مقتدی کو کوئی عارضہ پیش آجائے تو نماز میں تخفیف کردے لیکن ایسی جلد بازی بھی نہ ہو کہ مقتدی نماز میں مسنون افعال کی ادائیگی بھی پوری طرح نہ کرسکیں۔ پہلی رکعت کا دوسری رکعت سے طویل ہونا مسنون ہے اگر مقتدیوں پر گراں نہ ہو تو امام کے لیے مستحب ہے کہ جماعت میں شامل ہونے والے کا انتظار کرے یہاں تک کہ وہ رکعت میں شامل ہوجائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کو زیادہ پڑھنے اور جاننے والا امامت کا زیادہ حقدار ہے۔ رہی یہ بات کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے کیوں آگے بڑھایا حالانکہ وہ دونوں بزرگ قرآن کو زیادہ پڑھتے اور جانتے تھے، تو امام احمد بن حنبل اس کا جواب دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے اندر یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ صحابہ سمجھ لیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ "امامت کبریٰ" میں سب سے مقدم ہیں۔ کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آگے بڑھایا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ سب لوگوں میں قرآن وسنت کے زیادہ جاننے والے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین جب تک ایک آیت کے معنی پوری طرح نہیں سمجھ لیتے اس پر عمل نہیں کر لیتے تھے تو آگے نہیں بڑھتے تھے جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم سے جب کوئی شخص قرآن کی دس آیتیں سیکھ لیتا تھا تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا تھا جب تک اس کا معنی نہ سمجھ لے اور اس پر عمل نہ کر لے"۔

امام مسلم ابوسعید البدری سے ایک مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں۔

"مسلمانوں کا امام وہ شخص بنے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن کا پڑھنے والا ہو۔ اگر اس خوبی میں سب برابر ہوں تو پھر وہ شخص امامت کرے جو سنت کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اگر اس خوبی میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ شخص امامت کرے جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر اس خوبی میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو عمر میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کا حقدار ہوگا۔ کوئی شخص کسی ایسی جگہ امامت نہ کرے جو کسی دوسرے کے دائرہ اختیار میں ہو۔ اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر بیٹھے۔ صحیحین میں ہے کہ تم میں سے جو بڑا ہے وہ تمہاری امامت کرے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح بھی مروی ہے کہ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر جس نے پہلے اسلام قبول کیا ہو وہ امامت کرے۔

اجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کہتا تھا کہ "رمضان میں تمہاری امامت اتنی اتنی اجرت پر کروں گا" تو امام احمد بن حنبل نے کہا: میں اللہ سے عافیت کا طلبگار ہوں بھلا ایسے شخص کے پیچھے کون نماز پڑھے گا؟

محلہ کے امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جاسکتی جو کھڑا ہونے سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معذور ہو۔ محلہ کے امام سے مراد ہر تنخواہ دار امام ہے۔ لہٰذا اگر محلہ کا امام بیمار ہوجائے اور کھڑے ہوکر امامت کرنے سے معذور ہو تو مقتدی بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کرے۔

اگر امام اس حالت میں امامت کرتا ہے کہ وہ بے وضو ہے یا اس پر نجاست لگی ہوئی ہے لیکن اس کا احساس اسے نماز کے بعد ہوتا ہے تو مقتدی نماز کا اعادہ نہیں کریں گے۔ مگر امام کو نماز دہرانی پڑے گی۔ لوگوں کی اکثریت کسی وجہ سے امام کو ناپسند کرتی ہو تو اس کا امامت کرنا مکروہ ہوگا۔ وضو والا تیمم والے کی امامت میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

مقتدیوں کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا سنت ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ جب جابر اور جبار رضی اللہ عنہما آپ کے دائیں بائیں کھڑے ہوگئے تو آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں پیچھے کھڑا کردیا۔ جہاں تک اس واقعہ کا تعلق ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرح امامت کی کہ علقمہ اور اسود ان کے دائیں بائیں تھے، اس سلسلہ میں امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ ایسا فعل جگہ کی تنگی کی وجہ سے ہوا تھا۔

اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہو۔ اگر مقتدی بائیں طرف کھڑا ہوجائے تو امام اس کو دائیں طرف کردے۔ اس عمل سے تکبیر تحریمہ باطل نہ ہوگی۔ یعنی دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرنا ضروری نہ ہوگا۔ اگر امام کے پیچھے ایک عورت اور ایک مرد ہو تو مرد امام کے دائیں اور عورت پیچھے کھڑی ہوگی۔

امام سے قریب والی صف افضل ہے اس طرح ایک صف کا دوسرے صف سے قریب ہونا اور صف کا درمیان والا حصہ افضل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : امام کے پیچھے وسط میں کھڑے ہوجاؤ اور درمیان میں فاصلہ نہ چھوڑو۔

بچے کا صف میں کھڑا ہونا درست ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور ہمارے پیچھے ایک بڑھیا کھڑی ہوئی۔ اگر مقتدی امام سے دور ہوکر اس کے پیچھے نماز ادا کرے گا تو ایسی نماز درست نہ ہوگی۔ اگر مقتدی امام کو یا اس کے پیچھے والے کو دیکھتا ہو تو نماز ہوجائے گی۔ چاہے صفیں متصل بھی نہ ہوں یا اگر وہ ان دونوں کو تو نہیں دیکھ سکتا لیکن تکبیر سنتا ہے کیونکہ تکبیر سن کر امام کی اقتداء کرسکتا ہے اور تکبیر کا سننا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ امام کو یا اس کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کو دیکھ رہا ہو۔

اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی راستہ ہو یا صفیں ٹوٹ رہی ہوں تو پھر اقتدا درست نہ ہوگی۔ امام "موفق" اور کچھ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ اس سلسلہ میں نہ تو کوئی نص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی ہے اور نہ ہی اجماع ہے اس وجہ سے اقتدا کے سلسلے میں ایسی صورتحال رکاوٹ نہیں بن سکتی۔
امام کا مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا ہونا درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا، کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو روکتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ امام شافعی نے اس حدیث کو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

معمولی سی بلندی میں کوئی حرج نہیں جیسے منبر کا ایک درجہ۔ حدیث "سہل" میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر نماز پڑھی۔ پھر الٹے پاؤں اس سے اتر کر سجدہ کیا۔ مقتدی کا بلند جگہ پر ہونا کوئی حرج نہیں اس لیے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر کھڑے ہوکر امام کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ امام فرض نماز والی جگہ پر سنتیں نہ پڑھے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ کے علاوہ کسی اور نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ مقتدی امام سے پہلے نہ اٹھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دیکھو رکوع سجود اور نماز پڑھنے کے بعد اٹھ کر چلے جانے میں مجھ سے پہل نہ کیا کرو۔ امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ مسجد میں فرض کے لیے کوئی جگہ اپنے لیے مخصوص کرلے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ یہ اونٹ جیسی حرکت ہے۔ (اونٹ ہمیشہ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھا کرتا ہے) ایسا شخص جو مریض ہو یا جسے اپنے مال و متاع کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا ایسا شخص جو اپنے مال و متاع کی نگرانی کررہا ہو، شریعت نے اسے جماعت اور جمعہ سے رخصت دی ہے۔ اس لیے کہ اگر بارش وغیرہ کی وجہ سے ترک جماعت و جمعہ کی رخصت ہے تو پھر مذکورہ بالا عذر میں بطریق رخصت (اجازت) اولیٰ چیز ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی سفر میں سخت سردی یا بارش کے سبب اعلان کرتے تھے کہ لوگ اپنی قیام گاہوں پر ہی نماز پڑھ لیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے موذن کو جبکہ جمعہ کے روز بارش ہورہی تھی کہا، جب تم اشہد ان محمدا رسول اللہ کہو تو "حی علی الصلاۃ" مت کہو بلکہ کہو "صلوا فی بیوتکم" (اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) لوگوں نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ تو ایسی ہستی نے بھی کیا تھا جو مجھ سے بہت بہتر و افضل ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں کیچڑ اور پھسلن میں تمہیں گھروں سے نکالنا پسند نہیں کرتا۔ لہسن و پیاز کھاکر مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ فرشتوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کے بارے میں

یہ گفتگو دراصل ایک پیچیدہ مسئلہ کے متعلق ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارثوں کے علاوہ دیگر افراد کو وراثت وقف کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ ایک طبقہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ اگلی سطور میں اس پہلو کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان لوگوں کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے جو اس وقف کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان شبہات کے جواب میں اپنے دلائل پیش کرنے سے پہلے ہم یہ واضح کریں گے کہ مسئلہ کی دراصل صورت کیا ہے؟ وارثوں کے علاوہ دوسرے لوگوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر وقف کرنا مثلاً یتیموں، ماہ رمضان کے روزے داروں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے وقف کرنا۔ سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں۔

قاضی شریح اور اہل کوفہ اس وقف کو درست نہیں مانتے۔ امام احمد بن حنبل نے بھی ان حضرات کا یہی نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ باقی جمہور اہل علم کے نزدیک یہ وقف صحیح ہے چنانچہ انہوں نے واضح اور صریح دلائل سے اہل کوفہ کے نقطہ نظر کا جواب دیا ہے۔ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو بنیاد بناتے ہیں جس میں صدقہ جاریہ کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ یہ حضرات اس طرح کے وقف کو صدقہ جاریہ قرار دیتے ہیں۔ دلیل کے طور پر حضرت کا یہ عمل پیش کرتے ہیں کہ آپ نے صحابہ میں سے صاحب ثروت اور صاحب دولت صحابیوں کا مال نیک کاموں کے لیے وقف کردیا تھا۔ ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے کیا تھا اور ہم ایسے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدوں سے متجاوز قرار نہیں دے سکتے۔

زیر بحث مسئلہ یوں ہے کہ ایک شخص اللہ کے مقرر کردہ تقسیم وراثت کے قاعدوں کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے وراثت تقسیم کرنا چاہتا ہو مثلاً وہ یہ کہے کہ اس کی عورت اس کے درخت کی وارث نہ ہو یا ایک مدت معین کے بعد وہ اس کھجور کے درخت کا پھل نہ کھائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عدل و انصاف کی تاکید کی ہے لیکن وہ عدل و انصاف کی خدائی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی اولاد میں سے کسی کو کسی سے زیادہ دینے کا خواہشمند ہو۔ یا بیٹیوں کی نسل کو وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہو یا وارثوں کے محتاج ہونے کے خوف سے وارثوں پر جائداد کا فروخت کرنا حرام کردے اور بعض مفتی اس بدعت ملعونہ کو صدقہ قرار دے دیں اور یہ کہیں کہ یہ صدقہ تو دراصل اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قربت کا ذریعہ ہے۔ یہ ہے دراصل وہ بنیادی مسئلہ جو آپ کے غور و فکر کا محتاج ہے۔ اگلی سطور میں ہم اس مسئلہ پر مندرجہ بالا صورت حال کے پیش نظر اظہار خیال کر رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑا گناہ اللہ کی شریعت اور اس کے دین میں رد و بدل اور اس کی تعلیمات کو مسخ کرنا ہے۔ مثلاً ان لوگوں کو محروم کردینا جن کو اللہ تعالیٰ نے دینے کا حکم فرمایا ہے یا ان کو نوازا جائے جن کو نوازنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے یا اللہ کے مقرر کردہ حدوں سے کم یا زیادہ دیا جائے اس پر مستزاد یہ جرم کہ اپنی اس کارستانی کو اللہ سے قربت کا ایک ذریعہ قرار دیا جائے۔ جو اس نظریہ کا قائل ہے کہ وہ اپنی پسند اور مرضی و اختیار سے وقف کرسکتا ہے تو اس کا یہ نظریہ باطل ہے اور اس نظریہ کے بطلان کے بہت سے دلائل ہیں۔ ایک بنیادی اور واضح دلیل یہی ہے کہ اگر اس طرح کا وقف جائز ہوتا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ہوتا تو اس کا ذکر صدقہ جاریہ کے ضمن میں آتا اور صحابہ بھی اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے اور اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی اولاد زیادہ عزیز ہوتی ہے اور ایک دوسروں پر اولاد کو ترجیح دیتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے رسول اور صحابہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھے۔ قرآن میں انہی کو مخاطب کرتے ہوئے تو کہا گیا ہے:

" إِنَّمَآ أَمْوَٰلُكُمْ وَأَوْلَٰدُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ (التغابن : ۱۵)

سوال یہ ہے کہ اگر وراثت کو اولاد پر وقف کردینا جائز ہوتا یا اپنی پسند سے کم یا زیادہ دینے پر کوئی پابندی نہ ہوتی یا عورتوں کو یا بیٹیوں کی اولاد کو وراثت سے محروم کرنے کا اختیار ہوتا۔ تو پھر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں نہ کیا؟

ان کے بعد تابعین اور ائمہ اربعہ کے ہاں بھی اس کی مثال کیوں نہیں ملتی؟۔ کیا انہیں اعمال صالحہ کی خواہش نہ تھی یا انہیں اپنی اولاد سے محبت نہ تھی کہ انہوں نے دوسرے لوگوں کو ان پر ترجیح دی۔

کیا صحابہ، تابعین، ائمہ اربعہ اور بزرگان دین اس نیک کام سے دور دور رہے اور بارھویں صدی ہجری کے ان حضرات ہی کو یہ توفیق ہوسکی کہ وہ اس نیک کام کو انجام دیں۔ کیا صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ سے اس مسئلہ کی حکمت پوشیدہ رہی۔ یہاں تک کہ یہ بدعتی پیدا ہوئے اور انہیں اس مسئلہ کی حقیقت کا ادراک ہوا؟ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ صحابہ بھی اس موقف پر عمل پیرا رہے ہیں تو ان پر یہ صریح بہتان لگانا ہوگا۔

رہی وہ حدیث جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے صدقہ جاریہ کا ذکر کیا ہے تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست ہے اور اہل علم نے اس حدیث کو ان لوگوں کے خلاف بطور استدلال پیش کیا ہے جو یتیم مسافر اور مساجد کے لیے وقف کے قائل نہیں۔

دراصل ہم حدود اللہ میں تغیر و تبدل کرنے والوں اور غیر مشروع عمل سے رضائے الٰہی طلب کرنے والوں کی مذمت کرتے ہیں۔ اگر اس حدیث کی بنیاد پر صحابہ وقف کا وہ مفہوم لیتے جس کا ہم پیچھے تذکرہ کر چکے ہیں تو وہ یقیناً اس پر عمل کرنے میں پہل کرنے والے ہوتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کہ انہوں نے فقراء، غلاموں، قرابت داروں اور مسافروں پر زمین صدقہ کردی۔ تو یہ حدیث ہمارے ہی نقطہ نظر کی زبردست تائید کرتی ہے۔ جو لوگ وقف علی الاولاد کے جواز کے قائل ہیں وہ اسی حدیث کو اپنی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جو ان کا والی بنتا ہے اگر وہ بھلائی و احسان کے ساتھ کھاتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی والی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ولی ہوئے تو اس حدیث کو حجت بنانے والے یہ نکتہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھیے باقی وارثوں کو چھوڑ کر یہ دونوں بہن بھائی ہی کھاتے رہے۔ یہ دلیل بالکل فرسودہ دلیل ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیل سے شیخ "موفق" اور شارح نے اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ولی کا احسان کے ساتھ کھانا دوسروں کے حق پر زیادتی نہیں۔ یہ تو ایک طرح کی اجرت ہے جو وہ کام کے عوض لیتا ہے جس طرح کہ ہمارے زمانے میں قربانی کرنے والے کہتے ہیں کہ کھال اور پائے اس کے ولی کے ہیں۔ اس دلیل کی دو صورتیں ہیں:

پہلی تو یہ کہ صحابہ کرام میں سے جیسے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے ترکے کو وارثوں پر وقف نہیں کیا۔ اگر وقف کرنے میں ان کے لیے بہتری ہوتی تو وہ ضرور کرتے اور یہ بات اس قول سے درست نہیں ہوتی: "ثم ادناک ادناک" یعنی وقف میں راشتہ داری کی قربت کی نوعیت کا لحاظ رکھا جائے۔ یا یوں کہیے کہ "الاقرب فالاقرب" کے اصول کو پیش نظر رکھا جائے۔

اگر عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی اولاد کے لیے وقف کرنا، فقراء، مسافروں پر وقف کرنے سے افضل ہوتا تو پھر انہوں نے کیوں ان پر وقف نہ کیا؟ کیا آپ کے خیال میں انہوں نے زیادہ فضیلت والے راستہ کو چھوڑ کر کم فضیلت والے راستے کو اختیار کیا۔ یہ گمان کہ عمر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے یہ حکم دیا تھا دونوں اللہ کے حکم کو نہ سمجھ سکے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

دوسری دلیل جو لوگ اولاد پر وقف کے قائل ہیں اور بعض کو بعض پر فضیلت دینے کو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائز قرار دیتے ہیں تو وہ صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والی بات بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کی 'والی' حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں اور پھر ذوالرائے اور وہ اس حال میں سے جو کچھ بھی کھائے نیکی اور بھلائی کے ساتھ کھائے۔ حضرت عمر کے اس قول کا مفہوم ہم واضح کرچکے ہیں اور حضرت عمر نے اپنی کسی بھی اولاد پر حلاقہ نہیں کیا تھا۔ اگر انہوں نے اس مال میں سے کھانے کا اختیار دیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ولی جائداد وراثت یا اس مقررہ چیز کی نگرانی، دیکھ بھال اور اس سے متعلق امور کی انجام دہی میں جو کچھ بھاگ دوڑ کرنی ہوتی ہے تو اس کو اس سے مستفید ہونے کا یہ "اختیار" اس کے محتانے کے طور پر دیا گیا۔

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کو اپنے بیٹے پر صدقہ کردیا تھا اور فلاں نے فلاں پر صدقہ کردیا اور عبداللہ بن زبیر نے اپنے بعض بیٹیوں کو اپنے دوسرے بیٹوں پر ترجیح دی تھی تو اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو وہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ اس سے مراد وہ تمام صدقہ ہے جو محتاجوں پر کیا جاتا ہے یعنی جب وہ اس شہر میں آئیں تو اس گھر میں قیام کریں اس لیے کہ وہ بھی تو مسافر ہیں۔ یہ ایسے ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنا حوض وقف کرتا ہے اور پھر دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی اور اس کی اولاد بھی اس حوض سے وضو کرے اور اس سے مستفید ہو یا کوئی شخص مسجد وقف کرتا ہے اور اس میں خود بھی نماز پڑھتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کو صدقہ کردیا تھا، مگر جب وہ اس شہر میں آتے تو وہ اسی گھر میں قیام کرتے تھے۔ اس طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کو صدقہ کردیا تھا لیکن اپنی ان بیٹیوں کو اس میں سکونت اختیار کرنے کی اجازت دے دی تھی جو اپنے شوہروں کے گھروں سے نکال دی گئی ہوں۔ اگر تو "بخاری" کی عبارت پر تامل کرے تو تجھ پر واضح ہوجائے گا کہ جو بات صحابہ کرام کے نام سے ذکر کی گئی ہے وہ ایسی ہے کہ اگر کوئی مسجد کے نادار روزہ داروں کی روزہ افطاری کے لیے (کھجور کے درخت) صدقہ کرتا ہے اور کہے کہ اگر میری اولاد سے کوئی مفلوک الحال ہوجائے تو وہ بھی ان فقراء کے ساتھ ان درختوں سے کھاسکتا ہے تو ایسے وقف میں کونسا گناہ ہے؟ تاہم یہ عبارت "حمیدی" کا کلام ہے اور حمیدی قاضی ابی یعلی کے ہم عصر تھے اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ متاخرین کے مرسل حدیثوں کو دلیل کے طور پر مان لینا جائز نہیں اور جو ان مرسل حدیثوں کو حجت بناتا ہے وہ گویا اجماع کی مخالفت کرتا ہے۔ بالفرض اگر ہم اس حدیث کو تسلیم بھی کرلیں تب بھی یہ سوال اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ اس حدیث کا وہ مفہوم کہاں ہے جو یہ حضرات بیان کرتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہم اس سے پہلے حدیث کا صحیح مفہوم واضح کر چکے ہیں۔

جب آپ پر یہ ظاہر ہوگیا کہ اولاد پر وقف کرنے والے اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینے والے کے پاس سوائے عمر رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث کے سوا کچھ نہیں، شیخ موفق اور دوسرے علماء نے اس حدیث کو حجت بنانے والے پر رد کیا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول "لیس علی من ولیه جناح" اس وقف کے بطلان پر جو عدل و انصاف سے بعید اور سراسر گناہ ہے سب سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔ یہ کہنا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی ایسا صاحب استطاعت نہ تھا جو وقف کرسکتا تو کیا وہ قول گناہ سے بھرے ظالم وقف کی صحت پر دلالت کرتی ہے؟ اس کی مثال تو ایسی ہوگی کہ اگر کوئی کسی کو اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کرے تو وہ یہ آیت پڑھے:

أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ ﴿٩﴾ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ

"ذرا دیکھو تو اسے یہ بھی عجیب آدمی ہے، نماز پڑھنے والے کو نماز سے روک دیا ہے" اور یوں کہے کہ اسے دیکھ کہ وہ مجھے نماز سے روکتا ہے۔ جبکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز پڑھتے تھے، یا وہ نماز کی فضیلت بیان کرنے لگے۔ مسئلہ کی یہی نوعیت اور نزاکت مندرجہ ذیل احکامات و تعلیمات میں مضمر ہے۔

(۱) يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوْلَٰدِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ

"تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ : مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے"۔ (النساء : ۱۱)

(۲) "ولھن الربع مما ترکتم" اور ان کو تمہارے ترکے میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔

یا ہم یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے پس اب وارث کے لیے وصیت کی ضرورت نہیں۔ یا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا مال صدقہ کرنے والے کے لیے بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں یا جب ہم یہ کہیں کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے بارے میں انصاف سے کام لو۔ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بھی وقف کیا ہے تو کیا ہم اہل کوفہ کی طرح وقف کے منکر ہوجائیں کہ ہم پر حجت قائم ہوجائے۔

جہاں تک امام احمد بن حنبل کے اس قول کا تعلق ہے کہ جس نے وقف کو رد کیا اس نے گویا سنت کا انکار کیا، تو یہ درست ہے اور اس وقف سے مراد وہ وقف ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کیا تھا۔ یہ وہ بات ہے جس کا امام احمد نے اپنے کلام میں ذکر کیا ہے۔ البتہ جس نے اس گناہ اور ظلم کے وقف کو نہ مانا تو گویا اس نے سنت پر عمل کیا۔ بدعت کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رد کیا اور قرآن پر عمل کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں یہ بات کہ: "احسان کے ساتھ کھائے" اور حضرت عمر اور حضرت زید نے جن گھروں کو وقف کیا تھا ان میں سکونت پذیر بھی رہے تھے تو اس سے کس کو انکار ہے یہ تو ایسی بات ہے جیسا کہ کوئی شخص مسجد وقف کرنے کے بعد اس میں وہ اور اس کی اولاد بھی نماز پڑھے۔ یا کوئی شخص حوض وقف کردے اور پھر خود بھی اور اس کی اولاد اس سے پانی لے اور رہا خرقی کا قول تو اس کا تعلق شرط سے ہے اور کسی چیز پر شرط عائد کرنا صحیح ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے گھر کو مسجد کے لیے یا مسافروں کے لیے وقف کردے اور اپنی زندگی تک اس میں رہنے کی شرط لگادے۔

اس قسم کی دلیلیں اہل کوفہ کے خلاف پیش کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کے وقف میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ظلم۔ اور رہا یہ قول:

«ابدأ بنفسك ثم بمن تعول»

(اپنے نفس سے آغاز کرو پھر وہ لوگ جو تیرے ذمہ ہیں) اور: «صدقتك على رحمك صدقة وصلة» (یعنی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں پر تیرا صدقہ کرنا بھی صدقہ ہے اور صلہ رحمی بھی) پھر اس طرح جو لوگ عزیز و اقارب کے بعد آتے ہیں۔

مذکورہ بالا سب اقوال درست ہیں اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ ان اقوال کے ذریعے اللہ کی مقرر کردہ حدود میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ لیکن اگر یوں کہا جائے:

يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ

اور یہ سن کر انسان ترکے کو اپنی اولاد پر وقف کردے اور پھر: "اذناک اذناک" کو حجت بناتے ہوئے عورتوں کو وراثت سے باہر کردے تو اس کی مثال ایسی ہوئی کہ کوئی شخص اپنی خالہ یا چچی کی غربت پر ترس کھا کر نکاح کرے اور اس عمل کو صلہ رحمی قرار دے اور ان احادیث کو بطور دلیل پیش کرے۔

اگر وہ کہیں کہ یہ مثال کیسی ہے اللہ نے تو خالاؤں اور پھوپھیوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے تو یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنا بھی حرام ہے۔ سورہ نساء میں آیا ہے:

وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَٰلِدٗا

"اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے تو اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا"۔ (سورہ نساء: ۱۱)

اگر وہ کہیں کہ وقف کا اس سے کوئی واسطہ نہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ تو بالکل اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح ہے جیسے کہ کوئی اپنی خالہ کی غربت کو دیکھتے ہوئے اس سے شادی کر لے لہٰذا اگر آپ کے پاس ان دونوں مسئلوں میں کوئی فرق ہے تو بیان کیجیے۔

رہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی کہ "اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آجائے تو میرا مال صدقہ ہے" تو وہ ایسے وقف کو شرط کے ساتھ متعلق کرتے ہیں اور بعض علماء اس کو باطل سمجھتے ہیں اور وہ اسے وقف صحت پر استدلال لاتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو وارثوں پر وقف کردیا تھا تو کس قدر تعجب و حیرانگی کی بات ہے کہ وہ ظاہر اور واضح نصوص کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وقف شرط اور اس میں تصرف وغیرہ ایک مشہور و معروف بات ہے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ "میں اپنے خیبر والے حصہ کے علاوہ باقی بھی صدقہ کرنا چاہتا ہوں" تو یہ اہل کوفہ پر دلیل ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس میں ملعون وقف کی صحت پر دلیل، جس کا بطلان اتنا واضح اور روشن ہے کہ مزید کوئی دلیل لانے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا آل خطاب پر اپنے زیورات کا وقف۔ یہ دلیل بھی خوب ہے۔ تو کیا انہوں نے اپنا زیور وارثوں پر وقف کیا تھا؟ یا کسی ایک کو محروم رکھا یا کسی ایسے شخص کو دے دیا جس کو دینا اللہ نے حرام قرار دیا ہو۔ یا اس کی آمدن کو اپنی زندگی تک اپنے لیے مستثنیٰ کرلیا تھا؟۔

تو اگر محمد بن سعود آل مقرن کے کسی عزیز کے لیے کھجور یا اس جیسی کوئی اور چیز وقف کردیں گے تو کیا ہم اس کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تو حفصہ رضی اللہ عنہا کے وقف کا مسئلہ ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق؟ اور ان کا یہ کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے وارثوں پر وقف کیا تھا اگر اس سے مراد ولایت وقف ہے تو وہ درست ہے اور پھر یہ وہ مسئلہ نہیں جس کے بارے میں ہم ذکر کر رہے ہیں اور اگر کہنے والا اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اس کے گمان میں یہ ایک ایسے وقف کی صحت پر دلالت کرتا ہے جس کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں تو یہ صاف جھوٹ ہوگا جس کو صحیحہ روایات رد کرتی ہیں۔

دوسری بات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اپنے یہودی بھائی پر وقف کرنا حالانکہ وہ ان کا وارث نہیں بن سکتا۔ تو ہم اس کا بھی انکار نہیں کرتے۔ جہاں تک حمیدی کے کلام کا تعلق ہے تو وہ اس بارے میں گزر چکا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ اہل کوفہ مساجد، فقراء اور ایسے عزیز و اقارب پر جو ان کے وارث نہیں ہوتے وقف کرنا باطل سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اہل علم نے ان دلائل صحیحہ کی مدد سے ان کا رد کیا ہے۔ ہمارا مسئلہ اس وقف کا بطلان کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کو بدلتا اور جاہلیت کے حکم کو نافذ کرتا ہے اور یہ سب کچھ ظاہر ہے۔ کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مگر جب اس پر لکھنے والا اس کے مفہوم کو سمجھتا ہو اور جاہلوں پر شبہ ڈالنے کا ارادہ کرتا ہو جس طرح اس کے علاوہ اور لوگوں نے بھی کیا تو اس طرح اخفائے حقیقت بے جان ہوکر رہ جاتی ہے۔ اگر یہ اس کے فہم کے مطابق ہو اور وہ اس مفہوم کو نہ سمجھ پایا ہو جس سے عوام آگاہ ہیں تو اس کا اس کے پیروکاروں کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگا اور رہا اس کا اس قول کے ساتھ مسئلہ کا اختتام کرنا کہ "جو کچھ تمہیں رسول دے وہ لے لو اور جس بات سے منع کرے اس سے رک جاؤ" یہ کلمہ کس قدر بھرپور ہے اور پھر بھی ہم اسے نہیں مانتے حالانکہ جو کچھ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے وہ حدود اللہ کو پورا کرنے اور اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اور ہمیں حدود اللہ کو تبدیل کرنے اور اللہ کی طرف سے حرام کی ہوئی چیزوں میں حیلہ جوئی سے منع کرتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ صاحب وقف کی اس سے مراد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھی اس لیے کہ فتویٰ دینے والے نے اسے ایسا ہی فتویٰ دیا تھا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ کے دین میں بدعتوں کو رواج دینے سے منع فرمایا ہے، چاہے کرنے والے کی نیت صاف ہی کیوں نہ ہو۔ جس کسی نے بھی ہمارے اس (دین) میں کوئی ایسی بات پیدا کی جو اس میں نہیں پائی جاتی تو وہ غیر مقبول ہے۔ اس نص کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ (الحشر: ۷)

اور پھر فرمایا:

وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا۟ (النور: ۵۴)

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ (آل عمران: ۳۱)

پس جس نے نبی کی بات کو قبول کرلیا اور جس بات سے انہوں نے روکا وہ اس سے رک گیا اور ان کی اطاعت اس لیے کی کہ وہ ہدایت حاصل کرے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہونے کی خاطر نبی کی پیروی کی تو اسے چاہیے کہ پھر ویسا ہی وقف کرے جس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف کیا تھا اور جس طرح کا وقف عمر رضی اللہ عنہ، حفصہ رضی اللہ عنہا، صحابہ کرام اور اہل علم نے کیا تھا۔ لیکن یہ خودساختہ و ملعون وقف جو اللہ کی حدوں کو متغیر کرنے والا ہے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بارے میں وراثت کی حد بندی کردی اور اولاد اور بیویوں کے حقوق متعین کرنے کے بعد یوں فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾

"یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلیں تو اللہ ان کو (آخرت میں) ایسے باغوں میں لے جائے گا جن کے تلے نہریں بہہ رہیں ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے تو اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور ذلت کی مار کھائے گا"۔ (النساء : ۱۳ - ۱۴)

آپ کو اس شخص کے بارے میں تو معلوم ہے جس نے اپنے سات غلام آزاد کردیے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس فعل کو رد کردیا تھا۔ تو یہ مسئلہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنا سارا مال اللہ کی رضا کے لیے مسجد یا روزہ داروں کے لیے وقف کردے تو پھر اس وقف کے متعلق کیا خیال ہے جو ان تمام وقفوں سے زیادہ عظیم اور بلند ہے؟

رہا فرمان باری تعالیٰ:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱرْكَعُوا۟ وَٱسْجُدُوا۟ وَٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمْ وَٱفْعَلُوا۟ ٱلْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۩ ﴿٧٧﴾

"ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو (یعنی نماز پڑھو) اور اپنے مالک کو پوجو، (جتنی عبادتیں ہیں سب اسی کے لیے کرو) اور نیکی کرتے رہو اس لیے کہ تم مراد کو پہنچو"۔ (الحج : ۷۷)

تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں بھلائی اور نیکی کو شریعت کے اتباع اور بدعتوں کے انکار میں ہے جو حدود اللہ اور دین میں بدعت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ نیکی کا فعل ہے جس کے ساتھ فلاح معلق ہے۔ خصوصاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ساتھ کہ "دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو کہ ہر بدعت گمراہی ہے"۔ اور پھر فرمایا: "جو کچھ یہود نے اپنے دین میں کیا تم اپنے دین میں ہرگز نہ کرنا کہ معمولی حیلہ بازی سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرلو"۔ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "اللہ یہود پر لعنت کرے جن پر چربی حرام کی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے پگھلادیا اور فروخت کرکے اس کی قیمت کھاگئے"

پس ایک عقل مند تعصب اور خواہشات سے خالی انسان جو جانتا ہے کہ اس کے آگے جنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہے اور دوزخ بھی اور اللہ تعالیٰ اس کی سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ تو وہ ان باتوں پر غور و فکر کرے اور ان کو اچھی طرح ذہن نشین کرے پھر اس گناہ اور ظلم سے بھرپور مسئلے کو اچھی طرح پرکھے انشاء اللہ اس پر حق واضح ہوجائے گا۔ و صلی اللہ علی محمد و آلہ وسلم۔

یہ اختتام اس مسئلہ کا ہے جس کا ذکر شیخ رحمہ اللہ نے ظلم و گناہ کے وقف کو جائز قرار دینے والے کے رد میں بیان کیا اور اس صحیح وقف کا بیان جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے موافق ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رسائل کا انتخاب

جب ہم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رسائل کی بات کرتے ہیں تو ہمیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے رسائل ان کی علمی و دینی جدوجہد میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان رسائل میں شیخ کے عقیدے کا اصول و فروع میں ان کے نظریے اور عقائد کی اصلاح میں موصوف کی دعوتی کاوشوں کی تفصیلات ہمارے سامنے آتی ہیں۔

ان میں وہ تمام حالات و واقعات تفصیل سے درج ہیں جو ان کے ہم عصر موافقین اور مخالفین کے درمیان رونما ہوئے۔ یہ رسائل، شیخ رحمہ اللہ کے موقف کی بھرپور وضاحت کرتے ہیں۔ شیخ نے اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کے جو جوابات دیے وہ بھی یہاں مذکور ہیں۔ یہ رسائل لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے شیخ کی عظیم صلاحیت کا بہترین نمونہ ہیں۔ آپ کا اسلوب نگارش موقع اور حالات کی مناسبت سے ایک شاہکار ہے۔

زبان سادہ اور علمی رنگ لیے ہوئے ہے۔ اسلوب عام فہم بھی ہے اور فصاحت و بلاغت سے آراستہ و پیراستہ بھی۔ یوں کہیے کہ وقت اور حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ آپ کا اسلوب کلام، انداز گفتار، طرز ادا اور طریقہ اظہار حالات کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ یہاں شدّت وحدّت بھی ہے، نرمی و مودت بھی۔ جلال بھی ہے اور جمال بھی۔ شیخ کے علمی نمونوں کی چمک دمک ہماری آنکھوں کو خیرہ کردیتی ہے۔ دراصل اسلوب کی یہ نیرنگی اور مختلف نظریات رکھنے والے حضرات سے تخاطب کا یہ تنوع، شیخ کی عظیم صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شیخ حق و صداقت کے متلاشی لوگوں سے بھی مراسلت کا ناطہ جوڑتے ہیں اور سلف صالح سے متضاد نظریات رکھنے والوں سے بھی خط وکتابت کا سلسلہ قائم کرتے ہیں۔ ان میں علماء بھی ہوتے ہیں اور سیاستدان بھی، خواص بھی ہوتے ہیں اور عوام بھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل قصیم کے استفسار پر شیخ کی اپنے عقیدہ کی وضاحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اللہ کو اور ان ملائکہ کو جو اس وقت میرے پاس حاضر ہیں اور آپ سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر، مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر، خیر و شر میں تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایمان سے مراد ایسا ایمان ہے جس کی تعریف و توصیف اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول کی زبان سے کروائی ہے۔ سو اس کے مطابق اللہ پر ایمان لایا جائے اس میں تحریف و تغیر نہ کیا جائے۔

میرا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے "مثل" کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا ہے جو وصف اس نے اپنی ذات کا بیان کیا میں اس کی نفی نہیں کرتا نہ ہی کلمات کو ان جگہوں سے بدلتا ہوں۔ اس کے اسماء و آیات میں تحریف نہیں کرتا، نہ ہی اس کی کیفیت متعین کرتا ہوں اور نہ ہی اس کی بلند مرتبت صفات کو اس کی مخلوق سے مشابہ قرار دیتا ہوں۔ بے شک وہ بلند مرتبہ ہے اس جیسا کوئی نہیں نہ کوئی اس کا ہم سر ہے نہ ہی مخلوق پر اس کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک و صاف ہے۔ وہ خود اپنے اور اپنی تمام مخلوقات کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ اس سے زیادہ سچی اور خوبصورت بات کرنے والا بھلا کون ہوسکتا ہے۔ اس نے اپنی ذات کو پاک رکھا ہے اس وصف سے جو اہل "تکییف" و "تمثیل" بیان کرتے ہیں اور اس طرح "اہل تحریف" و "تعطیل" کی نفی سے بھی خود کو پاک رکھا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے:

سُبْحَٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٨٢﴾

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک ان تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنارہے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے" (الصافات : ۱۸۰ - ۱۸۲)

فرقہ ناجیہ یعنی "اہل سنت والجماعت" اللہ کے افعال و اعمال کے سلسلہ میں قدریہ اور جبریہ کے عقائد کے بین بین عقیدہ رکھتے ہیں۔ "وعید" کے سلسلہ میں "مرجئہ" اور "وعیدیہ" کے بین بین عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایمان و دین کے سلسلہ میں "حروریہ" اور "معتزلہ" کے بین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بین نظریہ رکھتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کے اعتبار سے اس فرقہ کا نظریہ "روافض اور خوارج" کے بین بین ہے[1]

میرا عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ قرآن اسی کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔ اللہ جل شانہ حقیقتاً اس سے متکلم ہوئے اور اسے اپنے بندے اور رسول پر نازل فرمایا جو اس کی وحی کے امین بندوں اور اس کے درمیان سفیر ہیں۔ اور وہ ہیں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

میرا ایمان ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر ایک چیز اسی کے ارادہ سے وجود میں آتی ہے اس کی مرضی سے کوئی چیز خارج نہیں نہ ہی کائنات میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کی تقدیر سے نکل سکے اور نہ ہی اس کی تدبیر کے بغیر نمایاں ہوسکتی ہے۔ اس نے جو کچھ "لوح محفوظ" میں لکھ دیا ہے نہ کوئی اس سے انحراف کرسکتا ہے اور نہ تجاوز کرسکتا ہے۔ میں ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہوں جو موت کے بعد ظہور پذیر ہوگی اور جس کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

میں قبر کی آزمائش، قبر میں عطا کی جانے والی راحت، جسموں میں روحوں کی واپسی پر ایمان لاتا ہوں۔ جب لوگ ننگے پاؤں، ننگے جسم رب العالمین کے حضور ایسی حالت میں کھڑے ہوں گے کہ سورج ان کے قریب ہوگا اور ترازو نصب کیے جائیں گے جس سے لوگوں کے اعمال کو تولا جائے گا۔ جن کے ترازو کا پلڑا بھاری ہوجائے گا وہ فلاح پائیں گے۔ کامیاب و کامران ہوں گے اور جن کے ترازو کا پلڑا ہلکا رہا تو یہ خسارہ میں رہیں گے۔ ناکام و نامراد ہو جائیں گے اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نامہ اعمال کے دفاتر کو کھولا جائے گا۔ کامیاب و کامران افراد اسے دائیں ہاتھ سے اور ناکام و نامراد اسے بائیں ہاتھ سے پکڑیں گے۔ میرا یہ بھی ایمان ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان حشر میں ایک ایسا حوض عطا کیا جائے گا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور جس سے پانی لینے والے آسمان کے ستاروں جتنے ہوں گے۔ جو کوئی اس حوض سے پانی پیئے گا پھر کبھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

اور میرا ایمان ہے کہ "پل صراط" جہنم کے کنارے پر منصوب ہے اور جس پر لوگ اپنے اعمال کے مطابق گزریں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار تو بدعتی اور گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ یہ شفاعت آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی اجازت اور رضامندی کے بعد حاصل

---

[1] یعنی مذکورہ امور میں دو انتہاؤں کے درمیان متوازن اور معتدل نظریہ کے حامل ہیں۔ (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ

"وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو"۔ (الانبیاء: ۲۸)

پھر فرمایا:

مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

"کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟" (البقرہ:۲۱۹)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾

"آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں۔ ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہے اور اس کو پسند کرے"۔ (النجم : ۲۶)

اللہ جل شانہ کو صرف توحید ہی پسند ہے، اور شفاعت کی اجازت بھی صرف ان ہی لوگوں کو ہی دی جائے گی جو اس کے اہل ہوں گے۔ مشرکین کو تو شفاعت نصیب ہی نہ ہوسکے گی۔ اس امر کی طرف اللہ نے قرآن میں یوں اشارہ کیا ہے۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ

"سفارش کرنے والوں کی کوئی سفارش ان کے کسی کام نہ آئے گی"۔ (المدثر : ۴۸)

میرا ایمان ہے کہ جنت اور دوزخ اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور یہ دونوں آج بھی موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گی۔ مومن قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں اور اس کو دیکھنے میں کسی قسم کی دقت و دشواری کا سامنا نہیں ہوگا۔ میرا ایمان ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین والمرسلین ہیں۔ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک وہ آپ کی رسالت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی نہ دیتا ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر عثمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، پھر اہل بدر اور پھر اہل شجرہ جو بیعت رضوان میں شامل ہوئے۔ ان کے بعد تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں، ان کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور ان کے باہمی تنازعات کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ان کی عظمت و فضیلت کا معتقد ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ جَاءُو مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٠﴾

"اور وہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحیم ہے"۔ (الحشر: ۱۰)

میں امہات المومنین کے بارے میں ہر قسم کی بدگمانی سے دور، اللہ کی رضا کا طالب ہوں۔

اولیاء کرام کی کرامات و مکاشفات کا اقرار کرتا ہوں مگر وہ اس چیز کے مستحق نہیں جو اللہ کا حق ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان سے کچھ بھی مانگا نہیں جاسکتا۔ میں کسی شخص کے لیے جنت یا دوزخ کی شہادت نہیں دیتا، ماسوا ان لوگوں کے جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمادیا ہے۔ نیکی و بھلائی کرنے والے کے لیے جنتی ہونے کی امید رکھتا ہوں اور برائی کرنے والے کے لیے دوزخ کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ کسی گناہ کے سبب کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں گردانتا اور نہ ہی اسے دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتا ہوں۔ ہر امام کی قیادت میں جہاد کا جاری رکھنا فرض سمجھتا ہوں چاہے وہ امام نیک ہو یا فاجر لہٰذا نماز باجماعت کی ادائیگی ان کے پیچھے درست ہے۔

جہاد کا یہ سلسلہ اس دن سے جاری و ساری ہوا جس دن اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ یہاں تک کہ اس امت کا آخری شخص دجّال سے جنگ لڑے گا۔ جہاد کسی ظالم کے ظلم اور عادل کے عدل کے سبب ختم نہیں ہوسکتا۔ ائمہ مسلمین کی اطاعت وفرمانبرداری کو واجب جانتا ہوں چاہے وہ نیک ہوں یا فاجر۔ البتہ اس کے ساتھ یہ شرط ضرور ہے کہ یہ "ائمہ" معصیت خداوندی کا حکم نہ دے رہے ہوں۔

جو خلیفہ بن جائے اس کی اطاعت واجب ہے اور اس سے بغاوت کرنا حرام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل بدعت سے کنارہ کشی اور ان سے قطع تعلقات کا قائل ہوں۔ ان کی ظاہری حالت پر حکم لگاتا ہوں ان کی پوشیدہ باتیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ ہر نئی بات کو دین میں بدعت گردانتا ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان، عمل بالامکان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے۔ ایمان اطاعت کے ساتھ بڑھتا اور نافرمانی کے ساتھ گھٹتا ہے۔

ایمان کے ستّر سے زیادہ شعبے ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ شعبہ "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے کمتر راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے وجوب کا قائل ہوں جس کو شریعت محمدیہ واجب قرار دیتی ہے۔

یہ ہے عقیدے کے بارے میں مختصر سی وضاحت جس کو میں عدیم الفرصتی کے باوجود تحریر میں لاسکا۔ اس طرح سے آپ میرے بارے میں صحیح طور سے واقف ہوسکیں گے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اللہ اس پر وکیل ہے۔

یہ بات تو آپ حضرات سے پوشیدہ نہ ہوگی کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ سلیمان بن لحیم نے آپ حضرات کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا ہے۔ حیرت ہے کہ اس مراسلہ کے مندرجات کی آپ کے علاقے کے بعض علم کے دعویداروں نے بھی تصدیق کردی ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس شخص نے میری جانب ایسے عقائد و نظریات منسوب کئے ہیں جن سے میرا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرے حاشیہ خیال میں بھی ایسے خیالات کبھی پروان چڑھے۔ مثلاً وہ مجھ پر الزام تراشتے ہوئے کہتا ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے گمراہی کی زندگی بسر کررہے ہیں اور یہ کہ میں مجتہد ہونے کا دعویدار ہوں اور کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ علماء کے اختلاف کو نقمۃ تصور کرتا ہوں، صالحین کو وسیلہ بنانے والوں کو کافر کہتا ہوں۔ "بوصیری" کو یا اکرم الخلق کہنے والے کو کافر قرار دیتا ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ کو گرانے کی قوت رکھتا تو گرادیتا اور اسی طرح اگر قدرت ہوتی تو کعبہ میں لکڑی کا پرنالہ لگادیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو حرام سمجھتا ہوں۔ والدین اور دوسروں کی قبروں کی زیارت کو اچھا نہیں سمجھتا، اللہ کے بغیر حلف لینے والے کو کافر کہتا ہوں۔ ابن الفارض اور ابن العربی کو کافر قرار دیتا ہوں۔ دلائل الخیرات اور روض الریاحین کو (جس کو میں حن الشیاطین کا نام دیتا ہوں) جلا دینا چاہتا ہوں۔

تو میرا ان مسائل کے بارے میں بس یہی جواب ہے کہ "سبحانک ھذا بھتان عظیم"۔

اس سے پہلے بھی بہت سے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگائے تھے کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعوذ باللہ عیسیٰ علیہ السلام اور صالحین کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بس ان کے دل بہتان تراشی اور افتراء پردازی میں آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی طرف اللہ جل شانہ نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٠٥﴾

"جھوٹی باتیں نبی نہیں گھڑتا بلکہ) جھوٹ وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے، وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔" (النحل : ۱۰۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ رسول کہتا ہے کہ ملائکہ " عیسیٰ اور عزیر" سب جہنمی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾

"وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے ہی فیصلہ ہوچکا ہوگا تو وہ یقیناً اس سے دور رکھے جائیں گے۔" (الانبیا : ۱۰۱)

دوسرے مسائل کے بارے میں کہتا ہوں کہ انسان کے اسلام کی اس وقت تک تکمیل نہیں ہوتی جب تک وہ لا الہ الا اللہ کے معنی سے واقف نہیں ہوتا جو بھی میرے پاس آتا ہے پہلے میں اسے لا الہ الا اللہ کے معنی سے واقف کراتا ہوں۔ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا کفر ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہوتا ہے اور جو شخص غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر کرے میں اس کو کافر قرار دیتا ہوں۔

میرے یہ نظریات ہیں اور ان نظریات کے دفاع میں میرے پاس بہت سے دلائل ہیں، جو میں نے کلام اللہ، کلام الرسول، علماء کے اقوال (ائمہ اربعہ) سے اخذ کیے ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو ان امور سے متعلق ایک مفصل جواب ایک مستقل رسالے کی شکل میں تحریر کروں گا۔ تب آپ حقائق سے باخبر ہوجائیں گے اور اللہ کے مندرجہ ذیل فرمان پر غور و فکر فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔" (الحجرات : ٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام کے شیخ فاضل آل فرید کے نام شیخ محمد بن عبدالوہاب کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مکتوب شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف سے شیخ فاضل آل فرید کی خدمت میں ارسال کیا جارہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کو تقویت عطا فرمائے اور آپ کو شیطان کے مکروفریب سے محفوظ رکھے۔ اما بعد:

ہمارے درمیان خط و کتابت کا محرک یہ ہے کہ راشد بن عریاں نے آپ کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جس سے دل باغ باغ ہوگیا۔ راشد بن عریاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے میرے بارے میں جو الزامات عائد کیے ہیں ان کے متعلق خط و کتابت کرنا چاہتے ہیں۔ آنجناب سے امید ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی بات کو قبول نہ فرمائیں گے۔ قبل اس کے کہ میں آپ کو دین کی صفت کے بارے میں کچھ بتاؤں۔

اولاً دو باتیں ذہن نشین کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱ - میں اپنے مخالفین سے استدعا کرتا ہوں کہ جو نصیحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فرمائی اس پر لوگوں کا اتباع واجب ہے۔ میری بات نہ مانیں، کتابیں آپ کے پاس موجود ہیں انہیں دیکھ لیں لیکن اتنی بات ضرور کہوں گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارک سمجھنے کے بعد اس پر عمل و اتباع ضروری ہے چاہے لوگ مخالفت کریں۔

۲ - میرے جس نقطہ نظر کی یہ حضرات شدومد سے مخالفت کررہے ہیں اور جس کو بنیاد بناکر میرے خلاف محاذ آرائی کرکے مخالفت کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں اگر اس کے متعلق شام و یمن کے تمام علماء سے دریافت کریں تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ میرا نقطہ نظر برحق ہے اور یہی اللہ اور اس کے رسول کا دین ہے۔ لیکن وہ اس کا اظہار اس لیے نہیں کرسکتے کہ ان کی حکومتیں اس پر راضی نہیں اور محمد بن عبدالوہاب اس لئے کھل کر اظہار کررہا ہے کہ اس کے شہر کا حاکم اس کا ہم خیال ہے اور جب اس پر سچائی آشکارا ہوئی تو وہ بھی اس کا پیروکار بن گیا۔

مجھے امید ہے کہ آپ تک بھی ان کا کلام پہنچ چکا ہوگا اور آپ یقیناً میری پہلی مذکورہ بات پر غور و فکر کریں گے۔ میں نے کہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے سوا نہ میری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی کسی اور کی اطاعت کیجیے اور آپ کی کتابیں بھی یہی کہتی ہیں۔ اس کے بعد پھر آپ دوسری بات پر غور کریں۔ ہر سمجھدار انسان اس کا اقرار کرتا ہے لیکن اظہار کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس اپنے نفس کے لیے وہ کیجیے جو اللہ کے حضور اس کی نجات کا سبب بنے۔

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیجیے کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے۔ دنیا تو ختم ہوجانے والی چیز ہے لہٰذا عاقل کے لیے مناسب ہے کہ جنت ودوزخ کو نہ بھولے۔ تو صحیح بات یہ ٹھہری کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ، کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے جس طرح اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾

"تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو"۔ (الجن : ۱۸)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾

"اے پیغمبر کہہ دے میں تمہارے نقصان یا نفع کا اختیار نہیں رکھتا"۔ (الجن : ۲۱)

یہ تو کلام اللہ ہے اور وہ بات جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائی وصیت کی اور لوگوں کو منع کیا کہ "مجھے مت پکارو"۔ چنانچہ جب میں نے انہیں شام اور حرمین کے مقامات کی زیارت سے روکا اور کہا کہ یہ بات تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے، صالحین کو پکارنا اور ان سے امیدیں وابستہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور شرک کے متعلق اللہ جل شانہ نے فرمایا:

مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے"۔ (المائدہ : ۷۲)

پس جب میں نے ان پر اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور ان پر یہ بات گراں گزری اور بولے، کیا تو ہمیں کافر کہتا ہے۔ اس میں بھلا شرک کی کون سی بات ہے۔ یہ ہے ان کا کلام۔ اور رہا میرا کلام تو جس کو میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کرتا ہوں۔ یہی بات ہمارے درمیان فیصلہ طلب ہے۔ اگر اس کے علاوہ میرے متعلق کچھ اور کہا جائے تو وہ سراسر جھوٹ اور صریح بہتان ہوگا اور جو چیز میری اس بات کی تصدیق کرتی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بات ایسی ہے کہ کوئی بھی عالم اس کے اظہار پر قادر نہیں ہے حتی کہ شام کے علماء بھی اس کے سچا ہونے کا اعتراف کرتے ہیں لیکن حکومت سے محاذ آرائی کے خوف سے اس کا اظہار کرنے سے معذوری ظاہر کرتے ہیں اور آپ تو الحمد للہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے۔

ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اور آپ کو بھی اپنے اور اپنے رسول کے دین پر چلائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب محمد بن عبدالوہاب بنام عبدالرحمٰن بن عبداللہ[1]

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ، اما بعد،

آپ کا مراسلہ ملا۔ بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو ائمہ صالحین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ دین کی دعوت دینے والوں کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ معلوم ہو کہ میں بھی اللہ کے فضل و کرم سے حضور کے طریقہ کار کا پیرو ہوں۔ دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتوں کو گھڑنے والا نہیں۔

میرا نظریاتی عقیدہ اور میرا دین وہی ہے جس کی تعلیم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔ میں اہل سنت والجماعت کے مسلک پر عمل پیرا ہوں۔ یہ وہ مسلک ہے جس پر ائمہ مسلمین، ائمہ اربعہ اور ان کے پیروکار عمل پیرا ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ میں نے لوگوں پر واضح کردیا ہے کہ وہ اللہ کے دین میں اخلاص پیدا کریں اور اپنی حاجت روائی کے لیے اللہ کے علاوہ کسی کو نہ پکاریں چاہے وہ صالحین میں سے ہوں، زندہ ہوں یا مردہ اور توکل، سجود، قربانی یا منت وغیرہ یہ سب چیزیں اللہ کا حق ہیں۔ نہ تو اس میں کوئی مقرب فرشتہ اور نہ ہی کوئی نبی شریک ہے لہٰذا اس شرک سے دور رہیں اور اس راستہ پر چلتے رہیں جس کی دعوت اول سے آخر تک تمام انبیاء ورسل نے دی ہے اور جس پر اہل سنت والجماعت کا عمل ہے۔ میں نے ان کو یہ بات بھی بتلائی ہے کہ اس امت میں جس نے سب سے پہلے شرک داخل کیا، وہ ملعون، رافضی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو پکارتے ہیں اور ان سے حاجات روائی کے طالب ہوتے اور مصیبتوں میں مدد طلب کرتے ہیں۔ مجھے اپنے علاقہ میں ایک ایسا مقام حاصل ہے کہ جس کی بنا پر میری بات سنی اور مانی جاتی ہے۔ کچھ ایسے رؤساء بھی ہیں جن کو یہ باتیں پسند نہیں اس لئے کہ انہوں نے جس ماحول میں پرورش پائی ہے یہ باتیں اس ماحول سے میل نہیں کھاتیں۔ میں نماز کی اقامت، زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دیگر فرائض کی تکمیل کا فریضہ انجام دے رہا ہوں۔

میں لوگوں کو سود لینے، شراب پینے اور دوسری قسم کی قبیح حرکات سے بھی روکتا ہوں چونکہ کسی کے لیے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ان کاموں میں کیڑے نکالے جس کو عوام میں تحسین کی نظر سے دیکھا جارہا ہے اور جسے عوامی تائید حاصل ہے۔ لہٰذا عداوت اور طعن و تشنیع کا رخ میری

---

[1] عراق کا ایک عالم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت توحید کی طرف پھیر دیا گیا اور لوگوں کو اس چکر میں پھنسا دیا کہ یہ شخص تو ہر مسلک کا مخالف ہے۔ ان حضرات کی دسیسہ کاریوں کی وجہ سے فتنہ اور بڑھ گیا اور یہ حضرات شیطانی قوتوں کے بل بوتے پر میرے خلاف صف بستہ ہوگئے اور مجھ پر ایسے ایسے الزامات کی بوچھاڑ کردی کہ جس سے ہر عقل مند انسان شرما جائے اور یہ بھی مجھ پر بہتان طرازی ہی تو ہے جس کی طرف آپ نے بھی اشارہ کیا ہے کہ میں اپنے ہم خیال اور ہم مسلک لوگوں کے ماسوا تمام لوگوں کو کافر سمجھتا ہوں اور ان کے نکاحوں کو باطل قرار دیتا ہوں۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے اور کس طرح کسی عاقل کی عقل میں یہ بات آئیگی۔ کیا ایسی بات کوئی مسلمان کہے گا یا کافر؟ ہوش و حواس رکھنے والا کہے گا یا کوئی پاگل؟ اسی طرح وہ میری طرف یہ بات بھی منسوب کرتے ہیں کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ کو منہدم کردیتا۔

جہاں تک "دلائل الخیرات"[ل] کا تعلق ہے تو اس کا ذکر میں نے اپنے بھائیوں سے صرف اس لیے کیا تھا کہ کہیں کسی کے دل میں کتاب اللہ سے زیادہ احترام اور عقیدت و محبت کسی اور کتاب کے لیے نہ ہوجائے اور اس کی قراءت کو کلام اللہ کی قراءت سے زیادہ اہمیت حاصل ہوجائے۔

البتہ میری طرف یہ بات منسوب کرنا کہ میں نے "دلائل الخیرات" نامی کتاب کو جلانے کی ترغیب دی ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے سے منع کیا ہے تو یہ مجھ پر سراسر بہتان ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرے متعلق دعوت توحید اور نہی عن الشرک کے علاوہ جو کچھ کہا گیا ہے سب کا سب بہتان ہے۔ ممکن ہے دوسرے حضرات اس حقیقت سے ناواقف بھی ہوں لیکن آپ تو اس سے یقیناً لاعلم نہیں ہوں گے۔ اگر آپ کے شہر میں کوئی ایسا آدمی ہو جس سے لوگ محبت کرتے ہوں اس کا احترام کرتے ہوں پھر وہ لوگوں کو توحید کی دعوت دینے لگے، پھر اس کے حاسد اور دشمن پیدا ہوجائیں جو زیادہ اثر و رسوخ بھی رکھتے ہوں اور لوگوں کی اکثریت بھی ان کے ساتھ ہو۔ پھر یہ سب اسی مبلغ دین و توحید پر طرح طرح کے الزامات لگارہے ہوں اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈال رہے ہوں کہ اس شخص کے قول و فعل سے صالحین کی شان میں گستاخی ہوتی ہے جبکہ ہماری دعوت کا مقصد تو ان کی شان کو بڑھانا اور ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کرنا ہے۔ ذرا ان حالات کا تصور کیجیے۔ جب ایسے حالات سے سابقہ درپیش ہو تو ایسے مبلغ توحید پر کیا گزرتی ہوگی۔

الغرض جس چیز سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو متعارف کرایا اس پر ایمان اور

[ل] "دلائل الخیرات" دعاؤں کی کتاب، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام اور اس کے متعلق اذکار درج ہیں۔ شیخ کے زمانہ میں اور اب بھی اسے اذکار کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی نصرت کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے اس کا وعدہ لیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَـٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَـٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّـٰهِدِينَ ﴿٨١﴾

"یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ "آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت ودانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اس تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی"

(آل عمران : ۸۱)

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اپنے اور اپنے نبی کے دین کی نصرت سے آپ کو سرفراز فرمائے گا۔ جس قدر استطاعت ہو اس کے دین کی نصرت کرنی چاہیے۔ چاہے مال سے ہو یا دعا سے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جس قدر استطاعت رکھتے ہو اس کے مطابق اسے بجالاؤ" اگر ایسے لوگ ہوں جو میرے ان اقوال کو قبول کرلیں تو ان کے سامنے ضرور پیش کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے کا اجر کبھی ضائع نہیں کیا کرتے"۔

میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے قرآن کریم کی آیات اور مفسرین کے اقول، سرداروں کے سامنے پیش کئے جس کے جواب میں انھوں نے عجیب عجیب تاویلیں کیں۔ مثال کے طور پر میں نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات پیش کیں۔

أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

"جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کررہے ہیں کہ کوئی ان سے قریب تر ہوجائے"۔ (الاسراء ۵۷)

اور

وَيَقُولُونَ هَـٰٓؤُلَآءِ شُفَعَـٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ

"کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"۔ (یونس : ۱۸)

اور

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔" (الزمر : ۳)

اور اللہ جل شانہ کا کفار کے اقرار کرنے کے بارے میں ارشاد ہے:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ

"ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟" (یونس : ۳۱)

قرآن کریم کی ان آیات کو سن کر ان کا جواب تھا کہ قرآن، حدیث اور متقدمین کے اقوال پر عمل کرنا ہمارے لیے اور ہم جیسوں کے لیے جائز نہیں ہے۔ ہم تو متاخرین کے احکام پر عمل کریں گے۔ تو میں نے ان سے کہا۔ چلو میں حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کے احکام سے استدلال کروں گا اور انہی کی کتابوں کے حوالہ سے جو ان کے علماء کے نزدیک قابل اعتماد ہیں۔ جب وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے تو میں نے ان کے سامنے تمام مذاہب کے علماء کی آراء پیش کردیں۔ مگر قبر پرستی اور اس پر منتیں مانگنا ان کو ایسا بھاگیا تھا کہ حق کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی ان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا چلاگیا۔ رہا یہ مسئلہ کہ ایسے حضرات کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں تو ایسے حضرات کو کافر قرار دینے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی آگاہی حاصل ہونے کے بعد پھر اسے برا بھلا کہتا ہے۔ لوگوں کو اس سے روکتا اور اس پر عمل کرنے والوں سے دشمنی رکھتا ہے تو اس شخص کو میں کافر قرار دیتا ہوں۔

اللہ کا شکر ہے کہ امت کی اکثریت کی ایسی حالت نہیں ہے جہاں تک قتال کا تعلق ہے تو ہم نے آج تک کسی سے انسانی جان کے دفاع یا حرمات الٰہی کے قیام و تفاخر کے مقصد کے حصول کے علاوہ جنگ نہیں کی۔ البتہ اگر وہ ہم سے برسرپیکار ہوہی جائیں تو پھر ان سے جنگ ضروری ہوجائے گی۔ یعنی "جزاء سیئتہ سیئتہ مثلھا" کا اصول پیش نظر رکھا جائے گا۔ اسی طرح اسلام کی مکمل آگاہی اور شعور حاصل کرنے کے باوجود جو بھی اس کی توہین کا مرتکب ہو اس سے بھی جنگ کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہر مکہ حرم کے مشاہیر علماء کے نام شیخ کا مکتوب

محمد بن عبدالوہاب کی جانب سے شہر مکہ حرم کے مشاہیر علماء کے خدمت میں دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد فرمائے۔

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ،

آپ اور دوسرے حضرات کے علم میں وہ حالات و واقعات آچکے ہوں گے جن کا ہمیں آج کل سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ہم اپنے علاقہ میں صالحین کی قبروں پر بنائی ہوئی عمارتوں کو منہدم کررہے ہیں۔

لوگوں کے خیال میں ایسا کرنا صالحین کی توہین ہے لہٰذا ان پر یہ فعل گراں گزرا۔ حالانکہ ہم نے انہیں ایسی باتوں سے منع کیا اور اللہ سے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ جب ہم نے دوسری قبروں پر سے بھی بنی عمارتوں کے گرانے کا ذکر کیا تو عوام الناس ہمارے اس ارادے پر مشتعل ہونے لگے یہاں تک کہ بعض علم کے دعویداروں نے ان کی پشت پناہی کی اور آپ کو علم ہے کہ ان کے اغراض و مقاصد کیا تھے۔ ان اسباب کے علاوہ عوام کی خواہشات کا اتباع کرنا بھی تھا چنانچہ انہوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ ہم بزرگوں کی توہین کرتے ہیں اور علماء کے راستوں سے دور جاچکے ہیں۔ یہ پروپیگنڈہ انہوں نے جگہ جگہ کیا اور ہماری طرف ایسی ایسی غلط باتیں منسوب کیں جن کے ذکر سے سمجھدار آدمی بھی شرما جائے۔

میں آپ حضرات کی خدمت میں بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اپنے صحیح نقطہ نظر کی وضاحت کررہا ہوں جس سے میرے موقف کو سمجھنا آسان ہوگا اور حقیقت حال آپ کے علم میں آجائے گی۔ الحمد للہ ہم لوگ متبعین سنت ہیں بدعتی نہیں۔ مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں۔ دشمنوں نے میرے بارے میں یہاں تک اڑا دیا ہے کہ میں مجتہد ہونے کا مدعی ہوں اور ائمہ کرام کا پیروکار نہیں ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کے سامنے یہ پہلو واضح ہوگیا ہے کہ صورتحال میں پیچیدگی، قبروں پر سے عمارتیں گرانے اور اولیاء و صالحین سے دعا اور دست سوال دراز کرنے سے روکنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور یہ بات تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یہی دو مسئلے ہیں جو عوام پر گراں گزرتے ہیں چنانچہ یہ حضرات کرام بذات خود عوام الناس کے ساتھ مل کر ہماری ان اصلاحی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوششوں کی راہ میں روکاوٹ بن کر سامنے آگئے۔ اگر بات ایسی ہی ہے تو مکہ مکرمہ میں آپ کے پاس حنبلی مذہب پر کتابیں موجود ہیں مثلاً "اتباع غایہ المنتھی" اور "انصاف" اور دوسری ایسی کتابیں بھی ہیں جن پر متاخرین کا بھی اعتماد ہے۔ آپ حضرات ان کتابوں کو دیکھ لیجیے۔ یہ کتب حنابلہ کے نزدیک قابل قدر ہیں۔ اور شافعی علماء کرام کی آراء "نہایہ" کے باب الجنائز میں موجود ہیں جن میں وہ قبروں پر سے عمارتوں کو گرانے کا حکم دیتے ہیں۔ اس کی دلیل انہوں نے صحیح بخاری میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے لی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زمین سے بلند قبروں کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا چنانچہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی۔ جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ مانگنا صرف اور صرف اللہ ہی سے چاہیے۔ مُردوں کو نہ پکارا جائے جیسا کہ ان کے علماء کے زمانے میں فتنہ کا چلن ہوگیا تھا۔ اس پہلو پر بھی علماء نے بڑی شرح اور تفصل کے ساتھ بہت سے دلائل کے ذریعے صحیح نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس موضوع پر اجماع امت ہے۔ اگر کسی مسئلے میں اجماع ثابت ہوجائے تو پھر اس میں گفتگو کی گنجائش نہیں رہتی اور اگر مسئلہ اجتہادی ہو تو پھر یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے کہ مسئلہ اجتہاد میں گفتگو کی جاسکتی ہے۔ پس جو شخص اپنے علاقے اور اپنے حلقہ اثر میں اپنے مسلک کے مطابق عمل کرتا ہے تو اس کا یہ عمل درست ہوگا۔

رہا یہ مسئلہ کہ ان حضرات نے میرے بارے میں جگہ جگہ یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا ہے کہ میں کفر کے فتوے داغ رہا ہوں اور لوگوں کو کافر بنارہا ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بلاشبہ میں نے ان گنواروں پر کفر کا فتویٰ ضرور لگایا ہے جو قیامت، دوزخ و جنت اور عورتوں کی میراث کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ کتاب اللہ کا علم شہر میں بسنے والوں کے پاس زیادہ ہوتا ہے اس طرح وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا انکار کررہے ہیں۔

ہمارے علاقے میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تو عوام الناس نے اس کو پسند نہ کیا خاص کر ان لوگوں نے جو علم کے دعویدار ہیں۔ وہ کہنے لگے جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے اسے کافر نہیں کہا جاسکتا چاہے وہ بعث اور شریعت کا منکر ہی کیوں نہ ہو۔ اور بعض بستیوں سے ایسی صدائیں بلند ہوئیں۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ بعض کتب الہیہ کو چھوڑنا اور بعض پر ایمان لانا کفر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک کسی متفق علیہ مسئلہ کا انکار کفر ہے۔ میرا ان حضرات سے یہ سوال ہے کہ اگر متفق علیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کا انکار کرنے والا تمہارے نزدیک کافر ہے تو پھر اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو روز قیامت کا انکار کرتا ہے اور شہریوں کو اس بنا پر نادان اور جاہل قرار دے رہا ہے۔ کہ وہ (یعنی شہریوں) بعث بعد الممات پر یقین رکھتے ہیں۔

پس جب میں نے اہل قری کے بدوؤں کی اتباع کرنے والوں پر کفر کا فتوی لگایا تو صورتحال اور زیادہ سنگین ہوگئی اور جو الزام ہم پر لگائے گئے تھے لوگ انہیں درست سمجھ بیٹھے۔ الغرض یہ ہیں وہ حالات جن سے ہم دوچار ہیں اور اس بات کو تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اگر ہم سے زیادہ کوئی صاحب علم اور عالی مرتبت شخص ایسے حالات سے دوچار ہوجائے تو اس پر کیا قیامت گزرے گی۔

میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو، اور آپ سب کو اللہ اور اس کے رسول کے دین پر گواہ بناکر کہتا ہوں کہ میں اہل علم کا متبع ہوں اگر حق کے راستے میں مجھ سے کوئی غلطی ہوجائے تو مجھے آگاہ کردیجیے۔ میں اس کو بسرو چشم قبول کرنے کے لیے ہمیشہ تیار ہوں اور حق کی طرف پلٹ جانا باطل پر مصر رہنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے ایک جیدّ عالم کے نام شیخ کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمـد لله رب العـالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين، إله الأولين والآخرين، وقيوم السماوات والأرضين، وهو الذي في السماء إله، وفي الأرض إله وهو الحكيم العليم . . . وبعد:

مکتوب گرامی موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا عطا فرمائے اور آپ کی خوشی و مسرت کی خبر ملتی رہے۔ اگر آپ میرے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو الحمد للہ ہر طرح کی خیر و عافیت ہے۔ اس کا بے پایاں فضل و کرم ہے اگر آپ اس اختلاف کا سبب پوچھنا چاہتے ہیں جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان ہے تو ہمارا یہ اختلاف اسلامی احکام میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کے سلسلے میں نہیں اور نہ ہی کسی محرمات کے بارے میں ہے جو چیز ہماری نزدیک اچھی ہے وہ لوگوں کے نزدیک بھی اچھی ہے اور ان کے نزدیک بری ہے وہ ہمارے نزدیک بھی بری ہے۔ ہم ہر اچھی بات پر عمل کرتے ہیں اور جس بات پر ناراض ہونا چاہیے، اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں کا ہمارے خلاف محاذ بنانے کا پس منظر وہی ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو واسطہ پڑا تھا۔ كُلَّ مَا جَآءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ اس پہلو کی طرف ورقہ بن نوفل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا۔ اللہ کی قسم جو کوئی بھی ایسی چیز لایا جو آپ لائے ہیں اس سے دشمنی ہی کی گئی ہے۔ تو ہمارے نزدیک اصل کام اور اس کی بنیاد اللہ کے دین کے لیے اخلاص ہے۔ پکارو تو اللہ ہی کو، نذر مانو تو اللہ ہی کے لیے۔ قربانی کرو تو اللہ ہی کے لیے کرو۔ ڈرو تو اللہ ہی سے ڈرو۔ پس جو کوئی بھی مذکورہ امور غیر اللہ کے لیے انجام دیتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ایسا کرنا اللہ کے ساتھ شرک ہے اور اللہ جل شانہ اس کے بارے میں اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ

بے شک اللہ شرک کو تو بخشنے والا نہیں۔ (النساء : ۴۸)

جن کفار کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی اور ان کے خون بہانے کو حلال سمجھا وہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے یکہ و تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہی نفع و نقصان کا مالک ہے تمام معاملات اسی کی مرضی اور حکم سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس قول کو پڑھیے جو انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ

"ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟" (یونس : ۳۱)

اور قُلْ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ

"ان سے کہو بتاؤ اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔" (المومنون : ۸۸ - ۸۹)

اللہ جل شانہ نے کفار کے متعلق یہ حقیقت بھی بتلائی کہ وہ مشکلات میں اپنے دین کو مخلصانہ انداز پر صرف اللہ سے وابستہ کرلیتے تھے۔ مصیبت کے لمحات میں مکمل یکسوئی کے ساتھ اس کو پکارا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا رَكِبُوا۟ فِى ٱلْفُلْكِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾

"جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں۔" (العنکبوت : ۶۵)

یہ آیت کریمہ:

وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَٱلظُّلَلِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ﴿٣٢﴾

"اور (پھر) جب (سمندر میں) ان لوگوں کو موج سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہے تو یہ اللہ کو پکارتے ہیں، اپنے دین کو بالکل اسی کے لیے خالص کر کے۔" (لقمان : ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے کفار کے شرک کا مقصد بیان کیا کہ وہ بتوں کو اللہ کے حضور سفارش کے لیے استعمال کرتے تھے۔ سورہ زمر کی ابتدائی آیات کا مطالعہ کیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات میں اسلام اور کفر کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ کفار و مشرکین کے اغراض و مقاصد بھی کھول کر بیان کردیے ہیں اور اس سلسلے میں قرآن حکیم میں بے شمار آیتیں ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بھی ملتی ہیں۔ جب بعض صحابہ نے کہا: "ماشاء اللہ وشئت" یعنی جو اللہ نے چاہا اور آپ نے چاہا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے اللہ کا ہمسر ٹھہراتے ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث ہے کہ بعض صحابہ نے کہا، چلو ہم اس منافق کے خلاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی درخواست کریں تو آپ نے فرمایا دیکھو مجھ سے مدد طلب نہیں کی جاسکتی مدد تو صرف اللہ ہی سے طلب کی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے کی تیسری حدیث یوں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گرجا گھر کے متعلق پوچھا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں بہت سی تصاویر کندہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح مرجاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بناکر اسے تصاویر سے مزین کردیتے ہیں اور یہی لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بد ترین مخلوق ہوں گے۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے کہا جب تم اہل کتاب کی کسی قوم کے پاس پہنچو تو سب سے پہلے انہیں شہادت "لاالہ الا اللہ" (اللہ کی وحدانیت) کی دعوت دینا اگر وہ اسے قبول کرلیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اسے بھی قبول کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء کو دے دیا جائے گا۔ پانچویں حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خچر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اے معاذ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، اسے عذاب نہ دے۔ اس قسم کی اور بے شمار احادیث ملتی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دیتے ہوئے کہ ان کے بعد دین میں تغیر پیدا ہوگا فرمایا:

"اے لوگو! میری سنت پر گامزن رہنا اور میرے ان خلفاء کی سنت کو اپنائے رکھنا جو رشد و ہدایت کے سرچشمہ ہیں۔ سنت پر مضبوطی سے قائم رہنا اور دین میں بدعتوں سے ہوشیار رہنا۔ اس لیے کہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے حکم سے مخالف حکم پر عمل کرتا ہے تو وہ ناقابل قبول ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں آئیں اور گئیں۔ یہودی اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور عیسائی بہتر فرقوں میں اور میری امت بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک کے سوا باقی تمام جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کونسا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: "وہ اس طریقہ پر گامزن ہوگا جس پر میں اور میرے صحابہ گامزن ہیں"

ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم ضرور گزشتہ لوگوں کے راستے پر اس طرح چل پڑوگے جیسے تیر کا پر "تیر" کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ کسی گوہ کی بل میں بھی جائیں گے تو تم بھی ان کی نقل کرتے ہوئے اس میں گھس جاؤگے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم یہود و نصاریٰ کی اتباع کرنے لگیں گے؟ تو آپ نے فرمایا: اور کس کی؟۔

یہ بات تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اللہ کا ارادہ انبیاء کی دعوت کی اساس، ان کی بعثت کا مقصود از اول تا آخر اللہ وحدہ لاشریک لہ کی بندگی کی طرف بلانا اور اس کے سوا دوسروں کی بندگی سے روکنا ہی رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾

"ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی اللہ نہیں ہے پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو"۔ (الانبیاء ۲۵)

پھر فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ

"ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ یہ حکم دے کر کہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو"۔ (النحل : ۳۶)

اور سورہ مدثر میں آیا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾

اے چادر اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے! اٹھو اور خبردار کرو۔ (المدثر : ۱ - ۲)

آپ کو معلوم ہے کہ افعال و امور کی ایک قسم وہ جس کا تعلق صرف اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق اس کے بندوں سے ہے اللہ کے افعال میں تخلیق کائنات، رزق رساں، نفع نقصان اور کائنات کے معاملات کا انتظام و انصرام ہے اور یہ اللہ کے ایسے امور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جن پر ہر مسلمان اور کافر بھی اعتقاد رکھتا ہے۔ اور بندوں کے افعال یہ ہیں کہ وہ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ نذر مانیں تو اللہ کے لیے، قربانی کریں تو اسی کے لیے، تنہائی میں بھی خوف ہو تو صرف اسی کا، بھروسہ کریں تو اسی پر، پس مسلمان وہ ہے جو اللہ سبحانہ کی توحید "اس کے افعال" اور اپنے افعال کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ یعنی وہ اللہ کے امور و افعال کو بھی صرف اللہ ہی سے متعلق قرار دیتے ہوئے اپنے افعال و اعمال کو بھی صرف اسی کے لیے خاص کرتا ہے اور مشرک وہ ہے جو اللہ کے افعال و اعمال کو اللہ سے متعلق تو ضرور قرار دیتا ہے لیکن اپنے افعال و اعمال میں اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی شریک کردیتا ہے۔ یعنی اپنے افعال سے شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت " قم فانذر" "اٹھو اور مکہ والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ" نازل فرمائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھ گئے اور ندا دی "واصباحاہ" جب قریش اکٹھے ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے جو عرض کرنا تھا عرض کیا۔ آپ کے چچا کہنے لگے "تیرا برا ہو کیا تو نے ہم سب کو اس لیے جمع کیا تھا" قرآن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے اس چچا کے بارے میں اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴿١﴾

"ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود بھی) ہلاک ہوا"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے عباس! اللہ کے رسول کے چچا! اور اے صفیہ! اللہ کے رسول کی پھوپھی! اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ بیچ ڈالو۔ میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا اور اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو مگر میں اللہ کے ہاں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا کہاں یہ باتیں اور کہاں صاحب بردہ کا یہ قول:

يا أكرم الخلق ما لي من ألوذ به   سواك عند حلول الحادث العمم

اور پھر یہ شعر:

ولن يضيق رسول الله جاهك بي   إذا الكريم تجلى باسم منتقم

صاحب سیرت ذکر کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے لیے بددعا کرنے کھڑے ہوئے اور جن کافروں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کو شہید کیا تھا، خاص طور پر ان کا نام لے لے کر بد دعا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ

"اے پیغمبر تجھے اس کام میں کوئی دخل نہیں" (آل عمران : ۱۲۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ»

"اسلام شروع ہوا تو اجنبی تھا اور پھر ایسا ہی اجنبی ہوجائے گا جیسا کہ پہلے تھا"۔

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ وہ بالعموم سب کو کافر کہتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ بہت بڑا بہتان ہے (سبحانك هذا بهتان عظيم) ہم تو اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو حق کو جانتے، توحید کا شعور رکھتے ہوئے غیر اللہ کے آگے دست سوال دراز کرنے باطل سمجھنے کے باوجود موحدین کو کافر بناتا ہے۔ اور انہیں خارجی کہتا ہے۔ قبر پرستوں کے ساتھ مل کر اہل توحید کے خلاف محاذ آرائی کرتا ہے ہم تو اپنے اللہ سے جو کریم ہے اور عرش عظیم کا رب ہے، سوال کرتے ہیں کہ وہ حق کو ہمارے سامنے بالکل آشکارا کردے اور باطل کو باطل کی حیثیت سے واضح کردے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے لیے اس کو مشتبہ نہ بنادے کہ ہم گمراہ ہوجائیں۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى

"کہہ دو کہ : اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو"۔ (آل عمران : ۳۱)

آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک جس کام کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کو اسی کی طرف بلایا جائے اور اس کے دین کی دعوت دی جائے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا وَقَالَ إِنَّنِى مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾

"اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا۔"

(فصلت :۳۳)

حدیث میں آیا ہے: اللہ کی قسم اگر تیرے ہاتھوں اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمادے تو یہ تیرے لیے کئی سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ ہم پر اسلام دشمنی کا الزام لگا کر لوگوں کو ہم سے متنفر کیا جاتا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر ہیں۔ سبحانک اللہ۔ یہ کتنا بڑا بہتان ہے ہم پر۔ اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شافع ہیں مشفع ہیں اور مقام محمود پر فائز ہیں۔ ہم عرش عظیم کے مالک اور اپنے پروردگار کے حضور دعا گو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی سعادت عطا فرمائے اور ہمیں ان کے جھنڈے کے نیچے جمع کرے۔ یہ ہے ہمارا اعتقاد اوریہی ہے وہ راستہ جس پر سلف صالحین، مہاجرین، انصار، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم گامزن رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں اور یہی وہ عظیم ہستیاں جو شریعت محمدی پر عمل کرتے اور اتباع دین محمدی میں سب پر سبقت لے گئی ہیں۔ اگر یہ لوگ نبی کی قبر پر آکر شفاعت طلب کرتے تو کیا ان کا یہ عمل صحیح ہوتا؟

اگر کسی کے پاس حق شفاعت پر کتاب اللہ (قرآن) حدیث یا اجماع امت سے کسی قسم کی دلیل ہو تو ضرور پیش کرے۔ بلاشبہ حق ہی سب سے زیادہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے۔ (اس کی پیروی کی جائے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن صیاح کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے وہ بھائی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں، وہ سب جانتے ہیں کہ ابن صیاح نے مجھ سے ان الزامات کی بابت جو مجھ پر لگائے گئے ہیں دریافت کرتے ہوئے یہ چاہا ہے کہ میں ان کا جواب دوں۔ سو میں نے ان کا یوں جواب لکھا ہے۔

الحمدللہ رب العالمین اما بعد،

مشرکین کا میری جانب یہ بات منسوب کرنا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے سے منع کرتا ہوں۔ یا یہ کہتا ہوں کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں قبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گرادیتا یا میرے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ میں بزرگان دین کے خلاف بولتا ہوں یا ان کی عقیدت و احترام کے خلاف ہوں۔ یہ سب میرے اوپر صریح بہتان طرازی ہے۔ یہ مجھ پر ان شیاطین کے الزامات ہیں جو ناحق لوگوں کا مال کھاتے ہیں۔ مثلاً اولاد شمسان اور اولاد ادریس جو لوگوں کو اپنے لئے نذر و نیاز دیے جانے کا حکم دیتے ہیں۔ اسی طرح فقراء الشیطان جو خود کو شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کی اس حرکت سے ایسے ہی بری الذمہ ہیں جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ رافضیوں سے۔ میں تو لوگوں کو اس بات کا حکم دیتا ہوں جس کا حکم انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ عبدالقادر کو پکارنے والا کافر ہے۔ یقیناً شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ اس عمل سے بری الذمہ ہیں۔ اس طرح جو انبیاء و صالحین کی تعظیم میں زیادتی کرتا ہے یا ان کے لیے سجدہ ریز ہوتا ہے یا ان کے نام پر منتیں مانتا ہے یا ان بزرگوں کے متعلق سے ایسے عبادتی افعال انجام دیتا ہے جو صرف اللہ ہی کا حق ہیں تو وہ مشرکانہ اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔ جس کو بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کا صحیح شعور ہوگا وہ میرے اس نقطہ نظر کا ہم نوا ہوگا۔ ایک طرف وہ شخص ہے جس کا نظریہ یہ ہے کہ اولیاء کرام کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا، ان کے نام پر منتیں ماننا اور ان کو حاجت روا سمجھنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ کار ثواب ہے جبکہ اللہ اور اس کے رسول اسے کفر قرار دیتے ہیں اور یہ شخص ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب پر مصر ہے۔ سو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شبہ نہیں اور اس نقطہ نظر کے حامل فرد سے ہم تعرض نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارا موضوع بحث وہ شخص ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس چیز کو پسند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے۔ جسے اللہ اور اس کے رسول نے پسند کیا اور اسے ناپسند کرتا ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے ناپسند کیا۔ اس کے باوجود یہ شخص جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ شیطان نے اس پر اس کے دین کو مشتبہ بنادیا ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگان دین کے سلسلہ میں اس نے غلط عقیدہ قائم کررکھا ہے۔ نادانی، ناواقفیت اور کم علمی کی وجہ سے وہ اپنے عقیدہ کو صحیح سمجھتا ہے اور ایسے شخص سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اگر اسے دین کا صحیح صحیح علم ہوجائے تو اسے یہ حقیقت معلوم ہوجائے کہ اس کا عقیدہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے اور اس کا انجام جہنم ہے تو وہ اس سے توبہ کرلے گا اور راہ راست پر آجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس پہلو پر وضاحت کے ساتھ اظہار خیال کررہے ہیں۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی کرے اور اللہ ہی سے مانگے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور اس میں ان تمام چیزوں کا ذکر فرمایا جو اس کو پسند یا ناپسند ہیں۔ اس نے قرآن مجید میں ہمارے دین کو واضح طور پر بیان فرمایا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔ روئے زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے آپ کی ذات اقدس سے زیادہ کوئی اور چیز عزیز نہ تھی۔ ان کو آپ سے، اپنے بھائیوں اور اپنی اولاد سے زیادہ محبت تھی۔ وہ آپ کی قدر و منزلت سے واقف تھے شرک و ایمان سے بھی خوب آگاہ تھے۔ اگر ان میں سے کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں آپ کو پکارا ہو، یا آپ کے لیے نذر و نیاز کی ہو یا آپ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آکر آپ سے التجا کی ہو تو ہم اس کو درست اور صحیح سمجھیں گے۔ چنانچہ نہ ہمارے عمل کی کوئی حیثیت ہے اور نہ آپ حضرات کے عمل کی۔ بلکہ صحابہ کرام ہی کا عمل ہمارے اور آپ کے لیے حجت قرار پائے گا۔ اب اگر تحقیق کرنے پر یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء و صالحین سے مدد طلب کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو قتل کرنے، ان کی اولاد کو قیدی بنالینے اور ان کے مال و متاع کو غصب کرلینے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کو کافر بھی قرار دیتے ہیں۔ آپ یہ حقیقت ذہن نشین کرلیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی برحق ہے اور آپ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور جو چیز لے کر آپ مبعوث ہوئے اس کا ہر مومن پر اتباع واجب ہے۔

الغرض میں جس چیز کا انکار کرتا ہوں وہ ہے غیر اللہ پر اعتقاد رکھنا۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر اعتقاد رکھنا جائز نہیں۔ اگر یہ باتیں میں اپنی طرف سے کہتا ہوں یا کسی ایسی کتاب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے بیان کرتا ہوں جو قابل عمل نہیں یا میں یہ باتیں اپنے کسی ہم مسلک سے نقل کرتا ہوں تو پھر انہیں آپ یکسر مسترد کردیجیے۔ لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی بات کرتا ہوں اور اس پر عام اہل علم کا بھی اجماع ہو تو پھر جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے ہم عصروں یا اپنے شہر والوں کی خاطر حقائق سے روگردانی کرے۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ اکثر لوگوں نے یہی روش اختیار کررکھی ہے۔ واضح رہے کہ اس موضوع پر قرآن کریم اور احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بہت سے دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن سردست میں ایک مثال پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور یہی ایک مثال دوسرے پہلو بھی اجاگر کردے گی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِۦ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾

"(ان سے کہو) پکار کر دیکھ ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کررہے ہیں کہ کونسا بندہ (اس سے) بہت قریب تر ہے"۔ (الاسراء : ۵۶ - ۵۷)

مفسرین اس کی یوں تفسیر بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام پر اعتقاد رکھتی تھی جس کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو جس طرح تم میرے بندے ہو اس طرح یہ بھی میرے بندے ہیں یہ بھی میری رحمت کے ایسے ہی طلبگار ہیں جس طرح تم میری رحمت کے طلبگار ہو اور یہ بھی میرے عذاب سے اسی طرح ڈرتے ہیں جس طرح تم میرے عذاب سے ڈرتے ہو۔

تو اے اللہ کے بندو! اپنے بزرگ و برتر رب کی بات پر غور و فکر کرو۔ کیا تمہیں حقیقت نہیں معلوم کہ جن کفار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تھی اور انہیں کافر بھی قرار دیا تھا اس کی بنیادی وجہ یہی تو تھی کہ یہ حضرات بزرگوں کے بارے میں غلط عقیدہ رکھتے تھے ویسے وہ اللہ سے ڈرتے تھے اس سے امید بھی رکھتے تھے۔ حج کرتے اور صدقہ کیا کرتے تھے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ہم تو صرف ان کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ ان کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے ان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی اس منطق کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ

"وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں"۔ (الزمر : ۳)

اور فرمایا:

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾

"یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"۔ (یونس : ۱۸)

برادران اسلام! قرآن کی یہ آیات آپ کو غور و فکر کی دعوت دے رہی ہیں۔ کفار کا دین اور مذہب یہی تو تھا کہ وہ بزرگان دین اور اولیاء کرام کے بارے میں غلط اعتقاد رکھتے تھے۔ ان سے عقیدت میں غلو کرتے تھے۔ قرآن کی ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ بھی صراحت فرما دی ہے کہ مشرکین کا اولیاء کے بارے میں غلو کرنے اور ان کو پکارنے کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ یہ اولیاء ان کو اس عمل کے ذریعے اللہ کے قریب کر دیں گے۔

اگر وہ شخص جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت میں غلو کرتا ہو، ان سے مانگتا ہو، ان کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتا ہو۔ کافر قرار پاتا ہے تو ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو شیاطین پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جیسے ابوحدیدہ، عثمان اور ان ہی جیسے دوسرے شیاطین جو خرج اور دوسرے شہروں میں رہتے ہیں۔ جو ناحق دوسروں کا مال اڑاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں۔

برادران عزیز! یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ لوگ اپنے اس غلط عقیدہ اور غلط کاموں کی وجہ سے ان بزرگان دین سے محبت نہیں کرتے بلکہ یہ تو ان کے دشمن ہیں جبکہ حقیقتاً آپ حضرات ہی ان بزرگوں سے محبت کرتے ہیں۔ پس جس نے صرف اللہ پر اعتقاد رکھتے ہوئے صالحین سے محبت اور ان کی اطاعت کی تو حقیقت میں وہی صالحین سے حقیقی محبت رکھنے والا ہے۔ اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی اور انہیں (غیراللہ کو) پکارا اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ وہ ان سے محبت کر رہا ہے تو اس کی مثال عیسائیوں جیسی ہے جو حضرت عیسیٰ کو پکارتے ہیں اور اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ ان سے محبت کر رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے اس شرک سے بری ہیں۔ اس طرح رافضی جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہیں جبکہ وہ ان سے بری ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپنے اس خط کو آخری ایک بات کہتے ہوئے ختم کرتا ہوں :-
اے اللہ کے بندو! میری اطاعت مت کرو بلکہ جو بات اللہ اور اس کے رسول نے کہی ہے پہلے اس کے متعلق ہر مذہب و مسلک کے اہل علم سے تحقیق کرلو اور پھر اس کی اطاعت کرو۔ میں آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ حقیقت آپ حضرات سے پوشیدہ نہ رہے کہ ان اولیاء کرام اور بزرگان دین کی عقیدت میں غلو زنا اور چوری سے بھی بڑا ظلم ہے۔ بلکہ یہ تو بت پرستی کی مانند ہے اور ایسا غلط عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص سے اپنی براءت کا اعلان کرچکے ہیں۔ میرے بھائیو! میری ان گزارشات پر سنجیدگی سے غور کرو اور اخلاص سے اس کی پیروی کرو۔ والسلام۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عبداللہ بن سحیم کے نام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی نامہ ملا۔ آپ نے جو کچھ اپنے بارے میں لکھا اور جو کچھ آپ تک میرے بارے میں پہنچا سب سے آگاہی حاصل ہوئی۔

یہ بات آپ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ جن مسائل کا ذکر آپ نے فرمایا وہ آپ کو "عارض کی" کتاب سے ملے ہیں۔ اس میں چوبیس مسئلے ہیں۔ بعض درست ہیں اور بعض سراسر جھوٹ اور صریح بہتان۔ اصل گفتگو کی طرف آنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلے سے متعلق ایک ضروری بات کی وضاحت ہوجائے یا ہم جیسے لوگوں کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف پیدا ہوجائے۔ تو اس کے تدارک کا کیا طریقہ کار ہوگا؟ کیا اللہ، اس کے رسول اور اہل علم کا اتباع واجب ہوگا یا دستور زمانہ کی پیروی کی جائے گی جس پر ہم نے لوگوں کو عمل کرتے ہوئے یا قطع نظر اس کے کہ لوگوں کا عمل علماء کے بیان کردہ اور تحریر کردہ طریقہ کار سے مختلف ہو۔ میں نے جو مسئلہ بیان کیا ہے اور زیر بحث مسئلہ سے متعلق میں نے جس رائے کا اظہار کیا ہے یہی رائے دیگر مکاتب فکر کے علماء کی بھی ہے چاہے وہ علماء حنبلی مسلک سے متعلق ہوں یا کسی دوسرے مسلک سے وابستہ ہوں۔ چونکہ یہ بات لوگوں کی مزاج کے خلاف تھی۔ ان حضرات نے حسب دستور محض میری مخالفت میں اسے قبول نہیں کیا حالانکہ ان کے علماء کی کتابوں میں بھی اس نقطہ نظر کو پیش کیا گیا ہے اور یہ حضرات اپنے علماء کی کتابوں میں اس نقطہ نظر کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہیں۔ اس کا اقرار کرچکے ہیں اور اس پر گواہی دے چکے ہیں کہ میری بات سچی ہے لیکن ان کو بھی وہی بیماری لاحق ہوگئی جو ان سے پہلے آنے والے لوگوں کو لاحق ہوچکی تھی اور ان لوگوں کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ۚ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾

"جب وہ چیز آگئی جسے وہ پہچان بھی گئے تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا۔ اللہ کی لعنت ان منکرین پر"۔ (البقرہ : ۸۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر بحث یہی مسئلہ ہے جس نے آپ کے ساتھ مراسلت کی وہ اللہ کا دشمن ابن سحیم ہے۔ میں نے اپنا موقف اس پر صاف صاف واضح کردیا ہے اور وہ میرے موقف کی تائید بھی کرچکا ہے۔ ہمارے پاس اس کے تحریر کردہ رسائل موجود ہیں جس میں ہمارے موقف کو درست تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک طویل عرصہ تک وہ اس نظریہ کا ہم نوا رہا لیکن مختلف اسباب کی بناء پر اب اس نظریہ سے ہٹ گیا ہے۔ ان اسباب میں ایک سب سے بڑا سبب جس نے اسے سرکشی پر آمادہ کیا یہ تھا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اور یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اگر یہ بات حق ہے تو پھر تم نے ہمیں شمسان وغیرہ کی عبادت سے کیوں نہ منع کیا تو انہوں نے عذر کرتے ہوئے کہا کہ تم نے ہم سے پوچھا ہی نہیں۔ وہ بولے اگر ہم نے نہیں پوچھا تو پھر ہم تمہارے ہوتے ہوئے کیسے شرک کرتے رہے اور آپ نے ہمیں نصیحت تک کیوں نہ کی؟ اور پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ اس میں ان کی ذلت ہے اور دوسروں کے لیے عزت و شرف۔

اور پھر جب ہم نے ان کے حرام کھانے، رشوت لینے اور اسی طرح کی دوسری حرکات کرنے کو برا سمجھا تو وہ بہتان بازی اور افتراپردازی کے ساتھ آپ تک اور دوسروں تک پہنچا۔ اللہ اپنے دین کا ناصر ہے۔ چاہے مشرکین اس کو کتنا ہی ناپسند کریں۔

رسم و رواج اور علماء کی عادت کی مخالفت کرنا کوئی آسان بات نہیں چہ جائیکہ عوام کی مخالفت کی جائے۔

میں بطور مثال ایک مسئلہ بیان کرتا ہوں اور یہ مسئلہ ہے استنجا کا۔ پانی کے ہوتے ہوئے جانوروں کی غلاظت اور ہڈیوں کو چھوڑتے ہوئے کنکریوں پر تین یا تین سے زیادہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کو ائمہ اربعہ نے جائز قرار دیا ہے۔ اس مسئلہ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں بلکہ امت کا اجماع ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ایسا کرلیتا ہے تو لوگ اسے بڑا اہم مسئلہ بنالیں گے۔ اس مسئلہ کے جواز کی تائید کے باوجود لوگ ایسے شخص کو بدعتی قرار دیں گے۔ اس کی وجہ عادت ورسم و رواج ہے۔ یہ ہے صاف ستھری بات اور رہے وہ مسائل جس کے بارے میں میرے خلاف مختلف بہتان باندھے جاتے ہیں ان میں سے ایک علی المثل یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل سمجھتا ہوں یا کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے گمراہی پر ہیں یا یہ کہ اجتہاد کا دعوی کرتا ہوں کیونکہ میں تقلید نہیں کرتا۔ یا یہ کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف ایک سزا ہے یا یہ کہ بزرگوں سے توسل کرنے والا کافر ہے یا کہ میں بوصیری کو "یا اکرم الخلق" کہنے پر کافر کہتا ہوں یا یہ کہتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ اگر میں قبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانے کا اختیار رکھتا تو ضرور گرادیتا اور اس طرح کعبہ کے پرنالے کو اتار کر اس کی جگہ لکڑی کا پرنالہ لگادیتا۔

میری جانب یہ بات بھی منسوب کی جاتی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کا منکر ہوں اور میں اللہ کے سوا کسی کا حلف اٹھانے والے کو کافر کہتا ہوں۔ اس طرح کے میرے خلاف بارہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ ان کے جواب میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ "سبحانک ھذا بہتان عظیم" لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھے تھے مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر صلحاء کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ملائکہ، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتۡ لَهُم مِّنَّا ٱلۡحُسۡنَىٰٓ أُوْلَـٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُونَ ﴿١٠١﴾

"بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے ہی فیصلہ ہوچکا ہے تو وہ یقیناً اس سے دور رکھے جائیں گے"۔ (الانبیاء : ۱۰۱)

باقی مسائل میں میری کہنا یہ ہے کہ انسان کا اسلام اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب نہ سمجھ لے۔ جو کوئی میرے پاس آتا ہے میں پہلے اسے اس کے معنی سے آگاہ کرتا ہوں۔ کلمہ! لا الہ الا اللہ کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ ایک ایسا بھید ہے کہ جب نذر ماننے والا اس کلمہ کو مانتے ہوئے تقرب غیر اللہ کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کی تکفیر لازمی ہے۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ بھی ہے کہ جنات کے لیے قربانی دینا کفر ہے اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔ چاہے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو۔ پس یہ پانچ مسائل ہیں جو سب کے سب حق ہیں اور میں ان کو برملا لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور اپنی گفتگو کا آغاز بھی انہی مسائل سے کرتا ہوں کیونکہ یہی مسائل سب مسئلوں کی جڑ ہیں۔

لا الہ الا اللہ کے مفہوم کی وضاحت سے پہلے توحید کی تشریح کی جاتی ہے۔ توحید کی دو قسمیں ہیں " توحید ربوبیت" اور "توحید الوہیت"۔

۱ - توحید ربوبیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خلق و تدبیر میں ملائکہ، انبیاء وغیرہم سب سے بے نیاز ہے وہ یکتا اور لاثانی ہے۔ یہ وہ صداقت ہے جس کا اقرار ضروری ہے لیکن اس توحید کے اقرار سے انسان اسلام میں داخل ہوجاتا ہے بے شمار لوگ اس کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات میں ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلۡ مَن يَرۡزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أَمَّن يَمۡلِكُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَٰرَ وَمَن يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُۚ فَقُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾

"ان سے پوچھو کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کررہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے والے) پرہیز کیوں نہیں کرتے؟" (یونس : ۳۱)

جو چیز انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے وہ توحید الوھیت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے نہ کسی مقرب فرشتے کی اور نہ ہی کسی نبی مرسل کی۔ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا اس وقت "اہل جاہلیت" اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اور بے شمار چیزوں کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے کچھ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے تھے اور کچھ ملائکہ کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس حرکات سے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ مجھے آپ لوگوں کے درمیان یہ واضح کرنے کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے کہ عبادت صرف اور صرف اللہ کی، کی جائے۔ اس کے علاوہ کسی کو بھی نہ پکارا جائے، نہ فرشتوں کو نہ انبیاء کو۔ پس جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور عبادت کو صرف اللہ کے لیے خالص کرلیا تو یہی شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کا مستحق قرار پائے گا۔ اور جو اس کا انکار کرتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ کو پکارتا ہے ان سے مدد طلب کرتا ہے اور ان سے پناہ کا طالب ہوتا ہے وہ اس اقرار کے باجود کہ خالق اور رازق اللہ ہے، لا الہ الا اللہ کا انکار کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جس پر بہت تفصیل کے ساتھ لکھا جاسکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

جب اس آیت پر وہ واقعات پیش آئے جن کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور فرمایا تھا "تم اپنے سے پہلے والوں کے طریق پر ضرور چلوگے، ان کے پیچھے ایسے لگ جاؤگے جیسے تیر کا پر، تیر کے ساتھ لگ جاتا ہے اگر وہ گوہ کی بل میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے اس بل میں گھس جاؤگے"۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴿٣١﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اس طرح عیسیٰ بن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ وہ جس کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں۔ پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں"۔
(التوبہ : ۳۱)

گمراہ لوگوں نے آرام و آسائش اور مصیبت و پریشانی میں بزرگان دین کو پکارنا شروع کردیا جیسے عبدالقادر جیلانی، احمد البدوی، وعدی بن سافر یا ان ہی جیسے دوسرے نیک لوگوں کو حاجت روا سمجھ لیا اور ان کو پکارنے لگے چنانچہ اہل علم نے اس عمل کو سخت ناپسند کیا اور نہایت شد و مد سے اس کی تردید کی اور ایسا کرنے والوں کو ڈرایا اور دھمکایا بھی گیا اور انہیں اللہ کا خوف دلایا گیا۔ یہاں تک کہ مذاہب اربعہ فکر سے وابستہ ہر ملک، ہر شہر اور ہر قریے کے علماء ان کو اس حرکت سے باز رکھنے کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ لیکن انہوں نے کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ اپنی اسی روش پر مزید شدومد سے کاربند ہورہے۔ ہمارے وہ بزرگ جو اس طرح کے اعمال کو ناپسند کرتے ہیں ان کو ان جاہل حضرات کے عمل سے کوئی واسطہ نہیں۔ اہل علم نے اس طرح کے اعمال کو "شرک اکبر" سے تعبیر کیا ہے۔ آپ نے اپنے مراسلہ میں لکھا ہے:

"اللہ کی قسم اہل علم کے کلام کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور دوسری دلیل نہیں ہے"

میں آپ ہی کے تحریر کردہ اس جملہ کو دہراتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ اہل علم کی بات ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ آپ بھی اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کیجیے۔ گھڑی دو گھڑی اللہ کے لیے اپنے نفس کا غیر کے نفس سے موازنہ کیجیے۔ اسلام جتنا آج اجنبی و غیر مانوس ہے اتنا اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ دین اسلام سے مراد وہ دین ہے جس میں شرک و بدعت کا امتزاج نہ ہو۔ اسلام کی ضد کفر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امت محمدیہ سب سے آخری امت ہے اور اس پر قیامت بپا ہوگی۔ اگر آپ نے سمجھ لیا کہ میری بات سچی ہے تو اپنے لیے کام کیجیے اور اس بات کو جان لیجیے کہ یہ کام بڑا عظیم اور معاملہ بڑا اہم ہے۔ اگر کسی بات میں آپ کو کسی قسم کی الجھن ہو تو اس سلسلے میں تبادلہ خیال کے لئے آپ کا مغرب کی طرف کا قصد کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔

ذرا سوچو تو سہی گزشتہ دنوں کی بات ہے آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بلاشبہ بات تو وہی صحیح ہے جو آپ کہتے ہیں لیکن ہم اس کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتے ۔ آپ نے بڑی اچھی باتیں کہی تھیں اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو " ابن مویس" کی آزمائش میں مبتلا کیا اور آپ اس کے دھوکے میں آگئے اور اس نے اہل دمشق کے نام ایک خط لکھا جس میں اس نے توحید کا مذاق اڑایا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بتایا کہ میں اسے بدعت سمجھتا ہوں اور میں خراسان سے آیا ہوں۔ اللہ کے دین اور اس کے رسول کو گالیاں دیتا ہوں اور آپ اس کی جہالت کا اندازہ نہ لگاسکے اور آپ نے میری باتوں کو یوں سمجھا گویا کہ میں اپنے نفس کی بڑائی چاہتا ہوں۔ میری یہ باتیں آپ کو بدل نہیں سکتیں لیکن میں اتنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ جان لیں کہ معاملہ بڑا گھمبیر ہے۔

آپ اس اہم معاملہ پر غور و فکر کریں اور اس کی تہہ تک پہنچیں تاکہ حقیقت حال آپ پر آشکارا ہوسکے۔ ہمارا تو ذکر ہی کیا یہاں بڑے بڑے جلیل القدر علماء سے بھی بھول چوک ہوجاتی ہے۔ آپ سے میری استدعا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں میرے ساتھ تبادلہ خیال کرلیں۔ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ علماء کی جو عبارتیں میں نقل کرکے بھیجتا رہا ہوں میں ان کا مفہوم و مدعا سمجھنے سے قاصر رہا ہوں یا وہ لوگ جو اپنے کلام میں غلطی کرگئے ہیں اور اہل علم میں سے کسی نے ان کی مخالفت کی ہو تو مجھے حق سے آگاہ کیجیے۔ میں انشاء اللہ حق کی طرف رجوع کرلوں گا۔

عرض ہے کہ شیخ تقی الدین کہتے ہیں کہ اہل نظر اور اہل عبادت میں سے کچھ لوگوں نے توحید کا مفہوم سمجھنے میں اس حد تک غلطی کی کہ حقیقت کو گڈ مڈ کردیا۔ ایک گروہ کی رائے میں نفی صفات ہی توحید ہے۔ ایک گروہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ توحید، ربوبیت کے اقرار کا ہم معنی ہے۔ ایک گروہ تخلیق و اختراع میں اللہ کی توحید کا قائل ہے۔ وہ تخلیق و اختراع کی قدرت کو اللہ میں اہم قرار دیتا ہے حالانکہ وہ گروہ یہ نہیں سمجھ پایا کہ مشرکین بھی اس صفت میں اللہ کی وحدانیت کے قائل تھے۔ مشرکین کے اس عقیدہ کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے:

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ﴿٨٩﴾

"ان سے کہو! بتاؤ، اگر تم جانتے ہو کہ یہ زمین اور اس کی ساری آبادی کس کی ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ کی۔ کہو پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھو ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے اللہ، کہو پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو۔ بتاؤ! اگر تم جانتے ہو کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے اور کون ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے، کہو پھر کہاں سے تم کو دھوکہ لگتا ہے؟" (المومنون: ۸۴ - ۸۹)

جس پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہو وہ اس شرک سے چھٹکارا نہیں پاسکتا سو ہر مسلمان پر فرض ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرے۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے تو اس کا دین سب کا سب اللہ کے لیے ہوجائے گا۔ الہ سے مراد وہ ذات ہے جس کو معبود مان لیا گیا ہو اور جسے دلوں نے معبود تسلیم کرلیا ہو۔ مرحوم نے اس بارے میں بڑی تفصیل سے کام لیا ہے۔

شیخ تقی الدین نے اپنے "الرسالۃ السنیہ" میں جس کو انہوں نے بعض عابد و زاہد لوگوں کے نام (جو بعض صلحاء سے نسبت رکھتے تھے) لکھا تھا۔ خوارج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے نسبت رکھتے تھے اور وہ اپنی بے پناہ عبادت کے باوجود اسلام سے خارج سمجھے گئے۔ سو اس سے یہ جان لینا چاہیے کہ کبھی اسلام سے نسبت رکھتے ہوئے بھی بعض وجوہات کی بنا پر دین سے خارج ہوسکتا ہے۔ ان وجوہات میں سے ایک بات ہے غلو کی (عقیدت میں انتہا پسندی کی) جس کی اللہ تعالیٰ نے برائی بیان کی ہے۔ جیسے عدی بن مسافر اور دیگر حضرات کی عقیدت میں غلو یا حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت مسیح علیہ السلام کی عقیدت میں غلو کرنا۔ پس جس نے بھی کسی نبی یا کسی صحابی یا کسی مرد صالح کی عقیدت میں غلو کیا اور اللہ کی الوھیت میں اس کو حصہ دار بنایا، یعنی ان صفات سے متصف کیا جن کا تعلق صرف اللہ کی ذات سے ہے۔ مثلاً یہ کہا کہ:

یا سیدی، میری فریاد رسی کیجیے یا اس طرح کے دوسرے کلمات ادا کیے تو ایسا شخص کافر ہے۔ اس سے توبہ کروائی جائیگی۔ اگر توبہ نہیں کرتا تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا رسولوں کو مبعوث فرمانے اور کتابوں کو نازل کرنے کا مقصد لوگوں کو یہ تعلیم دینا تھا کہ عبادت صرف اسی کی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارا جائے۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے کو معبود بنالیتے تھے مثلاً سورج کو پوجتے تھے یا چاند کی پرستش کرتے تھے یا صالحوں کے مجسموں اور دوسرے بتوں کے سامنے سر جھکاتے تھے وہ بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ یہ بارش برساتے ہیں اور نباتات پیدا کرتے ہیں۔ وہ تو یہ سوچتے تھے کہ فرشتے اور یہ صالحین افراد ہمارے لیے اللہ کے یہاں سفارش کرسکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا اور کتابیں نازل فرمائیں جن میں ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ کے علاوہ کسی سے کسی بھی قسم کی دعا یا فریاد نہ کی جائے۔ شیخ تقی الدین رحمہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی تحریریں بڑی گہری توجہ کی محتاج ہیں۔ جن میں انہوں نے اپنے ہم عصر، علم و تقویٰ اور صلاح و فلاح کے دعویدار کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔

انہوں نے "الاقناع" میں حکم مرتد کے باب کے شروع میں لکھا ہے "جس نے اللہ کے ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرک کیا یا اس کی ربوبیت و وحدانیت کا انکار کیا یا اللہ اور اس کے رسول سے استہزا کیا، رسول سے بغض رکھا یا اللہ اور اپنے درمیان اوروں کو واسطہ بنایا، ان کو پکارا اور ان پر توکل کیا یا شہادتین میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا انکار کیا، ایسا شخص بالاجماع علماء کے نزدیک کافر ہے۔"
پس اپنے دل کی گہرائیوں میں اس پہلو پر غور کیجیے کہ یہ خرافات ان کے زمانہ میں اس حد تک رواج پاچکی تھیں کہ انہوں نے ایسی شدت کے ساتھ ان کا انکار کیا یا انہوں نے یہ باتیں ان خرافات کے ظہور سے پہلے یوں ہی کہہ دی تھیں۔

ربوبیت اور وحدانیت کے فرق کو سمجھنا چاہیے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اسی باب کے تحت شیخ تقی الدین رقم طراز ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک کے علاوہ کسی اور طریقہ پر اعتقاد رکھتا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ضروری قرار نہ دیتا ہو یا کہتا ہو کہ میں صرف ظاہری علم یا علم شریعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہوں مگر باطنی علم اور معرفت حقیقی میں ان کا محتاج نہیں یا کہتا ہو کہ علماء میں سے بعض کو شریعت کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ خضر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی ضرورت نہ تھی۔ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والا اور ایسے کلمات ادا کرنے والا کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ آپ کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگی کہ ایسے کفریہ کلمات ادا کرنے اور ایسے گمراہ کن اعتقاد رکھنے والے ہمارے زمانے کے ایسے ایسے اکابر ہیں جن کے علم و تقویٰ اور زہد و پرہیزگاری کے چرچے زبان زد عام و خاص ہیں۔
اس باب کے تحت ایک جگہ شیخ تقی الدین لکھتے ہیں کہ "جس نے صحابہ کرام پر کیچڑ اچھالا، ان کو برا بھلا کہا اور یہ دعویٰ کیا کہ علی کرم اللہ وجہہ اللہ یا نبی ہیں اور حضرت جبریل وحی علی رضی اللہ عنہ پر لانے کی بجائے غلطی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے آئے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے۔ اس کے کفر میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کو کافر قرار دینے میں توقف کرنے والے کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں کیا جاسکتا" سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کو معبود قرار دینے سے جرم اس قدر سنگین ہوجاتا ہے تو اس شخص کا جرم کس قدر سنگین ہوگا جو ابن عربی اور عبدالقادر جیلانی وغیرہم کو معبود قرار دیتا ہو۔ شیخ تقی الدین نے، جو کچھ "وہ اللہ جو دلوں کا اللہ ہے" کی شرح میں لکھا ہے، قابل غور ہے۔ یہ پہلو واضح رہے کہ ہمارے زمانہ کے مشرکین کا شرک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زمانہ مبارک کے کفار سے زیادہ شدید ہے کیونکہ موجودہ زمانے کے مشرکین خوشی و غمی، پریشانی یا فارغ البالی دونوں حالتوں میں اولیاء و صالحین ہی کو پکارتے ہیں۔ انہیں کو اپنے دکھوں کا مداوا سمجھتے ہیں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مشرکین ملائکہ اور صالحین کو اس لیے پکارتے تھے کہ یہ انہیں اللہ سے قریب ہونے کا موقع مہیا کریں گے۔ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور یہ پہلو بھی ذہن نشین رہے کہ وہ امن و اطمینان اور اچھے حالات میں ہی ان اولیاء سے مدد کے طلبگار ہوتے تھے۔ لیکن جب ان کو برے حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور ان پر مصیبتیں آتیں تھیں تو سب کو چھوڑ کر صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی کے ہوجاتے تھے اور اسی سے مدد کے طلبگار ہوتے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ان کے بارے میں آیا ہے:

وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِي ٱلْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّىٰكُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾

"جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب گم ہوجاتے ہیں۔ مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچادیتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے"۔ (الاسراء : ٦٧)

شیخ تقی الدین "الاقناع" میں لکھتے ہیں کہ جادو کا سیکھنا سکھانا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

جادو مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے مثلاً کسی چیز کو گرہ لگادینا۔ کسی کلام کا پڑھنا یا اسے لکھنا یا کوئی ایسا عمل کرنا کہ جس سے کسی کے اعضاء وجود اور قلب و دماغ پر اس کے اثرات ظاہر ہوں۔ جادو سے مختلف مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں، مثلاً کسی کو قتل کرنا، بیمار ڈالنا، میاں اور بیوی کے درمیان نفرت پیدا کرنا، جادو سیکھنے والا اور جادو کرنے والا دونوں کافر ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ایسا کرنے والا اس کے حرام یا حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے یا نہیں۔

اسلام کی یہ تعلیمات دیکھیے۔ پھر ذرا موجودہ ماحول کا جائزہ لیجیے کہ جادو کا کس قدر رواج بڑھ گیا ہے۔ اگر آپ "الاقناع" کے اس باب اور اس کی شرح کا بغور مطالعہ کریں گے اور اس کے مشکل مقامات پر غور و خوض سے کام لیں گے جیسے آپ "باب الوقف والاجارہ" کے مسائل پر غور فرماتے ہیں۔ تو اور بھی بہت سی اہم باتیں اجاگر ہوں گی۔

جہاں تک "احناف" کا تعلق ہے تو شیخ قاسم نے شرح "درر البحار" میں لکھا ہے: نذر جو اکثر لوگ مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی صالح بزرگ کی قبر پر جاکر یہ کہا جائے کہ : یا سیدی، اگر میرا گم شدہ مال مل جائے گا یا میرا مریض صحت یاب ہوجائے گا یا میری حاجت پوری ہوجائے گی تو میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے لیے یہ چیز پیش کروں گا۔ یہ کام متعدد وجوہ کے باعث بالاجماع باطل ہے۔ مثلاً یہ کہ نذر کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے اور یہ گمان کرنا کہ کوئی مردہ انسان بعض امور میں تصرف کرسکتا ہے تو ایسا اعتقاد کفر ہے۔ اس طرح سے قبروں اور مزاروں پر پیسے چڑھانا، شمع جلانا، چراغاں کرنا اور اسی طرح کی دیگر خرافات بالاجماع حرام قرار دی گئی ہیں۔ کتنے ہی لوگ اس فتنے میں مبتلا ہوچکے ہیں خاص طور پر وہ لوگ جو شیخ احمد البدوی کا عرس مناتے ہیں "صاحب النہر" کے قول سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصر کے علماء بھی ان گمراہیوں کے سدباب پر قادر نہیں۔ اس قسم کی بدعات وخرافات اور فکری و عملی گمراہیاں مصر میں رواج پاچکی ہیں۔ اس مصر میں جو علماء کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ "صاحب النہر" کے اس تجزیے کے بعد کہ عوام کی اکثریت گمراہ ہوچکی ہے اس صورتحال کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مالکی مذہب کے لوگوں میں سے طرطوشی اپنی کتاب "الحوادث والبدع" میں یوں لکھتے ہیں کہ امام بخاری ابوواقع اللیثی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ وہاں بیری کا ایک درخت تھا، مشرکین اس کے گرد چکر لگاتے اور منت مان کر برکت حاصل کرنے کے لیے اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے۔ اس درخت کو "ذات انواط" کہا جاتا تھا۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ان کی طرح منتیں لٹکانے کے لیے کوئی درخت مقرر کردیجیے۔ آپ نے فرمایا: "اللہ اکبر" تم نے تو مجھ سے ایسا ہی مطالبہ کیا جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ ان کے معبودوں کی طرح ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود مقرر کردیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ضرور ایسے کام کروگے جو پہلی امتوں نے کیے تھے۔ دیکھو اللہ تم لوگوں پر رحم کرے۔ جہاں کہیں بھی بیری کا ایسا درخت پاؤ جہاں لوگ منت ماننے کے لیے جاتے ہوں اور اس پر چھیتڑے لٹکاتے ہوں تو وہ اس "ذات انواط" کی مانند ہے۔ اس کو کاٹ ڈالو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اسلام آغاز میں اجنبی تھا اور بعد میں بھی ایسے ہی اجنبی ہوجائے گا جیسا کہ وہ شروع میں تھا۔ پس مبارکباد کے مستحق ہیں وہ اجنبی لوگ جو لوگوں کے بگڑ جانے کے باوجود سیدھی راہ پر قائم رہیں گے"۔ یعنی یہ کہ جب اسلام آیا اس وقت جو شخص اسلام لاتا تھا وہ اپنے قبیلہ میں اجنبی بن جاتا تھا۔ اکیلا اور تنہا رہ جاتا تھا اپنے اسلام کو چھپائے رہتا تھا۔ اپنے خاندان والوں کی سردمہری اور درشتی برداشت کرتا تھا۔ اس طرح سے ایک بار پھر اسلام اجنبی بن جائے گا۔ گمراہ عقائد و نظریات، باطل خیالات اور افکار کا دور دورہ ہوگا۔ ایسے حالات میں اسلام کی حیثیت اجنبی جیسی ہوگی اور جو لوگ حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و صداقت پر قائم رہیں گے وہ اپنی قلت تعداد اور خوف و ہراس کی وجہ سے اس معاشرے میں اجنبی ہوں گے۔

امام بخاری ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ابودرداء نے کہا: "اللہ کی قسم سوائے نماز اکٹھی پڑھنے کے میں نہیں جانتا کہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہو"۔ یہ بات انہوں نے اس لیے فرمائی کہ انہیں اپنے ہم عصروں کے اکثر کام ناپسند تھے۔ امام زہری کہتے ہیں کہ میں دمشق میں انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے: لوگوں میں ایک نماز ہی باقی رہ گئی تھی مگر اب اس کو بھی ضائع کردیا ہے۔ طرطوشی کا کلام یہاں پر ختم ہوتا ہے۔

ان روایات پر عقلمند کو غور کرنا چاہیے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ باتیں کس زمانے میں ہوتی تھیں یا کس جگہ پر کی گئی تھیں۔ کیا کسی بھی عالم نے ان باتوں کا انکار کیا ہے:

ان احادیث میں بلاشبہ بہت سے فوائد پوشیدہ ہیں لیکن یہاں جس مقصد کے لیے میں نے انہیں نقل کیا وہ یہ تھا کہ ہمیں معلوم ہوجائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں بھی کیسے کیسے واقعات رونما ہوتے تھے۔ وہ صحابہ جن کو اللہ نے اپنے نبی کی رفاقت اور بیعت کے لیے مقرر فرمایا تھا ان کی زبان سے بھی کبھی کبھار ایسی باتیں نکل جاتی تھیں۔ انہوں نے بھی اپنے نبی سے کہا تھا کہ آپ ہمارے لیے ایک معبود مقرر فرمادیجیے۔

کس قدر تعجب کی بات ہے جب ان جیسی ہستیوں سے ایسی باتیں سرزد ہوچکی ہوں تو پھر جب ہم جیسے متاخرین میں سے کسی شخص کو "یا اکرم الخلق" کہنے پر برا بھلا کہتے ہیں تو ہم پر کس طرح اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے میں میری بات سے آپ کو کس قدر تعجب ہوتا ہے۔ آپ کو ان باتوں کا علم نہیں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ شرک اور کفر کا تذکرہ کرنا سب سے بڑا کفر اور ملت سے خارج کرنے والی چیز ہے۔ لیکن کہاں ہیں آپ کے وہ اقوال جو آپ نے مجھے ارسال کیے تھے۔ اس سے قبل کہ آپ کو اللہ تعالیٰ آپ کے شامی دوست کے پھندے میں نہ پھنساتا اور کہاں آپ کی یہ باتیں جس میں آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ بات حق ہے اور یہ معذرت بھی کرتے ہیں کہ اس کے انکار کی قدرت نہیں رکھتے۔میرا مقصد تو یہ تھا کہ میں آپ کے سامنے طرطوش کے خیالات پیش کروں اور ان کے زمانے میں درختوں کو پوجنے کی نتیجے میں شرک کے جو واقعات پیش آئے ان کا بھی تذکرہ کروں۔ طرطوش اور قاضی ابویعلی ایک ہی زمانہ میں تھے۔کیا آپ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ خیال ہے کہ اس زمانے کے بعد اب حالات درست ہوگئے ہیں؟

شافعیہ کا نقطۂ نظر بھی ملاحظہ کیجیے۔ محدث شام امام ابوشامہ "الباعث علی انکار البدع والحوادث" نامی کتاب میں لکھتے ہیں:

ایسے عقائد ایک ایسے گروہ کے ہیں جس نے آپ اپنے کو شریعت سے الگ کرکے ایسے فقر کی طرف منسوب کیا جو حقیقت میں ایمان کا "فقر" تھا۔ یہ لوگ ایسے مشائخ پر اعتقاد رکھتے ہیں جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہی کے راستہ پر ڈال رہے ہیں۔ ان کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَـٰٓؤُا۟ شَرَعُوا۟ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ

"کیا یہ لوگ کچھ اللہ کے ایسے شریک رکھتے ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کردیا جس کا اللہ نے اذن نہیں دیا"۔ (الشوریٰ : ۲۱)

یہ اور اس طرح کے دیگر اور طریقوں سے بت پرستی اور کفر کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کی ایک قسم جس میں لوگ مبتلا ہوئے یہ ہے کہ شیطان لوگوں کو اس عمل کی رغبت دلاتا ہے کہ وہ جگہ جگہ دیواریں اور ستون بنائیں اور ہر شہر میں ان جگہوں پر چراغاں کریں۔ جن کے متعلق کوئی کہتا ہے کہ میں نے خواب میں ایک نیک اور صالح بزرگ کو یہاں جلوہ افروز دیکھا تھا اور لوگ اس طرح مشرکانہ اعمال میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اسی خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ اللہ کا تقرب حاصل کررہے ہیں اور بات یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ ان جگہوں کی عظمت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوجاتی ہے اور ان کا یہ عقیدہ بن جاتا ہے کہ فلاں بزرگ ہمارے مریضوں کو شفاء عطا فرمائیں گے اور اگر ہم ان کے لیے نذر مانیں گے تو وہ ہماری ضرورتیں پوری کریں گے۔ ایسے مقامات عام طور پر چشموں، درختوں، دیواروں اور پتھروں کے آس پاس پائے جاتے ہیں۔ دمشق میں (اللہ اس سے محفوظ رکھے) اس طرح کے متعدد مقامات پائے جاتے ہیں جیسے "عوینہ الحمی" اور "شجر ملعونہ" جو باب نصر کے باہر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے کاٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس درخت اور "ذات انواط" میں کتنی مماثلت پائی جاتی ہے۔ شیخ ابوشامہ نے کہا کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے ہر ایسی چیز سے محفوظ رکھے جو اس کی رضا کے خلاف ہو۔

"اے اللہ ہمیں ان گمراہ لوگوں کی صف میں شامل نہ کر جنھوں نے خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے"۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آپ ہی دیکھیے کہ شیخ موصوف نے اس طرح کے اعمال کو شریعت کو چھوڑنے اور ایمان سے بغاوت کرنے کے مترادف قرار دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتادیا کہ اس طرح کی بدعات وخرافات اور فکری و عملی گمراہیوں میں شام کے لوگ بھی مبتلا ہیں۔ آپ اپنے احباب کے سامنے یہ حالات رکھیے اور انہیں بتائیے کہ علماء، ائمہ اربعہ نے بھی کہا کہ مشرکانہ اعمال روز بروز رواج پکڑتے جارہے ہیں اور اسی قسم کی خرافات عام ہورہی ہیں۔ ان علماء نے صرف اتنا ہی کہہ دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ علی الاعلان دنیا کے ہر کونے میں بسنے والوں کو اس کے بارے میں بتلایا اور کہا کہ دیکھو دین اب پھر اجنبی ہوگیا ہے.اس کے بعد اب ان لوگوں کے لیے دو ہی راستے رہ گئے ہیں:

یہ لوگ یا تو یہ کہیں کہ (مذکورہ بالا) تمام علماء جاہل ہیں، گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا پھر یہ دعویٰ کریں کہ ان کا اور ان کے مشائخ کا دور ان بزرگان دین کے دور سے کہیں بہتر ہے۔

آپ سے یہ بات چھپی نہ رہے کہ میں نے ابن عزاز کے پاس ایسے اوراق دیکھے ہیں جو اس کے لیے مشائخ کی طرف سے ایک قسم کے اجازت نامے ہیں۔ اس کے شیخ المشائخ کا نام عبدالغنی ہے۔ ان اوراق میں اس کی مدح کی گئی ہے اور اسے عارف باللہ کا لقب دیا گیا ہے جبکہ ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابن عربی کے مسلک کا پیروکار ہے۔ یہ ابن عربی علماء کے نزدیک فرعون سے بھی بڑا کافر ہے یہاں تک کہ ابن مقری الشافعی کہتے ہیں کہ جو شخص ابن عربی کے طائفے کے بارے میں کافر ہونے میں ذرا برابر بھی شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ پس جب ان کا شیخ ابن عربی کے دین کا امام اور داعی ہو اور اسے عارف باللہ کا خطاب بھی دیا جائے تو پھر بات کیسے بنے گی؟ لیکن ان تمام باتوں سے زیادہ اہم وہ صورتحال ہے جس کا تذکرہ حضرت ابودرداء اور حضرت انس بن مالک نے کیا ہے یہ دونوں صحابی شام میں تھے انہوں نے اپنے زمانے کی سنگین اور تشویشناک صورتحال کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ ان کا زمانہ ہمارے زمانہ سے زیادہ اچھا زمانہ تھا لیکن ان کے زمانہ میں بھی صورتحال اس قدر سنگین ہوگئی تھی تو پھر ہم اپنے زمانہ کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب "الھدی النبوی" میں طائف کے وفد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب طائف کے وفد نے اسلام قبول کرلیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت مانگی کہ ایک سال تک لات کو چھوڑ دیا جائے اسے نہ گرایا جائے۔ ابن قیم رحمہ اللہ اس واقعہ سے متعدد مسائل اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر مقامات شرک وکفر اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاغوتوں کو نیست و نابود کرنے کی طاقت ہو تو پھر ان کو ایک دن بھی باقی رکھنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ شرک و کفر کی نشانیاں ہیں۔ اور ایسی بدترین برائیاں ختم کرنے کی قدرت رکھتے ہوئے چھوڑ دینا جائز نہیں۔ یہی حکم ان مزاروں، درگاہوں کا بھی ہے جن کو قبروں پر تعمیر کیا گیا ہے جنہیں بت بناکر غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ پتھر جن کو لوگ چومنے، چاٹنے، تبرک حاصل کرنے اور ان پر نذر و نیاز پیش کرنے کے لیے جاتے ہیں، ان کو مٹانے کی قدرت رکھتے ہوئے ان کا روئے زمین پر باقی رکھنا جائز نہیں۔ ان میں سے اکثر چیزیں لات و منات و عزیٰ کی طرح ہیں بلکہ شرک میں ان سے بھی زیادہ بڑھ کر ہیں۔ واللہ المستعان۔

ان طاغوتوں (بتوں) کے متعلق ان کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ وہ تخلیق کی صلاحیت رکھتے ہیں یا رزق رسانی پر قادر ہیں۔ وہ بھی ان بتوں کے ساتھ وہی کچھ کرتے تھے جو آج کل کے مشرکین اپنے طاغوتوں کے پاس جاکر کرتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ قدیم مشرکوں کی پیروی کررہے ہیں۔ علم سے دوری اور جہالت کے غلبے کے باعث ان کی اکثریت پر شرک غالب آگیا ہے۔ نیکی کو لوگ بدی تصور کرنے لگے ہیں اور بدی کو نیکی۔ سنت، بدعت بن گئی ہے اور بدعت سنت سمجھی جانے لگی۔ بچہ اس مشرکانہ ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے اور اسی ماحول میں بوڑھا ہوجاتا ہے۔ نیکی کے نشانات مٹتے جارہے ہیں۔ اسلام سے اجنبیت بڑھتی جارہی ہے، علماء کم ہوتے جارہے ہیں اور جاہل و نادان بڑھتے جارہے ہیں۔ اس طرح سے صورتحال اور زیادہ پیچیدہ ہوتی جارہی ہے۔ لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث خشکی و پانی میں فساد ہی فساد پھیل رہا ہے۔ یہاں پر امام ابن قیم کا کلام اپنے خاتمہ کو پہنچتا ہے۔

امام ابن قیم اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لات کے چڑھاوے کا مال لے کر دوسرے کاموں میں صرف کردیا۔ تو اس سے اس بات کا جواز ملتا ہے کہ امام وقت ان طاغوتوں کا مال جہاد اور مسلمانوں کے دوسرے اصلاحی کاموں میں خرچ کرسکتا ہے۔ لہٰذا اس پر واجب ہے کہ ان طاغوتوں کا مال چھین کر اسے مجاہدین کی فوج پر اور دوسرے اسلامی امور پر خرچ کردے۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لات پر چڑھائے ہوئے مال کے ساتھ کیا اور یہی حکم بتوں کے وقف کئے ہوئے مال کا ہے جو باطل ہے اور ضائع مال ہے سو اس کو بھی مسلمانوں کے امور میں صرف کردیا جائے گا۔ وقف تو اسی صورت میں جائز ہے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی قربت اور اس کی اطاعت کے اظہار کے لیے کیا جائے۔ وقف نہ کسی درگاہ پر جائز ہے اور نہ کسی ایسی قبر پر جس پر چراغاں کیا جاتا ہو اور اس کی تعظیم کی جاتی ہو۔ اور اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سوا اس کی بندگی کی جاتی ہو۔ یہ وہ مسائل ہیں جن پر تمام ائمہ دین اور ان کے متبعین سب کا اتفاق ہے۔ (یہاں ان کا کلام خاتمے کو پہنچتا ہے۔)

یہ اس مرد جلیل کی باتیں ہیں جن کا شمار اہل علم میں ہوتا ہے اور جن کا تعلق بھی شام سے ہے۔ ان کی یہ تحریریں غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ انہوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ ان کے زمانہ میں ایک ایسا شخص ظاہر ہوا تھا جو بظاہر تو مدعی اسلام تھا، لیکن اس نے قبروں، مزاروں، درختوں اور پتھروں کی پوجا پرستش جیسی لغتی باتوں کو رواج دیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ شرک لات و عزیٰ کی عبادت سے بھی بڑھ کر تھا۔ اس کی رائج کردہ یہ خرافات جگہ جگہ پھیلیں اور لوگوں میں عام ہوئیں۔ (جس کے نتیجے میں) شر نے لوگوں پر قبضہ جمالیا اور اسلام نہ صرف اجنبی ہوکر رہ گیا بلکہ اس کی اجنبیت اور بڑھتی ہی چلی گئی۔

اس قول کا اس قول سے کیا مقابلہ کیا جاسکتا ہے جو آپ کے دوست نے اہل وشم کو اس وقت لکھا تھا جب انہوں نے اس کو آپ کے شہروں میں ہونے والے شرک کے بارے میں آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ اس پر بالکل راضی نہیں کہ ایسی باتیں مسلمانوں میں پائی جائیں۔ اس کے بارے میں چاروں مذاہب کے علماء کے اقوال اس قول سے کہیں بلند اور ارفع ہیں جو ابن عیدان اور اس کے دوست نے اپنے ہم عصر علماء کے بارے میں کہا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان علماء نے ایسی باتیں کرکے بہتان باندھا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔

یہ اہل علم کا کلام ہے جس کو نقل کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اگر چہ یہ کام بڑی عجلت میں ہوا تاہم امید ہے کہ آپ ان گزارشات پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے اور خواہشات کی پیروی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہوئے اپنی سوچ و فکر کو اللہ کے لیے خالص کردیں گے۔ بغیر سوچے سمجھے کسی فعل میں پہل نہ کیجیے میری آپ سے یہ بھی گزارش ہے کہ آپ میرے اور اس کے کلام کا موازنہ کریں۔ اگر میری باتیں درست نکلیں اور آپ پر یہ حقیقت آشکارا ہوجائے کہ "شامی" (لا الہ الا اللہ) کے معنی سے ناواقف ہے اور امام احمد کے عقیدے سے بھی ناواقف ہے اور نہ جن لوگوں کے عقیدے سے اس کو واقفیت ہے۔ جن کو ایذا دی تھی تو اس سے آپ اس کی جہالت اور ناواقفیت کا اندازہ لگاسکتے ہیں کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں کتنا بڑا جاہل ہے۔

یہ ایک انتہائی نازک مسئلہ ہے۔ اگر ایسے نازک اور اہم مسئلہ میں میں نے کوئی غلط نقطہ نظر پیش کیا ہو یا کسی صاحب علم انسان پر افترا پردازی کی ہو تو یہ معاملہ اور بھی سنگین ہو جائے گا۔

آپ نے ان تمام باتوں کو چھوڑتے ہوئے دوسری کسی اور بات کے سلسلے میں جو خط مجھے لکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اگر اس سے آپ کا مقصد اپنی خواہشات کی پیروکاری ہے (جس سے اللہ انسان کو محفوظ رکھے) اور آپ نے یہ تہیہ کرلیا ہو کہ خواہ کچھ بھی ہو، ہر صورت میں "ابن موسیٰ" کی حمایت کریں گے تو پھر اس خط و کتابت کی کیا ضرورت ہے۔ بعض لوگوں نے آپ کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ آپ کی موسیٰ سے رفاقت اور اس کی ہم نوائی کچھ دنیاوی مصلحتوں اور مفاد کی بنا پر ہے اگر آپ حق پرست ہیں تو پھر میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ میری ان گزارشات اور اس سے پہلے پیش کردہ گزارشات پر غور کریں۔ اور سنجیدگی سے ان کا مطالعہ کریں۔ میرے پیش کردہ ان خیالات کو اہل علم کی کسوٹی پر پرکھیں اور صاف ستھرے انداز میں لکھ کر سچائی کا اظہار کریں۔

سو یہ پانچ مسئلے جن کے جواب میں نے علماء کرام کے ارشادات کے مطابق لکھے ہیں اب میں ان میں ایک اور چھٹے مسئلے کا اضافہ کروں گا۔ اس مسئلہ کا تعلق میرے اس موقف سے ہے کہ میں نے اولاد شمسان اور ان کے ہم نواؤں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے اور میں انہیں طاغوت قرار دیتا ہوں کیونکہ یہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کے بجائے اپنی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عبادت کی شکل لات و عزّیٰ کی پوجا اور پرستش سے بھی کہیں زیادہ بری ہے۔ میں اپنی رائے بلا کسی بنیاد کے پیش نہیں کررہا ہوں بلکہ میرے پاس اپنی اس رائے پر ایک مضبوط دلیل ہے۔ وہ یہ ہے کہ لات وعزیٰ کے پجاری انہیں آسودگی اور فارغ البالی کی حالت میں پکارتے تھے اور جب کوئی مشکل پیش آجاتی تھی تو وہ اللہ ہی سے پورے اخلاص کے ساتھ مدد طلب کرتے تھے۔ مگر ان حضرات کا کفر تو ان کے کفر سے بھی دوچار ہاتھ آگے بڑھ گیا ہے۔ یہ تو مصیبت کے اوقات میں اور پریشانی کے حالات میں بھی اپنے ان معبودوں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو معرفت دے، حق و صداقت کے آگے سپردگی اور طاغوتوں کے انکار اور ان کے اصولوں کی مخالفت اور ان کے حامیوں سے براء ت کی توفیق عطا فرمادے تو مجھے اس خوشخبری کی اطلاع ضرور دیجیے گا کیونکہ فکر اور عقیدہ کی گمراہی کوئی معمولی لغزش نہیں۔ اس کی یہ نوعیت بھی نہیں کہ اسے فرعی مسائل میں لغزش کا ہم معنی سمجھ لیا جائے۔ یہ تو بہت ہی نازک مسئلہ ہے جسے کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چہ جائیکہ اس کا انکار کیا جائے۔ جس طرح ہم زنا یا چوری کا انکار نہیں کرسکتے اس طرح اس کا انکار بھی ممکن نہیں بلکہ اللہ کی قسم، اللہ کی قسم، اللہ کی قسم یہ معاملہ بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر آپ کے دل میں کوئی شک و شبہ پیدا ہو تو اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگیے کہ وہ آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا صحیح راستہ دکھا دے اور اللہ ہی تو دلوں کو پھیرنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اور مسائل پر بھی گفتگو ہوسکتی تھی لیکن مناسب یہی ہے کہ پہلے ہم لا الہ الا اللہ کے شہادت کے مسئلے سے فارغ ہوجائیں ان مسائل کے بارے میں ہمارے اور آپ کے پاس اہل علم کی تحریریں موجود ہیں۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے میرے بارے میں یہ بات عام کر رکھی ہے کہ میں صحابہ کرام کی قبور کو منہدم کرنا چاہتا ہوں۔ "الاقناع" میں جنائز کے متعلق جو کچھ مذکور ہے اس میں لکھا ہے کہ قبروں پر تعمیر شدہ قبوں کو گرانا واجب ہے۔ اس لیے کہ ان کی بنیاد رسول اللہ کی نافرمانی پر رکھی گئی ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث منقول ہے کہ انہوں نے قبروں کو منہدم کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا اور آپ کے وہ اصحاب جو آپ کو مراسلے بھیجتے ہیں ان کی مثال یوں ہے کہ اگر وہ آپ کو یہ لکھ بھیجیں کہ ابن عبدالوہاب بدعتی ہوگیا ہے کیونکہ وہ اس شخص کو برا بھلا کہتا ہے جس نے اپنی بہن سے شادی کرلی ہو۔ اب رہا میرا یہ کہنا کہ کلمہ "الہ" میں ایک راز ہے۔ یہ تو جاننا چاہیے کہ اس سلسلے میں زبانوں میں مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ قدیم عرب معبود اور الہ کو اسی معنوں میں استعمال کرتے تھے جس میں آج کل سید یا شیخ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک لفظ الہ بعض معانی، مفاہم اور صفات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس کے لیے وہ "سرّ" کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ ان کے نزدیک "سرّ" وہ ہوتا تھا جو نفع اور نقصان پر قادر ہو۔ جس سے مانگا جائے، جس کو پکارا جائے، جس سے امید باندھی جائے، جس سے ڈرا جائے اور جس پر توکل کیا جائے۔ جگہ اور مکان کے فرق سے بھی زبان میں تبدیلیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ مختلف جگہوں پر ایک ہی چیز کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ملاحظہ فرمائیے آپ نے فرمایا: " اس کی نماز نہیں ہوتی جس نے فاتحہ الکتاب نہیں پڑھی۔" تو اس کی تفسیر کرتے وقت مقامی مفہوم کا خیال رکھتے ہوئے اسے مختلف ناموں سے پکارا گیا۔ کہیں فاتحہ الکتاب کہا گیا۔ کہیں اسے "ام القرآن" کہا گیا اور کہیں "الحمد" کا نام دیا گیا۔ مگر ان سب کا معنی ایک ہی ہے۔ اگر عوام کی زبان میں "سرّ" کے معنی نہ ہوں اور اہل علم کے کلام میں الہ کے یہ معنی نہ ہوں اور انکار کرنے کی وجہ ہو تو آپ ہمیں سمجھا دیں۔

والحمد اللہ رب العالمین۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن عبدالوہاب کی جانب سے عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف حفظہ اللہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ اما بعد،

آپ کی طرف سے بہت سے ایسے خطوط موصول ہوئے جن میں مجھے سخت برا بھلا کہا گیا ہے۔ میرے خیالات کی تردید کی گئی ہے اور میرے بارے میں بڑا درشت لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ کھٹکا تو مجھے اس وقت ہی پیدا ہوگیا تھا جب مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ آپ کا ان لوگوں سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو آپ کی محبت لوگوں کی دلوں میں ڈال دی ہے اور آپ کا جو ذکر جمیل زبان خلق پر جاری ہے اس نعمت سے بے شمار لوگ محروم رہے ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ آپ حکام سوء کے مقابلہ میں حق گوئی و بیباکی کا موقف اختیار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حکام آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی میرے علم میں ہے کہ آپ اللہ اور اس کے رسول سے کس قدر محبت کرتے ہیں اور آپ میں کتنی سمجھ بوجھ اور اتباع حق کا عنصر پایا جاتا ہے چاہے آپ کی مخالفت میں بڑے بڑے ائمہ ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ میں تقریباً بیس سال کا عرصہ آپ کے ساتھ گزار چکا ہوں اور آپ کے ساتھ گزارے ہوئے زندگی کے ان لمحات کو فراموش نہیں کرسکتا۔ ہم تفسیر و حدیث کا باہم تذکرہ کیا کرتے تھے اور آپ نے مجھے بخاری شریف کے وہ اوراق دکھائے تھے جن کے حواشی پر آپ نے نوٹ لکھے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے مجھ سے مسئلہ ایمان کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ امام بخاری نے صحیح البخاری کے شروع میں جو مسئلہ بیان کیا ہے میں بھی اسی نقطہ نظر کا حامی ہوں۔ یہی وہ حق ہے جس کی بنیاد پر میں اللہ کا دین اختیار کرتا ہوں۔ آپ کی زبان سے یہ بات سن کر مجھے حیرت بھی ہوئی تھی اور مسرت بھی اس لئے کہ آپ کا یہ نقطہ نظر ائمہ متکلمین کے اقوال کے برعکس تھا۔ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب آپ مجھ سے ان مسائل پر گفتگو کرتے تھے جو میں اپنے طالبعلموں کے سامنے بیان کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حسن فہم، اپنی محبت اور آخرت کی زندگی سے انس عطا فرمایا ہے اسے دیکھتے ہوئے میں اس امر میں آپ کی طرف سے کسی جلد بازی کا گمان نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ جو لوگ اس میں ملوث ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ اگر ان کے مخالف حق پر ہیں پھر تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات پوری طرح واضح ہے۔ مزید کسی بحث و تمحیص کی کیا ضرورت۔ لیکن اگر حق ان کے ساتھ ہے تو پھر داعی الی اللہ کو چاہیے کہ وہ خوش اسلوبی اور اچھے طریقہ سے لوگوں کو دعوت اسلام دے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے دونوں رسولوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) کو یہی حکم دیا تھا کہ فرعون کے ساتھ نرم لہجہ میں بات کرنا شاید وہ اس طرح نصیحت پکڑے اور اللہ سے ڈر جائے۔

قاضی (اللہ اسے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرفراز فرمائے) کے لیے ضروری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے ایسا منصب عطا فرمائیں تو ان صفات و آداب سے خود کو مزین کرے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

"ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے ان لوگوں کے لیے جو اسے مان لیں"۔ (النحل ۶۴)

لہٰذا جب قاضی ان اخلاق عالیہ سے پوری طرح آراستہ پیراستہ ہوجائے گا تو جو لوگ غیر یقینی کی کیفیت سے دوچار ہیں وہ اس کو حقیر نہ سمجھیں گے۔ قاضی کے لیے لازم ہے کہ فاسقوں اور منافقوں کی چغل خوریوں اور دسیسہ کاریوں کے وقت ثابت قدم رہے اور جلد بازی نہ کرے۔

اللہ رب العزت نے منافقین کی خصلتیں اپنی کتاب میں بیان فرمادی ہیں تاکہ ان سے بچا جاسکے۔ مثلاً یہ کہ منافقین فصیح و بلیغ ہوتے ہیں۔ ان کی زبان بڑے لچھے دار ہوتی ہے۔ بڑی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ دیکھنے میں بھی بڑے بھلے اور خوبصورت دکھائی دیتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِن يَقُولُوا۟ تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ

"انہیں دیکھو تو ان کے جثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں، بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ۔" (المنافقون : ۴)

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے آغاز میں ان کی بری خصلتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مکروفریب کرتے ہیں، شاطرانہ چالیں چلتے ہیں اور مومنین کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو دو رخا (دو چہروں والا) بھی کہا ہے اور بتایا ہے کہ ان کو یہ فن بھی آتا ہے کہ یہ لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا کردیتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول قطعاً پسند نہیں کرتے ۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ ٱلَّذِينَ يُسَـٰرِعُونَ فِى ٱلْكُفْرِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اے پیغمبر! جو لوگ کفر پر دوڑے پڑتے ہیں ان پر رنج نہ کر (یہ لوگ منافق ہیں)"۔

(المائدہ : ۴۱)

مومنوں کو حقیر جاننا اور اپنی کارستانیوں پر شیخی مارنا منافقین کا شیوہ ہے۔ سورہ بقرہ، سورہ براء اور سورہ قتال میں ان کے علاوہ اور خصلتوں کا بھی ذکر آتا ہے۔ منافقین کی ان خصلتوں کو بیان کرنے کا مقصد لوگوں کو نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ اس قسم کی ناپسندیدہ اور مکروہ عادتوں سے بچیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے کلام مبارک میں متعدد جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی ہے اور ان کی باتوں میں آنے سے منع فرمایا۔ پس اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ حکم ہے تو پھر آپ جیسے لوگوں کے لیے کہاں سے جواز نکلتا ہے کہ ایسے لوگوں کی باتیں قبول کرلیں۔ پھر اس سے بھی زیادہ تشویشناک پہلو یہ ہے کہ آپ انہیں اہل علم میں شمار کرتے ہوئے ان کے گھروں میں جاکر ان سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور ان کی تعظیم بجالاتے ہیں۔

میں یہ بات کسی ایک خاص شخص کے بارے میں نہیں کہتا لیکن جس سیاست دین و دنیا کا ذکر کتاب اللہ میں ہے اس کی تشریح کرنا اور لوگوں کو اسے اختیار کرنے کی ترغیب دینا میرا مقصد ہے۔ جس کو اکثریت نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ اب رہی وہ بات جو میرے متعلق آپ کو بتلائی گئی ہے، تو عرض ہے کہ میرا کوئی بھی فعل، جہالت پر مبنی نہیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں وہی احسان کرنے والا اور صاحب قوت ہے۔ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمائی یعنی اس سیدھے اور سچے دین کی طرف رہنمائی کی جو ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جو ہر طرف سے کٹ کر اللہ وحدہ کی طرف یکسو ہوگئے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے نہ تو میں کسی صوفی کے مذہب یا فقیہ و متکلم یا کسی امام مثلاً ابن قیم، ذہبی و ابن کثیر کے مذہب کی دعوت دیتا ہوں بلکہ میں تو اللہ وحدہ لا شریک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں یہ وہ دعوت ہے جس کی وصیت انہوں نے اپنی امت اولین و آخرین سب کے لیے کی۔ میں حق پاکر اسے ٹھکرانے والوں میں سے نہیں۔ میں اللہ، اس کے فرشتوں اور اس کی تمام مخلوقات کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ اگر مجھے آپ کی طرف سے کوئی سچی بات پہنچی تو اسے سرو چشم سے قبول کرلوں گا اور جو بات حق کے مخالف ہوگی تو اسے ٹھکرادوں گا۔ سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کے۔ اس لیے کہ ان کی ہر بات حق ہوتی ہے۔ وہ راستہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور وہ ائمہ کرام (جیسے امام شافعی، امام احمد بن حنبل یا وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ جن کی ہدایت کے بارے میں اہل حق کا اجماع ہے) گامزن ہوئے اور یہ حقیقت بھی آپ سے پوشیدہ نہیں کہ برائیوں، بدیوں اور خرافاتوں کی شدید مخالفت میں کس طرح ابن قیم، حافظ ذہبی، ابن کثیر اور حافظ بن رجب جیسے صاحب علم عابد و زاہد اپنے ہم عصر افراد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ لوگ بالاجماع حافظ بن حجر اور صاحب اقناع سے کہیں بہتر ہیں۔ اس زمانے کے لوگوں نے اپنے درست ہونے پر یہ دلیل پیش کی کہ وہ اکثریت میں ہیں اور لوگوں کی وابستگی بھی انہی کے طریقے پر ہے لہٰذا وہ بہتر ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا: کہ اس خیال کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ ان کی امت یہود و نصاریٰ کے راستہ پر ایسے چل نکلے گی جس طرح تیر کا پر، تیر کے ساتھ جاتا ہے یہاں تک اگر وہ گوہ کے بل میں گھسیں گے تو تم بھی بلا تامل بے دھڑک اس کے پیچھے چلے جاؤ گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور گروہوں میں بٹ گئے اور "کتاب" کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کے اسلاف نے خود کتابیں لکھیں اور من گھڑت دین پیش کیا۔ چنانچہ یہ حضرات ان مسخ شدہ تعلیمات کے پیروکار بن گئے۔ اللہ نے ان کو تاکید کی تھی کہ یہ مل جل کر رہیں اور دین کے لیے متحد ہوکر جد و جہد کریں لیکن یہ فکری انتشار اور اختلاف کے شکار ہوگئے اور یہ سب کچھ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ حقیقی تعلیمات ان پر مخفی تھیں بلکہ علم ومعرفت کے بعد سرکشی کرتے ہوئے اختلافات کا شکار ہوئے۔ قرآن پاک میں ان کے بارے میں فرمایا گیا:

فَتَقَطَّعُوٓاْ أَمۡرَهُم بَيۡنَهُمۡ زُبُرٗاۖ كُلُّ حِزۡبِۭ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾

"مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے"۔ (المومنون : ۵۳)

زبر سے مراد کتابیں ہیں پس جب ایمان والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "لتتبعن من کان قبلکم" کا صحیح مدعا سمجھ جائیں گے اور اسے اپنے قلب کی گہرائیوں میں سمو لیں گے اور اسے اپنے دل کا قبلہ بنالیں گے تو اسے معلوم ہوگا کہ ان آیات کا مفہوم وہ نہیں ہے جو یہ ان پڑھ اور نادان سمجھ بیٹھے ہیں۔ یعنی ان کا یہ خیال ہے کہ یہاں گزری ہوئی قوموں کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح وہ مرد مومن ان آیات کو صحیح انداز میں سمجھنے کی کوشش کرے گا اور ان آیات کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تشریح کو قبول کرلے گا کہ انہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان آیات کے بارے میں فرمایا ہے کہ ”گزر جانے والی قوم سے مراد تم ہی ہو“۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں اپنے رب سے سیدھے راستے پر گامزن رہنے کی درخواست کریں۔ ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی ہدایت طلب کریں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، جو مغضوب نہیں ہوئے، اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔ پس جو دین اسلام کا صحیح حقیقی شعور رکھتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس دین میں کیسے کیسے اور کہاں کہاں رد و بدل ہوا ہے اور کس کس طرح دین کی صورت کو مسخ کرنے اور اس کی روح کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ صحیح معنوں میں ایسا شخص ہی اس دعا کی قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی دانائی و حکمت کا راز پاسکتا ہے۔

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات طے کرلی جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے نبی کو دی ہوئی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا ایک مسلمان کے لیے فرض ہے یا نہیں۔ اور ان سے غفلت اور پہلو تہی ناقابل معافی جرم ہے یا نہیں۔ یا ان تعلیمات کے مقابلے میں اس کے لیے ”التحفہ“[1] جیسی کتابوں کی تعلیمات کا اتباع ضروری ہے؟

جان لیجیے کہ متاخرین اور بڑے بڑے جلیل القدر علماء نے جن میں ابن قیم بھی شامل ہیں، اس کا انتہائی شدت کے ساتھ انکار کیا ہے اور اس عمل کو انہوں نے اللہ کے دین میں ردوبدل سے تشبیہ دی ہے۔ ان بزرگوں نے اپنے نظریے کی تشریح و توضیح میں کتاب اللہ کی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و اقوال سے بڑے واضح، مفصل اور فیصلہ کن دلائل پیش کیے ہیں۔ اللہ جسے نیک توفیق دے وہ ان بزرگوں کی کاوشوں سے استفادہ کرسکتا ہے اور وہ لوگ جو اسے جائز قرار دیتے ہیں (یعنی کتاب التحفہ کے اتباع کو) یا اس کتاب کے اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ نہایت کمزور قسم کی دلیلیں اور شبہات پیش کرتے ہیں۔

ان دلائل میں سب سے بڑی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہم ان مسائل پر بولنے کے قابل نہیں۔ ان مسائل پر کوئی مجتہد ہی قابو پاسکتا ہے اور ہم نے جس راستے پر آباء و اجداد کو پایا ہم اسی راستے پر چل کر ہدایت کے طلبگار ہیں۔

اس شبہ کو باطل کرنے کے لیے اہل علم کے پاس اتنی دلیلیں ہیں جو کئی جلدوں میں سما جائیں۔

---

[1] یعنی ابن حجر الہیثمی کی لکھی ہوئی کتاب تحفۃ المحتاج شرح المنہاج - واضح رہے کہ یہاں ابن حجر الہیثمی سے مراد ابن حجر العسقلانی (ناصر الدین الاسد) نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی دلیلوں میں سے سب سے واضح دلیل یہ ہے:

۱ - فرمان باری تعالیٰ ہے:

اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے" (التوبہ : ۳۱)

اور اس کی تفسیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "حدیث عدی" میں فرمادی ہے جس کی بنا پر تم آج اصول و فروع سے واقف ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں نے اس سلسلے میں تمہارے علم میں رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ اضافہ کیا ہو بلکہ وہ تو اسی قول " حذو القذة بالقذة . . . الخ کے مصداق ہیں اور اس طرح مفسرین نے اس آیت کی تفسیر بھی کی ہے اور میرے علم کے مطابق ان میں کوئی اختلاف نہیں اور ابوالعالیہ نے کس قدر خوبصورت بات کہی ہے کہ انہوں نے اپنے علماء و احبار کی عبادت نہیں کی۔ اگر وہ کہتے بھی تو وہ عبادت نہ کرتے لیکن کتاب اللہ کو پاکر کہنے لگے کہ ہم اپنے علما سے (سمجھ بوجھ میں) آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ جس بات کا ہمیں حکم دیں گے ہم اسی پر چلیں گے اور جس بات سے منع کریں گے ہم اسے ترک کریں گے۔

یہ رسالہ نہ تو دلائل وبراہین کی شان و شوکت کا حامل ہے اور نہ ہی اسے معترض و مخالفین کے لیے شافی و کافی جواب کہا جاسکتا ہے۔ میں نے جو بھی حق سمجھا اسے یہاں بلا کم و کاست بیان کردیا ہے اور حق و انصاف کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے لیے میں ہر وقت تیار ہوں۔ پس اگر آپ علم و عدل کے ساتھ اس رسالے کا جواب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر آپ کے پاس ابن قیم کی کتاب (اعلام الموقعین) ہے جس میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں آپ کے ائمہ کے اس شبہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس سے نہ تو آپ آگاہ ہیں اور نہ ہی آپ کے آباء و اجداد آگاہ تھے۔

اس شبہ کا جواب انہوں نے بڑے واضح اور قاطع دلائل سے دیا گیا ہے۔ ان دلائل میں سے اللہ اور اس کے رسول کا حکم جو بعینہٖ آپ کے اس مسئلے کے بارے میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس کے واقع ہونے سے قبل ہی اس کا وصف بیان کردیا تھا اور لوگوں کو اس سے ڈرایا اور خبردار کیا تھا کہ اس قسم کے شبہات یکے بعد دیگرے دین پر وارد ہوتے چلے جائیں گے۔ یہاں تک کہ دین اسی طرح اجنبی ہوجائے گا جیسے کہ اپنے ابتدائی دور میں تھا۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرو بن عبسہ نے پوچھا تھا کہ "اس دین میں اور کون کون آپ کے ساتھ ہیں"؟ تو آپ صلی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم نے فرمایا تھا (اس دین میں) آزاد بھی ہیں اور غلام بھی یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ تھا۔

پس جب اسلام کا انجام اپنے آغاز کی مانند ہوگا تو کثرت عوام سے استدلال کرنے والا انسان کس قدر احمق ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح کی شہادت ان لوگوں کے ہاں بڑی اہمیت کے حامل ہو لیکن اللہ اور اس کے اہل علم بندوں کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾

"مگر یہ لوگ وہی کچھ کہتے ہیں جو ان کے پیش رو کہہ چکے ہیں۔" (المومنون : ۸۱)

میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوگی جو آپ کے موقف کی تائید کرسکے سوائے اس گھسی پٹی دلیل کے جو کفار انبیاء کرام کے مقابلہ میں دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ "کفار اسے اسلاف اور بڑوں کی اطاعت کو حجت بنا کر انبیاء کو جھٹلاتے تھے" اللہ جس کو اس دین کی فہم و فراست کی نعمت سے مالامال کرے، جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت دی۔ ایسا شخص ہی ان آیات میں پنہاں حقیقتوں کا ادراک کرسکتا ہے۔ وہی ان دلائل و براہین کی گہرائیوں میں اتر سکتا ہے اور وہی شخص اس حقیقت سے آگاہ ہوگا کہ یہ آیات انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کیسے کیسے بے بہا اور بیش بہا خزانے اپنی ذات میں سموئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کا یہ خیال ہوکہ جو کچھ ائمہ نے ذکر کیا ہے وہ تو صرف اس کے لیے ہے جو اس کا اہل ہو مگر بات ایسی نہیں۔ انہوں تو اس کو ہر کسی کے لیے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، گورا ہو یا کالا لازم قرار دیا ہے گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ کہنا کہ یہ تو بہت مشکل معاملہ ہے محض شیطانی مکرو فریب ہے اور شیطان اپنی چالوں سے لوگوں کو امت ابراہیم کے دین حنیف یعنی "صراط مستقیم" سے دور لے جاتا ہے۔ اگر آپ پر واضح ہوجائے کہ وہ غلطی پر تھے تو مجھے بھی حق سے ضرور روشناس کرادیجیے، تاکہ میں بھی اس کی طرف رجوع کرسکوں۔

میں نے جو کچھ آپ کو لکھا اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حضور عذر خواہی اور اس کی طرف دعوت دینا ہے تاکہ میں وہ ثواب حاصل کرسکوں جو اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کے لیے ہے اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات قبول کرتے میری باتیں آپ کے نزدیک سب برائیوں سے بڑھ کر ہیں۔ اس کی مثال آپ کے نزدیک اس شخص کی سی ہے جو رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی عیب جوئی کرے۔ لیکن اس صورتحال کے باوجود میں آپ سے امید لگائے بیٹھا ہوں۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صراط مستقیم پر لگا دے اور فہم اسلام کے لیے آپ کے سینے کو کھول دے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ میری تحریر کو پڑھیں اور آپ کا دل اسے قبول نہ کرے۔ اس سے مجھے کوئی حیرت نہ ہوگی۔ اہم اور قابل حیرت بات تو یہ ہوگی کہ اگر کسی انسان نے نجات پائی تو کیسے پائی۔ اگر آپ اپنے دل کو (میری باتوں کے سمجھنے پر) آمادہ پائیں تو اللہ کے حضور اپنی پیشانی کو رگڑیں۔ سجدہ ریز ہوجائیں، گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ بالخصوص دعا کے اوقات میں یعنی رات کے آخری پہر میں، فرض نمازوں کے بعد، اذان کے بعد، مسنون دعائیں پڑھیں خصوصاً وہ دعائیں جن کا پڑھنا صحیح احادیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ مثلاً صحیح احادیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«اللهم ربَّ جبريل وميكائيل وإسرافيل فاطرَ السماوات والأرض عالمَ الغيب والشهادة. أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون. اهدني لما اختلف فيه من الحق بإذنك. إنك تهدي من تشاء إلى صراط مستقيم».

مذکورہ دعا پڑھنے کا ضرور اہتمام کیا کریں اور اس ہستی کے حضور خوب گڑگڑائیں جو مصیبت زدوں کا سہارا ہے اور جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت سیدھا راستہ دکھایا تھا جبکہ پورا ماحول ان کا دشمن بن گیا تھا۔

آپ اپنے رب کو ان الفاظ سے بھی مخاطب کریں:

«يا معلم إبراهيم علمني»

جب مخالفتوں کا طوفان شدید ہو اور حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہوں تو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے خود کو سہارا دیجیے۔ قرآن کریم میں آیا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا۟ عَنكَ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۖ وَٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾

"اس کے بعد اب اے نبی ہم نے تم کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے، اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کام نہیں آسکتے۔ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے"۔ (الجاثیہ: ۱۸ - ۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ

"اور اے نبی! اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے"۔ (الانعام : ۱۱۶)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو بھی اپنے پاس رکھیں کہ "اسلام کا آغاز "اجنبیت" کی حالت میں ہوا اور آخر میں اسلام پھر حالت اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک بھی مد نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ پورے کا پورا علم اس وقت نہ اٹھالیں گے۔ الخ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان : تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کی سنت پر چلنا لازمی ہے۔ یا آپ کا یہ ارشاد کہ دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو۔ اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ اس بارے میں بہت ساری آیات اور احادیث موجود ہیں جن کو میں نے دوسری جگہ یکجا کردیا ہے۔

مجھے آپ سے بے انتہا محبت ہے اور آپ کو اپنی دعاؤں میں بھی یاد کرتا ہوں۔ میری دیرینہ آرزو اور قلبی خواہش ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنے دین قیم کی ہدایت فرمائے۔ آپ سے خط و کتابت میں کوئی امر مانع نہیں بس یہی سوچ کر رہ جاتا ہوں کہ شاید آپ میری گزارشات کو درخوراعتنا نہ سمجھیں اور عام ڈگر سے ہٹ کر چلنے پر آمادہ نہ ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس پر اس کی نوازش ہو اس کی راہ کے کون آڑے آسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو بھی چاہے عطا فرمائے ان پر کچھ بھاری نہیں۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہوگی کہ آپ اس زمانہ میں عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اللہ کے دین کے لیے 'فاروق' ثابت ہوں۔ اگر آپ ہمارا ساتھ دیں تو ہم اپنے بارے میں سخت کلامی کرنے والوں سے اپنا حق وصول کرسکتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں یہ شیطانی خیالات ڈال کر انہیں ورغلایا گیا ہے کہ اس مسلک پر چلنے والا مجتہد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس طرح اس نے اہل علم کی اقتدا کو ترک کردیا ہے۔ اس طرح کی جھوٹ سے مزین پر فریب شیطانی باتیں ایک دوسرے سے کی جاتی ہیں۔

قرآن کریم نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے:

يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ ٱلْقَوْلِ غُرُورًا

"ایک دوسرے کو خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہے ہیں۔"

(الانعام : ۱۱۲)

میں جس مسلک پر خود عمل پیرا ہوں اور جس کی طرف دوسروں کو بھی بلاتا ہوں یہ دراصل علماء ہی کا مسلک ہے۔ یہ علماء ہی کی اقتدا ہے اور اس راہ پر گامزن رہنے کی علماء نے ترغیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی ہے۔

اس بارے میں سب سے زیادہ مشہور بات، امام شافعی کی ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ :
جب بھی تم میری باتوں کو احادیث کے مخالف پاؤ تو جو بھی ایسی بات ہو، میں اس کے بارے میں آپ کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ میں نے اس سے رجوع کیا۔ دوسری بات یہ کہ میری صرف اسی عالم ہی سے مخالفت نہیں ہے بلکہ میں تو کئی مسائل میں امام شافعی سے بھی اختلاف کرتا ہوں مثلاً جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کی پیشاب کی نجاست کے بارے میں میرا ان سے اختلاف ہے۔ میں اس کی نجاست کا قائل ہوں جو کہ حدیث "عرنین" اور حدیث انس کے مخالف ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھی تھی۔

میری یہ بات سن کر وہ کہنے لگا! کیا تو شافعی سے بھی زیادہ حدیث کا علم رکھتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے امام شافعی کی رائے سے اختلاف، اپنے امام کی متابعت کو چھوڑ کر نہیں کیا بلکہ میں تو ان کی متابعت کرتا ہوں، جو علم میں امام شافعی کے ہم پایہ ہیں یا ان سے بھی زیادہ علم والے ہیں اور جنھوں نے امام شافعی کی رائے سے اگر اختلاف کیا ہے تو بس یوں ہی نہیں کیا بلکہ اپنے نقطہ نظر کی تائید میں صحیح احادیث سے استدلال کیا ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ کیا تم شافعی سے بھی زیادہ عالم ہو تو اس سے پوچھو کیا تم امام مالک اور امام احمد سے زیادہ علم والے ہو۔ جس طرح اس نے میرے ساتھ مخالفانہ گفتگو کی میں نے بھی اس کو ویسا ہی جواب دیا اور اس طرح مذکورہ دلیل پر مزید اعتراض نہ ہوسکا۔ میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس قول کی اتباع کی:

فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ

"اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹادو۔" (النساء : ۵۹)

میں نے اس مسئلے میں دلیل کی اتباع کرنے والے علماء کا اتباع کیا ہے۔ تنہا میں ہی قرآن و حدیث سے استدلال کرنے والا نہیں کہ اس سلسلے میں الزام کا رخ میری ہی طرف پھیر دیا جائے وگرنہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ آپ حقیقتاً ابن حجر کی اتباع میں کسی کی بھی خواہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو، صحابی ہو، تابعی ہو یا خود امام شافعی ہی کیوں نہ ہو، پرواہ نہیں کرتے حتیٰ کہ امام شافعی کے کسی ایسے قول کی جو نص ابن حجر کے مخالف ہو۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو ائمہ کو چھوڑ کر بعض متاخرین کی پیروی کرتے ہیں۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ حنبلی حضرات ہی بدعتوں میں سب سے کم مبتلا ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اقناع اور ___ کا اکثر حصہ امام احمد کے مسلک اور ان کے اختیار کردہ اصولوں (نص) کے مخالف ہے اور اہل علم کو اس کا اعتراف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ہمارے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں اور جب کسی بات پر علماء کا اجماع ہوجائے تو پھر ان کے اتباع کے واجب ہونے پر ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اگر معاملہ یہ ہو کہ علماء میں اختلاف ہو تو کیا مجھ پر یہ واجب نہیں کہ میں حق بات قبول کروں۔ اور اہل علم کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے مسئلہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دوں۔ یا کسی دلیل کے بغیر یہ بات سوچ کر کہ فلاں صاحب کی بات درست ہے ان کے پیچھے چل پڑوں؟ آپ حضرات تو اسی دوسرے راستے پر عمل پیرا ہیں جس کی نہ صرف اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے بلکہ اسے شرک قرار دیا ہے یہ تو گویا علماء کو "رب" بنالینے کے مترادف ہے۔ میں تو پہلے ہی اس راستے کو درست سمجھتا ہوں اور اس کو معقول قرار دیتا ہوں اس کے حق میں دلائل پیش کرتا ہوں اور اس راہ پر چلنے کی دوسروں کو بھی دعوت دیتا ہوں۔ اگر آپ کا موقف حق و صداقت پر مبنی ہو تو اسے قبول کرنے میں ہمارے لئے کوئی امر مانع نہیں ہوگا اور اگر آپ "اعلام الموقعین" میں غور و فکر کرنا چاہتے ہیں تو آپ سے آمنے سامنے بیٹھ کر گفتگو کرنا ضروری ہے۔ گویا کہ یہ گفتگو ایک مقلد اور دلیل پیش کرنے والے کے درمیان ہوگی۔ اگر آپ کے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ ابن قیم بدعتی ہے اور ان آیات کے وہ معنی نہیں جن سے اس نے استدلال کیا ہے تو میں اللہ کے حضور بڑی عاجزی سے یہی دعا کرسکتا ہوں کہ وہ آپ کو حق میں اختلاف کرنے والوں سے محفوظ رکھتے ہوئے سیدھی راہ پر چلائے۔ چاہے آپ "ناظر" ہوں یا مناظر ان تمام چکروں میں پڑنے کے بجائے اللہ کے دین کا صحیح فہم حاصل کیجیے۔ امام الحافظ الذہبی، ابن کثیر اور ابن رجب جیسے بلند پایہ علماء کی نگارشات سے استفادہ کیجیے۔

اگر یہ نہیں تو پھر ان سے پہلے کے علما کی نگارشات کا مطالعہ کیجیے، مثلاً (المدخل) میں حافظ بیہقی کے خیالات، ابن عبدالبر خطابی یا ان سے پہلے کے علما مثلاً امام شافعی، ابن جریر، ابن تیمیہ اور ابن--- سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ہستیاں اسلاف کے اقوال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام سے واقفیت حاصل کرنے کا مستند ذریعہ اور اہم مرجع ہیں۔ تحریف کرنے والوں کی تفاسیر اور تشریحات سے ہوشیار رہیے یہ چیزیں اللہ اور اس کے دین سے بہت دور لے جاتی ہیں۔

امام بخاری کی کتاب الاعتصام اور اہل علم نے اس کی جو شرحیں لکھی ہیں وہ بھی آپ کے زیر مطالعہ رہنی چاہییں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کس قدر واضح اور فیصلہ کن ہے کہ ان کی امت ستر فرقوں سے زیادہ میں بٹ جائے گی اور ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ایک فرقہ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ " یہ فرقہ وہ ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کے طریقہ پر چلنے والا ہوگا" ایک طرف تو آپ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ آپ ان کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل پیرا ہیں۔ پھر دوسری طرف آپ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ یہ صلاحیت تو "مجتہد" ہی میں پائی جاتی ہے۔ اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ آپ نے یہ یقین کرلیا ہے کہ مجتہد کے سوا کوئی اور دوسرا کلام اللہ اور کلام رسول سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور یہ کہ مجتہد کے سوا دوسروں کے لیے کلام اللہ اور کلام رسول سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنا حرام ہے۔

گویا آپ نے یہ تہیہ کرلیا ہے اور آپ کا عمل بھی اس کا واضح ثبوت ہے کہ آپ اللہ اور اس کے رسول کے راستہ پر چلنے سے عاجز ہیں اور مخالف راستہ پر عمل پیرا ہیں۔ ایک طرف تو آپ اقرار کرتے ہیں کہ اولین دور کے لوگوں کی اتباع کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہے اور اس سے پہلو تہی کرنا جائز نہیں۔ دوسری طرف مذکورہ کتب کا افادیت کے بھی آپ قائل ہیں۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسی باتیں پیش آتیں تو وہ یقیناً نہ صرف ان کو مٹاتے بلکہ ان میں ملوث افراد کا بھی قلع قمع کردیتے۔ بلکہ اگر امام شافعی اور احمد بن حنبل کے زمانہ میں یہ صورتحال ہوتی تو وہ بھی سخت رد عمل کا اظہار کرتے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ نے کب اس واجب کو حرام اور اس حرام کو کب واجب قرار دیا۔ میں تو کہتا ہوں کہ جس طریقہ پر آپ عمل پیرا ہیں اگر اس کا معمولی سا شائبہ بھی امام شافعی کے زمانہ میں پایا جاتا تو امام موصوف کا رد عمل بڑا شدید ہوتا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب امام صاحب کو پتہ چلا کہ خراسان میں ان کے کچھ احباب ان کی طرف منسوب کرکے مسائل بیان کرتے ہیں تو فرمایا میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان مسائل سے رجوع کرلیا ہے۔ اس طرح جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے اصحاب میں سے بعض ان کی باتوں کو قلم بند کررہے ہیں تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور کہا تم ایسی باتیں لکھ رہے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ میں کل ان سے رجوع کرلوں۔ علم اسی طرح حاصل کرو جس طرح ہم نے حاصل کیا جب ان سے "ابوثور" کی کتاب کے متعلق پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ جو بھی نئی کتاب ہوگی وہ بدعت ہوگی جبکہ "ابوثور" کا شمار بلند پایہ علماء میں ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل بھی ان کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہ بھی تاکید کرتے تھے کہ لوگ ان کی کتابوں میں دلچسپی نہ لیں۔ جب بعض اہل حدیث حضرات نے امام ابو حنیفہ کی تالیفات سے استفادہ کیا تو امام احمد نے انہیں چھوڑ دیا اور لکھا کہ اگر آپ ابوحنیفہ کی کتابوں کو چھوڑدیں تو ہم آپ کے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آکر آپ سے ابن مبارک کی کتابیں سنیں گے۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں نے عرض کی کہ جو شخص کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہے ان کے لیے یہ کتابیں بڑی مفید ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں حدیث کا علم ہے تو پھر ان کتابوں کو بنیاد بنانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر تم حدیث کا علم نہیں رکھتے تب بھی ان کا مطالعہ جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ مجھے ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو اسناد اور اس کی صحت سے واقفیت رکھنے کے باوجود ''سفیان ثوری'' کی رائے کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔

فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

''رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے''۔ (النور : ٦٣)

آپ نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ فتنہ کسے کہتے ہیں؟ فتنہ تو شرک ہے۔ امام احمد، امام ثوری کا بے حد احترام کیا کرتے تھے اور انہیں امیر المومنین کے لقب سے پکارتے تھے تو سوچیے کہ جب ان کتابوں کے بارے میں جن کتابوں کو دیکھنے کی ہم تمنا کرتے ہیں امام احمد بن حنبل کے یہ تاثرات ہوں تو پھر ان کتابوں کی کیا حیثیت ہے جن کے مصنفین خود ہی اپنی بے علمی کا برملا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اہل علم میں سے نہیں۔ شائد ان میں ایسے لوگ بھی ہوں جو دین اسلام کی معرفت کے بغیر ہی اس دنیا سے کوچ کرگئے ہوں اور یہ جو شبہ آپ کے دلوں میں ڈال دیا گیا ہے کہ آپ اللہ اور اس کے رسول کے کلام اور سلف صالح کے فرمودات سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتے، تو ہم اس سلسلے میں پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک پیش کرچکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو القذة بالقذة ..... الخ'' پس آپ اس شبہ پر غور کیجیے یعنی اپنے اس نظریہ پر۔ کہ ہم اللہ اور اسکے رسول اور سلف صالحین کے فرمودات سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اس پس منظر میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان بھی آپ کی توجہ کا طالب ہے جو یہود کے بارے میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا غُلْفٌۢ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ

''وہ کہتے ہیں، ہمارے دل محفوظ ہیں۔ نہیں، دراصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑی ہے۔'' (البقرہ : ٨٨)

ایک جگہ یوں فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ءَايَٰتٍۭ بَيِّنَٰتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ إِلَّا ٱلْفَٰسِقُونَ

"ہم نے تمہاری طرف ایسی آیات نازل کی ہیں جو صاف صاف حق کا اظہار کرنے والی ہیں اور ان کی پیروی سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو فاسق ہیں۔" (البقرہ : ۹۹)

اور یہ فرمان:

إِنَّا جَعَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

"ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھو۔" (الزخرف : ۳)

اور یہ آیت مبارکہ:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا ٱلْقُرْءَانَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

"ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنادیا ہے پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟" (القمر : ۱۷)

ان آیات کا مفہوم و مدعا سمجھنے کے لیے اہل علم کی تفاسیر ملاحظہ فرمایئے۔ تحقیق کیجیے کہ ان آیات کا شان نزول اور پس منظر کیا ہے۔ یہ آیات کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ان کے کیا اقوال و افعال تھے جو ان آیات کے نزول کا سبب بنے۔ پھر ان کا اس قول سے موازنہ کیجیے (کہ ہم قرآن و سنت کو سمجھنے پر قادر نہیں) یقیناً آپ اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول : "لتتبعن سنن من کان قبلکم" کا مصداق پائیں گے۔ اگرچہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں مگر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ آپ کی توجہ چاہتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی کے بارے میں آیا ہے کہ وہ حق کی تلاش میں یکے بعد دیگرے مختلف دین قبول کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر میں جو دین انہوں نے قبول کیا اس کے راہب نے اپنی موت کے وقت ان سے کہا کہ میرے خیال میں اس وقت روئے زمین پر کوئی بھی شخص اس دین پر نہیں ہے جس پر ہم ہیں لیکن ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آپہنچا ہے۔ اور قرآن کریم کی یہ آیات بھی ذہن نشین کرلیجیے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ ٱلْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُو۟لُوا۟ بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْفَسَادِ فِى ٱلْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ

"پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے۔ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچالیا۔" (ھود : ۱۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو خلوص دل سے اپنے نفس کا بھی خواہ ہو اور عذاب آخرت سے ڈرتا ہو اسے قرآن میں بیان کردہ یہودیوں کی عادات و خصائل اور کارستانیوں پر بھی غور کرنا چاہیے، اور خاص طور پر ان کے عالموں اور راہبوں کی عادات و خصائل کو یعنی ان کا حق کو چھپانا، حق و باطل کو گڈ مڈ کردینا، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا۔ قرآن ہی میں ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ لوگ شرک کرتے ہیں اور شیطانی قوتوں پر ایمان لاتے ہیں اور کفر کرنے والوں سے کہتے ہیں کہ :

هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا

"ایمان والوں سے تو یہ زیادہ ٹھیک راہ پر ہیں"۔ (النساء : ۵۱)

انہیں علم تھا کہ جو کچھ یہ کریں گے ان کی امت بھی لازمی طور پر وہی کرے گی اگر امیروں اور سرداروں کی مخالفت کرنا آپ کے لیے دشوار ہے اور نہ ہی آپ کے ذہن نے اس کو قبول کیا تو اپنے دل میں یہ بات لائیے کہ اللہ کی کتاب ہی سب سے بہت واضح تر، روشن تر، جہالت کی بیماری کا اصل علاج اور حق و باطل کے درمیان واضح خط امتیاز کھینچنے والی کتاب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تخلیق انسان سے قبل ہی اس کے باہمی اختلاف و تفرقہ سے آگاہ فرمادیا تھا، جس کا ذکر اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

"ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے ان لوگوں کے لیے جو اسے مان لیں۔" (النحل : ۶۴)

آپ اپنے دل و دماغ میں ان اصولوں کو جگہ دیجیے اور پھر اپنے دل پر ہاتھ رکھیے، انشاء اللہ آپ اجمالی طور پر اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور قرآن کی یہ آیات آپ کو غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔" (لقمان : ۲۱)

قرآن میں لوگوں کی اس ذہنیت کا مختلف مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً ایک جگہ یوں آیا ہے:

أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ

"کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کے لیے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔" (الاعراف : ۲۱)

پس جس قسم کی دلیلیں آپ بطور حجت استعمال کریں گے ان کا ذکر قرآن میں تفصیل کے ساتھ پائیں گے اور ایسی بہت سی دلیلیں ہیں جن کا ذکر بیشتر مقامات پر آیا ہے۔ آپ اپنے دل میں یہ پہلو اجاگر کیجیے کہ جس حکمت والے نے یہ کتاب اتاری ہے جو جہالت کی بیماری سے شفا دینے والی اور حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے یہ اس کے شایان شان نہیں ہے کہ ایسے دلائل جن کے مسلمان محتاج نہیں، ان کا تذکرہ بار بار کرے اور جن دلیلوں کی ضرورت ہو انہیں نظر انداز کردے۔ جبکہ وہ جانتا ہو کہ اس کے تمام بندے افتراق و انتشار کا شکار ہوجائیں گے۔ احکم الحاکمین ان عیوب سے منزہ ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو آپ پر حق کے مخالف انسان کی مخالفت کو آسان کردیں گی چاہے وہ انسان کتنا ہی بڑا عالم ہو، سب سے زیادہ ذہین ہو یا لوگوں میں بڑی عزت کا حامل ہو۔ اور کتنے ہی لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں۔ اس امت میں جو بھی اختلاف و افتراق اللہ کی صفات اصول دین میں رونما ہوا ہے، وہ اس قسم کے لوگوں کی وجہ سے ہے چاہے وہ کتنے ہی بڑھ چڑھ علم و معرفت کے دعوے کریں۔ اگر آپ علم کلام میں کسی ایسی کتاب کا مطالعہ کریں جس کے بارے میں یہ حضرات دعوی بھی کرتے ہیں کہ اس کا مطالعہ کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے اور جسے وہ اصول دین سمجھتے ہیں ایسی کتاب کو آپ شروع سے آخر تک پڑھ جائیں اس میں کہیں بھی کسی مسئلے میں قرآن و حدیث سے استدلال نہیں ملے گا اور اگر کہیں قرآن و حدیث کا ذکر آیا ہوگا تو اس کا مفہوم و مدعا بدلا ہوا ہوگا اور اس کا اعتراف تو وہ خود ہی کرتے ہیں کہ ان کے اصولوں کی بنیاد وحی نہیں بلکہ ان کی اپنی عقل ہے۔ اس مسئلے میں وہ اسلاف کے مخالف ہیں۔ مثال کے طور پر فتح الباری میں مسئلہ ایمان کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے کہ ایمان قول اور عمل ہے جو بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے اور اس پر انہوں نے اجماع سلف کا ذکر بھی کیا ہے۔ امام شافعی سے بھی "اجماع سلف" مذکور ہے۔ اگر آپ صحیح بخاری میں کتاب التوحید کا مطالعہ کریں، اسلاف اور ان کے متبعین میں سے اہل علم کی تصنیفات کو پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ بھی اللہ کی صفات پر ایمان کے وجوب کو اجماعاً نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو کوئی اس کا انکار کرے یا نصوص میں سے کوئی تاویل کرے تو گویا وہ اللہ پر بہتان لگاتا ہے اور اہل علم کے اجماع اور ان کے نقل اجماع کی مخالفت کرتا ہے۔

علم کلام بدعت و گمراہی ہے۔ ابوعمر بن عبدالبر نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ہر زمانے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر جگہ کے علماء کا اجماع ہے کہ متکلمین بدعتی اور گمراہ ہیں اور سب کے نزدیک ان کا شمار علماء کے طبقات میں نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ میں بات اور طول پکڑ جائے گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسی چیز کا ارادہ کیا ہے جس کے بدعت ہونے میں نہ صرف مسلمانوں کا اجماع ہے بلکہ زمانہ جاہلیت کے وہ کفار جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، وہ بھی اس پر اجماع رکھتے تھے۔ پس یہ متکلمین اپنی طرف سے علم کلام بنا کر لوگوں کی عقول کی مخالفت کرنے لگے۔

آپ عوام کی اس فطرت کو نہیں بدل سکتے جس فطرت پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود اکثریت متکلمین کے پیچھے چل پڑی مگر اللہ تعالیٰ نے جس کا بھلا چاہا وہ محفوظ رہا مگر ان کی تعداد سیاہ بیل کی کھال میں سفید بال ہونے کے برابر ہے۔ لوگ ان حق پرستوں سے بغض رکھتے اور ان پر "تجسیم" کے عقیدے کا الزام لگاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود ان کو بڑا عقلمند تصور کیا جاتا ہے بلکہ ان کی اس دعوت کے مطابق جو ذہانت یا حافظہ اور سمجھ بوجھ ان کو حاصل ہے وہ بڑے بڑے داناؤں کو حیران کردیتی ہے۔ تو یہ ہیں وہ لوگ جو خود بھی اور ان کے پیروکار بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اسلاف کے مخالف ہیں۔ یہاں تک کہ متکلمین نے فلاسفہ کی آیات امر و نہی میں تاویل کو رد کیا علی سبیل المثال کہ ان کا کہنا تھا کہ روزہ سے مراد اپنی پوشیدہ باتوں کو چھپانا ہے۔ حج سے مراد اپنے شیوخ کی زیارت اور جبریل سے مراد ایک فعال قسم کی عقل ہے۔ چنانچہ جب فلاسفہ سے کہا گیا کہ آپ کی یہ تاویلیں دین اسلام کے مخالف ہیں تو انہوں نے کہا کہ تم تو اللہ کی مخلوق سے برتر ہونے اور اس کے عرش پر متمکن ہونے کے منکر ہو۔ حالانکہ یہ بات انبیاء کی زبانی کتابوں میں مذکور ہے اور اس پر نہ صرف مسلمانوں کا اجماع ہے بلکہ دیگر مذاہب کے پیروکار بھی اس کو مانتے ہیں لہٰذا ہماری ان تاویلوں کو کس طرح تحریف کا نام دیا جاسکتا ہے اور آپ کی تاویلوں کو کس طرح درست مانا جاسکتا ہے؟ پس کسی اہل کلام کے پاس اس سوال کا جواب نہ تھا۔ نہ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا مذہب نہ صرف فساد ہے بلکہ یہ عقل انسانی کے خلاف بھی ہے۔ دین اسلام، قرآن و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلاف کا بھی مخالف ہے۔ اس اختلاف کا ذکر وہ اپنی کتابوں میں کرچکے ہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود ان کی یہ بدعت عالم اور اہل پر مساوی طور پر اثر انداز ہوئی۔ اور اس نے مشرق اور مغرب کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اے میرے بھائی! میں تجھے اس مسئلہ پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلاف نے اصول دین پر بہت کچھ لکھا ہے اور کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور ان کے رد میں بہت سے علما نے بھی قلم اٹھایا ہے اس سلسلے میں متاخرین شافعیہ میں سے امام بیہقی، بغوی، اسماعیل التیمی اور ان کے بعد حافظ ذہبی جیسے لوگ قابل ذکر ہیں۔

متقدمین میں ابن سریج دار قطنی اور دوسرے ائمہ جیسے جلیل القدر بزرگ شامل ہیں۔ متکلمین کے سلسلہ میں ان تمام حضرات کا نقطہ نظر یکساں رہا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ ان کی تصانیف کی خوب اچھی طرح چھان بین کریں اور اگر آپ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی ثابت کردیں کہ اس نے متکلمین کی مذمت اور ان کی تکفیر نہ کی ہو تو آپ کو اجازت ہے کہ زندگی بھر کبھی بھی میری بات قبول نہ کریں۔ آپ کے یہاں علم کلام کے اثرات اس قدر پھیل چکے ہیں جس سے متاثر ہوکر آپ اہل سنت کو متعصب قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ اہل سنت کو بھی آپ نے متکلمین کا نام دے رکھا ہے۔ واللہ المستعان۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ آپ کے شہر میں ایسے مفتی بھی پائے جاتے ہیں جو کسی شخص کو ایک امام کے قول کے مطابق فتویٰ دیتا ہے۔ دوسرے کو دوسرے امام کے قول اور تیسرے شخص کو ان دونوں قولوں سے ہٹ کر فتویٰ دیتے ہیں۔ اس شخص کو بڑا عالم، فاضل اور ذہین سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آپ تو مختلف مذاہب کے مطابق فتویٰ دینے کی قابلیت کا حامل ہیں۔ ایسے شخص کے مطمع نظر نام و نمود کی شہرت و ناموری اور دوسروں کے مال کو ناجائز طریقے سے ہڑپ کرنا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں اگر میں کسی مسئلہ میں اس سے بڑے یا اس جیسے ہی کسی عالم کے دلائل کے ساتھ مخالفت کروں اور اپنی طرف سے بے بنیاد کوئی رائے نہ دوں تو پھر آپ کی طرف سے میرے خلاف ایسا رویہ ناقابل فہم ہے۔ البتہ اگر آپ یہ دیکھیں کہ میں کسی فتویٰ میں اجماع اہل علم سے الگ راہ اختیار کررہا ہوں تو آپ ضرور بار بار مجھے ٹوکیں اور مجھے جو چاہیں کہیں۔

کاش ! آپ کی یہ ساری تگ و دو اپنے شہر کی ان سر برآوردہ شخصیتوں کے خلاف ہوتی جو کلمہ لا الہ الا اللہ کی روح کے منافی کام کررہے ہیں۔ کبھی انسان اور پتھر کو پوجا جارہا ہے کبھی ان کے لیے قربانی کی جارہی ہے۔ تو کبھی ان کے لیے نذر مانی جارہی ہے، کبھی ان سے حاجت روائی کی درخواست کی جارہی ہے۔ پھر یہ سب کچھ کرنے والے اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ چاہے وہ اللہ کی نافرمانی کرتے رہیں لیکن ان کے ان اعمال سے یہ بزرگ خوش ہوں گے اور دنیا و آخرت میں ان کو فائدہ پہنچائیں گے۔

اگر آپ ان تمام امور کو بت پرستی کے ضمن میں نہیں لیتے تو مجھے حیرت ہے! یہ تمام امور صریحاً بت پرستی کے ضمن میں آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کچھ نہ کچھ تو ضرور کرسکتے ہیں۔ آپ دیکھیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے کہ بعض لوگ میرے اس کام کی وجہ سے مجھے لعن طعن کرتے ہیں جبکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ صاحب علم ہیں۔ میرے خیال میں وہ شرک اکبر میں ملوث ہیں اور عوام کو بھی اسی کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور جو شخص ان باطل نظریات کو دین سے خارج کرنے کا بیڑہ اٹھاتا ہے اس پر کفر و فسق کا الزام لگادیتے ہیں۔ ہم لوگوں کو خوش کر کے اللہ کی ناراضگی مول لینا نہیں چاہتے اور ان تمام کارستانیوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں جو شیطانوں، مجوسیوں، جادوگروں اور کاہنوں کے پیروکاروں کا شیوہ ہے۔ وہ اپنی ان شعبدہ بازیوں سے لوگوں کے دلوں میں ابہام پیدا کرتے ہیں اور اپنی ان حرکات کو معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ایسی باتوں سے ان کا مقصد صرف لوگوں کے مال کو ناجائز طریقے سے ہڑپ کرنا اور اللہ کے راستے پر چلنے سے روکنا ہے اور اس پر وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ علم الاسناد ہے جو انہیں انبیاء سے وراثت میں ملا ہے۔ حالانکہ یہ سب شیطانی حرکات ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لتتبعن سنن من کان قبلکم" کی عین مصداق ہیں۔ یہ تو اصحاب جیسی حیلہ سازی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حیلہ سازی ہے۔ میں اپنے مخالفین سے کہتا ہوں کہ وہ چار راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کریں۔ یا تو کتاب اللہ کی طرف آئیں یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرف رجوع کریں یا پھر اہل علم کے اجماع کو قبول کرلیں اگر پھر بھی وہ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں تو میں اسے "دعوت مباہلہ" دیتا ہوں جس طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعض مسائل کے سلسلہ میں مخالفین کو دعوت مباہلہ دی تھی اور جس طرح امام اوزاعی نے مسئلہ رفع یدین میں اہل علم کو دعوت مباہلہ دی تھی۔ والحمد اللہ رب العالمین و صلی اللہ علی محمد و علی آلہ و سلم۔

(رسائل مفیدہ میں اس مقام پر شیخ کی گفتگو ختم ہوتی ہے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خطبات کا انتخاب

ان خطبات میں شیخ رحمہ اللہ کے ملفوظات کے دوسرے نمونے ہیں جن کو ہم نے ان کی تالیفات سے منتخب کیا ہے۔ ان خطبات میں ان کے علم و عقل کو براہ راست لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور یہ خطبات قارئین کی بصیرت کو انشاء اللہ روشن تر کردیں گے کہ وہ صرف اہل علم ہی سے علم حاصل کریں گے۔ ان خطبات کے انتخاب میں ہم نے موقع محل کی مناسبت کو پیش نظر رکھا ہے۔

ان خطبات کا امتیازی وصف اوراسلوب بیان میں اختصار ہے۔ ان خطبوں میں جامع الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اوربلا تکلف مسجع و مقفی عبادت سے ان کی اس طرح آرائش کی گئی ہے کہ انہیں واقعی طور پر وعظ و نصیحت کا شاہکار کہا جاسکتا ہے اور ایسا ہی اسلوب بیان اپنا کر "مبلغین دعوت" سامعین کے دلوں کو مسخر کرسکتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا پہلا خطبہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جس کی نعمتوں کے باعث ہدایت پانے والوں نے ہدایت پائی اور اس کے عدل و انصاف کے باعث گمراہ اپنی گمراہی کو پہنچے۔ باری تعالیٰ اپنے کسی بھی فعل کے بارے میں جوابدہ نہیں بلکہ انسان اپنے اعمال کا اس کے سامنے جوابدہ ہے۔ میں اس ذات پاک کی تعریف ایک ایسے بندے کی طرح کرتا ہوں جو اس کو ان تمام باتوں سے منزہ و پاک سمجھتا ہے جو ظالم افراد اس کی ذات سے منسوب کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ عرش عظیم کا رب ہے اور ان تمام باتوں سے پاک ہے جو لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں، رسول ہیں اور اس کے دوست ہیں۔ وہ صادق ہیں اور امین ہیں۔ اے ہمارے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل پر ان کے ساتھیوں پر اور ان کے طریقہ پر چلنے والوں پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ امابعد•••

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اس کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف تیزی سے آگے بڑھو۔ اس شخص کی پکار پر لبیک کہو جو تم کو اللہ کے فضل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و کرم اور اس کی جنتوں کی طرف بلا رہا ہے۔ دنیا کا عیش و آرام، رنگینیاں اور دلفریبیاں تمہیں کسی غفلت اور دھوکہ میں مبتلا نہ کردیں۔ عمر کی گھڑیاں بیتی جارہی ہیں، کوچ کا وقت آپہنچا ہے۔ جان لو کہ بھلائیاں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جنت میں جلوہ افروز ہیں۔ اس کی طرف تیزی سے لپکو اور برائیاں اپنی سروسامانیوں کے ساتھ جہنم میں ہیں۔ اس سے راہ فرار اختیار کرو۔

خبردار! دنیا سامنے بکھرے ہوئے سامان کی طرح ہے جس سے نیک و بد، مومن و کافر سبھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ آخرت ایک سچا وعدہ ہے جس میں "ملک القہار" اپنا حکم سنائے گا۔ دنیا کی زندگی تمہیں کسی دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ یہ تو ابتلا و آزمائش کا گھر اور مصائب و آلام کی منزل ہے۔ جس سے خوش بخت نفوس خود کو بچاتے ہوئے صحیح سلامت نکل جاتے ہیں۔ اور بد بختوں سے جو اس دنیا میں مگن رہتے ہیں زبردستی چھین لی جاتی ہے اور ان کی امیدوں کے درمیان قضا و قدر حائل ہوجاتی ہے۔ آپ کے لیے طرح طرح کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ تشبیہات اور مثالوں کے ذریعے حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "دنیا سے مجھے کیا واسطہ۔ دنیا کی مثال تو کسی ایسے سوار کی ہے جو دوپہر کو بڑے "سایہ دار درخت" کے نیچے آرام کرے"۔ (اوکما قال)[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلْأَنْعَٰمُ
حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ
نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِٱلْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَٱللَّهُ
يَدْعُوٓا۟ إِلَىٰ دَارِ ٱلسَّلَٰمِ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾ ۞ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ ٱلْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا
يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٦﴾ وَٱلَّذِينَ كَسَبُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ
جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَّا لَهُم مِّنَ ٱللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَآ أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ ٱلَّيْلِ
مُظْلِمًا ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٧﴾

"دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار ہوئی، جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں، خوب گھنی ہوگئی۔ پھر عین اس وقت جب کہ زمین اپنی بہار پر تھی اور کھیتیاں بنی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ان سے فائدہ

---

[1] ترمذی ۴/۵۸۸-۱۸۹ و ابن ماجہ ۲/۱۳۷۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھانے پر قادر ہیں، یکایک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آگیا اور ہم نے اسے غارت کر کے رکھ دیا کہ گویا بالکل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اس طرح ہم نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو سوچتے سمجھنے والے ہیں اور اللہ تمھیں دارالسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ جس کو وہ چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل۔ ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے بد کام کئے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائے گی۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔ (یونس : ۲۴ - ۲۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن میں برکت عطا فرمائے اور اپنی آیات اور حکمت والے ذکر سے ہم سب کو فائدہ پہنچائے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے جو عظیم و جلیل ہے، اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہر گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

اے مسلمانو! تم بھی اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ کا ایک اور خطبہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بلند مرتبت ہے۔ عظیم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر۔ وہی پوشیدہ ہے اور وہی ظاہر، وہ غیب و ظاہر جاننے والا ہے، اس نے انسان کی تخلیق کی پھر ایک اندازہ مقرر کیا۔ تدبیر کی اور اس کے لیے سہولتیں پیدا کیں۔ پس ہر انسان جو کچھ اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے لا محالہ اس کے مطابق رواں دواں ہے۔ میں اللہ کی ظاہری اور باطنی عنایات اور اس کے بے پایاں احسانات پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی پشت پناہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے، رسول اور آیات، معجزات اور بصائر کے مالک ہیں۔ اے ہمارے اللہ تو اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان کی آل و اولاد پر، ان کے صحابہ پر اور ان کے مبارک راستے پر چلنے والوں پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرما۔

و سلم تسلیماً کثیرا۔

اے لوگو! اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرو اور اس دن کے لیے کچھ کرلو جس دن سب بھید جو کہ سینوں اور ضمیروں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہیں ظاہر ہوجائیں گے۔ مجرموں کے گرد ان کی قسمت کے چکر گردش کریں گے۔ چھوٹی بڑی ہر بات کا حساب لیا جائے گا ہر نافرمان عہد شکن کے لیے ذلت و رسوائی کا پرچم بلند کیا جائے گا۔ اعمال کے ترازو نصب کئے جائیں گے اور اعمال ناموں کو پھیلادیا جائے گا۔ پس جو کوئی نیکی یا برائی کرے گا اس کا بدلہ اسے مل جائے گا، کسی کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں ہوگا تو کسی کے بائیں ہاتھ میں۔ ناکامی و نامرادی ہے ظالم اور فاجر کے لیے اور خوش بختی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس سے ڈرنا ہی انسان کے لیے ایک نہایت بیش قیمت سرمایہ ہے۔ ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناقدری کی اور اس کا شکر ادا نہ کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَكُلَّ إِنسَٰنٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ كِتَٰبًا يَلْقَىٰهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ ٱقْرَأْ كِتَٰبَكَ
كَفَىٰ بِنَفْسِكَ ٱلْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ مَّنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا
فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ
بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا ﴿١٧﴾

"ہر انسان کی بری قسمت ہم نے اس کی گردن میں لٹکا دی ہے۔ اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کے لیے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامہ اعمال، آج اپنا حساب لگالینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔

جو کوئی راہ راست اختیار کرے اس کی راست روی اس کے اپنے ہی لیے مفید ہے۔ اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ (لوگوں کو حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لیے) ایک پیغام بر نہ بھیج دیں۔ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔ تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہوجاتا ہے اور ہم اسے برباد کرکے رکھ دیتے ہیں۔ کتنی ہی نسلیں ہیں جو نوح کے بعد ہمارے حکم سے ہلاک ہوئیں، تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے"۔ (الاسراء : ۱۳ - ۱۷)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے اس قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائے، اور ہم سب کو اس کی آیات اور اس کے ذکر حکیم سے فائدہ پہنچائے، یہ بات کہتے ہوئے میں اس اللہ سے جو بڑا عظیم و جلیل ہے اپنے لئے اور آپ کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ہوں، پس اے اللہ کے بندو! اسی سے مغفرت طلب کرو، بے شک وہی بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ایک اور خطبہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو زمین و آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے، پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے وہ پوشیدہ باتوں اور نیتوں کے حال تک سے باخبر ہے۔ ہر چیز اس کے احاطہ علم میں ہے وہ ہر چیز کو اپنی رحمت و شفقت کے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ وہ اپنی عزت و حکم سے تمام مخلوقات پر چھایا ہوا ہے۔ وہ ذات اپنی مخلوقات کی تمام حرکات و سکنات سے خوب واقف ہے۔ مخلوق اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی اور نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور نہ زمانہ کی گردشیں اسے متغیر کر سکتی ہیں۔ وہ انسانی تصورات و خیالات سے کہیں بالاتر ہے۔

اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک مقرر اندازہ ہے اور جو کچھ بھی اس نے بنایا بڑی مہارت سے اور اچھے طریقے سے بنایا۔ ہر شے اس کے دائرہ علم و معرفت میں ہے۔ اس نے ہمیں جو علم و فہم عطا فرمائی۔ اس پر میں اس ذات باری تعالیٰ کی خوبیاں بیان کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ ہے اس شخص کی گواہی جس نے حق کو پہچان لیا اور پھر اسے اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اے ہمارے رب! تو اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر اور تمام مومنوں پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اما بعد....

اے لوگو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس چیز سے آگاہی حاصل کرو جس پر یہ کلمہ حقیقت و معنی کے لحاظ سے دلالت کرتا ہے۔ اپنے دل اور اعضاء کو اس کی تفاصیل سے باخبر رکھو۔ کتاب اللہ کی گہرائیوں میں اترو۔ اس میں بتائے ہوئے علم و ہدایت سے معرفت حاصل کرو اور اپنی دل کی بیماریوں کا علاج کرو۔ کیونکہ یہی دوا نفع بخش اور شفا دینے والی ہے۔ اور یہی دنیا و آخرت کی سعادت و سرفرازی کا سب سے بڑا سبب ہے اور جو ظالم و جابر اسے ترک کرے گا، اللہ اسے تباہ و برباد کردے گا اور جو اس کے علاوہ کسی اور سے ہدایت کا طالب ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردے گا۔ اور جو اس سے روگردانی کرے گا شیطان اس پر مسلط ہوجائے گا۔ یہ کتاب اللہ کی مضبوط رسی ہے اور اسی کا نور مبین اور صراط مستقیم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن پر عمل آپ کے لیے لازمی ہے، اس لیے کہ یہ ہر رات کی روشنی اور دن کی ہدایت ہے۔ فقر و فاقے، ہر حالت میں اس پر کاربند رہو۔ اگر کوئی مصیبت پیش آجائے تو جان کی جگہ اپنے مال کو پیش کردو۔ اس لیے کہ جنگ میں مبتلا تو وہ شخص ہے جس کے ساتھ اس کے دین کے بارے میں جنگ کی گئی ہو۔ اور مسلوب وہ ہے جس کا دین اس سے چھین لیا گیا ہو۔ جنت میں پہنچنے کے بعد کوئی فقر و فاقہ نہیں اور نہ ہی دوزخ کے بعد کوئی غنی ہے آگ اپنے اسیر کو آزاد نہیں کرتی اور نہ ہی اس کا فقیر غنی بن سکتا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾

اور فرمایا: ”تم دونوں سب کے سب یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہوگے۔ اب اگر میری طرف سے تمھیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا اور جو میرے ”ذکر“ سے (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا: پروردگار دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں اسی طرح تو ہماری آیات کو جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں تو نے بھلا دیا تھا۔ اسی طرح آج تو بھلایا جارہا ہے۔ اس طرح ہم حد سے گزرنے والے اور اپنے رب کی آیات نہ ماننے والے کو (دنیا میں) بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے“۔ (طٰہٰ: ۱۲۳-۱۲۶)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے اس قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائے اور اس کی آیات اور ذکر حلیم سے ہم سب کو فائدہ بخشے۔ یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ عظیم و جلیل سے اپنے لیے آپ کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ پس اے اللہ کے بندو اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور خطبہ

سب تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جو آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کا مالک ہے۔ وہ ہر وقت اور ہر لمحے تعریف کا مستحق ہے ازل سے ابد تک تمام تعریفیں اس کو زیبا ہیں۔ وہ بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے اور جس انعام و اکرام اور خیر کثیر سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے اس پر اس کی حمد بیان کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ کوئی اس کا بیٹا ہے اور نہ کوئی مددگار اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو روشن چراغ کی مانند ہیں اور بشیر و نذیر ہیں۔

اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی آل و اولاد پر اور ان کے صحابہ پر اور ان کے راستے پر چلنے والوں پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ وسلم تسلیما کثیرا، اما بعد۔۔۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اس کی مغفرت اور خوشنودی کے حصول کی طرف تیزی سے لپکو۔ اس نے تمہیں ایک خاص کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ تمہاری تخلیق کا مقصد اس کی معرفت اور عبادت ہے۔ اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس کی توحید کا اقرار کرو، اور اس کا حکم بجالاؤ۔ اس نے تم سے عہد و پیمان لیا اور اپنے حق کے عوض اس نے تمہارے نفسوں کو اپنے پاس رہن رکھ لیا ہے اور تمہارے ساتھ ایسے کراماً کاتبین لگادیے ہیں کہ جو کچھ تم کرتے ہو انہیں سب معلوم ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ لکھتے جاتے ہیں۔ قوموں نے اپنی زندگیاں دوسری کاموں پر لگادیں، اپنی جستجو کو دنیوی لذات اور نفسانی خواہشات میں صرف کردیا اور اس بات پر کبھی غور نہ کیا کہ ان کی تخلیق کی غرض و غایت کیا ہے۔ یہاں تک کہ موت آپہنچی اور حالت سکرات میں پکڑ لئے گئے اور موت ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان حائل ہوگئی پھر وہ آقائے حق کی طرف لوٹا دئے جائیں گے۔ ان کا ہر عمل انہیں گھیرلے گا۔ یہ کتاب اللہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے عجائب قائم و دائم ہیں جس کا نور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے اور جس کا پیروکار کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ پس ایک دن میں اس سے روشنی حاصل کیجیے ہر موڑ پر ہر قسم کی مصیبت و پریشانی میں اس پر بھروسہ کیجیے۔ اس کی شفاعت کی امید رکھتے ہوئے اسے مضبوطی سے تھام لیجیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

﴿أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُواْ ٱلشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُواْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَٰذِهِۦ جَهَنَّمُ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ ٱصْلَوْهَا ٱلْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ ٱلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰٓ أَفْوَٰهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰٓ أَعْيُنِهِمْ فَٱسْتَبَقُواْ ٱلصِّرَٰطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنَٰهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا ٱسْتَطَٰعُواْ مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾﴾

"آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی بندگی کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کردیا کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا تھا جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو اس کی پاداش میں اب اس کا ایندھن بنو۔
آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں مونڈ لیں، پھر یہ راستے کی طرف لپک کر دیکھیں۔ کہاں سے انہیں راستہ سجھائی دے گا؟ ہم چاہیں تو ان کی جگہ ہی پر اس طرح مسخ کرکے رکھ دیں گے کہ یہ نہ آگے چل سکیں نہ پیچھے پلٹ سکیں۔"(یسین ۶۰ - ۶۷)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے اس قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائے اور آیات اور ذکر حکیم سے ہم سب کو فائدہ بخشے۔ میں یہ بات کہتے ہوئے کہ اللہ بڑا عظیم و جلیل ہے اپنے لیے، آپ کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ پس اے اللہ کے بندو! اسی سے مغفرت طلب کرو۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ رمضان

تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کو تلاوت قرآن عظیم کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور ان پر حقائق کے معارف اور لطائف منکشف فرمائے جو ان کو صراط مستقیم کی طرف لے جاتے ہیں اور اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اپنے انعام و اکرام اور احسانات کے لیے خاص کرلیا۔ اللہ جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور بے پایاں اس کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن علوم سے ہمیں نوازا ہے اس پر میں اس کی حمد بجالاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے، رسول اور خلیل ہیں۔ اللھم صلی علیہ و علی آلہ و اصحابہ و من تبعھم علی الدین وسلم تسلیما کثیرا

اما بعد .....

اے اللہ کے بندو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اس کی بخشش اور خوشنودی کے حصول کے لیے جو چیزیں اس کی ناراضگی کا موجب ہیں ان سے دور رہو۔ مومن تو وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ کے بندو! تم پر یہ بابرکت مہینہ سایہ فگن ہے، تم اس بہترین اور خوشگوار موسم کا لطف اٹھارہے ہو۔ یہ اللہ کے نیک بندوں کے لیے نیکیاں سمیٹنے کا موسم ہے۔ جہنم سے چھٹکارا پانے کے لیے تگ و دو کرنے والوں کا موسم ہے۔ یہ ایک ایسا بابرکت مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہر طرف بکھر جاتی ہیں۔ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور نیکیاں بڑھادی جاتی ہیں۔

اللہ جل شانہ اس ماہ مبارک میں لغزشوں سے درگزر فرماتے ہیں اس ماہ میں منشور سعادت و عزت لکھا جاتا ہے۔ پس قراءت، تکبیر، رکوع، سجود، تہلیل، تسبیح اور تحمید سے اس کی تعظیم و تکریم بجالاؤ۔

اللہ آپ پر اپنا رحم کرے۔ ان ایام میں فقیروں، مسکینوں اور یتیموں پر صدقہ و احسان کثرت سے کیا کرو۔ ایسی باتوں سے پرہیز کرو جو اس عمل کو بے سود بنادیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی شخص نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دے۔ دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جن کو روزے سے سوائے بھوک و پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتنے ہی راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں میں سے ایسے ہیں کہ جنہیں اپنی اس عبادت سے رات کی نیند کی محرومی اور تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

سَابِقُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢١﴾

”دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے۔ جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے“۔ (الحدید : ۲۱)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے اس قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائے۔ اور اپنی آیات اور ذکر حکیم سے ہم سب کو فائدہ بخشے یہ بات کہتے ہوئے اللہ عظیم و جلیل سے اپنے لیے، آپ سب کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ پس اے اللہ کے بندو! اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر رمضان میں خطبہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب لوگوں کو ایک ایسے دن میں اکٹھا کرنے والا ہے جس کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے جو بندے کے رازوں اور اس کی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے اور اس کے خیالات اور کلمات سے باخبر ہے۔ جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اللہ ہی اس کے لیے کافی ہے۔ جس نے فروتنی کی تو اللہ تعالیٰ اس کی فروتنی کے مطابق اس کے درجات بلند کرے گا۔ میں اس کی ذات کی حمد بیان کرتا ہوں جو تمام عیوب سے پاک ہے۔ اسی سے توبہ، مغفرت اور ہدایت کا طلبگار ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز کا خالق و ہادی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول اور معلم و داعی ہیں۔ اے ہمارے رب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی آل پر، ان کے ساتھیوں پر اور جن کی تعریف تو نے فرمائی ان سب پر برکتیں نازل فرما۔

وسلم تسلیما کثیرا اما بعد.....

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور ایسے کاموں کی انجام دہی میں سرگرداں رہو جو اللہ کو پسند ہوں۔ اس کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو، مومن وہ ہے جو اللہ ہی سے امید باندھتا ہے اور اسی سے ڈرتا ہے۔ دیکھو شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرنا وہ اپنی پیروی کرنے والوں کو تباہ و برباد کردیتا ہے۔ اور بیہودہ اور فحش کاموں پر آمادہ کرتا ہے اور دوزخ کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

اللہ کے بندو! عبرت اور سبق آموز واقعات و حادثات آتے رہتے ہیں اور گزرتے رہتے ہیں۔ اور کتاب اللہ تمہیں جھٹلانے والوں اور روگردانی کرنے والوں کے گزرے ہوئے واقعات سنا کر تمہیں خوف دلاتی ہے اور تمہیں ہوشیار کرتی ہے کہ دیکھو جن جابروں اور متکبروں نے اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی ان کا کیا انجام ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّنۢ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ ٱلْوَٰرِثِينَ ﴿٥٨﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہم تباہ کرچکے ہیں جن کے لوگ اپنی معیشت پر اترا گئے تھے سو دیکھ لو وہ ان کے مسکن پڑے ہوئے ہیں جن میں ان کے بعد کم ہی کوئی بسا ہے۔ آخر کار ہم ہی وارث ہیں"۔ (القصص : ۵۸)

اللہ کے بندو! یہ وہ ماہ صیام ہے جو اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے اور جس کے دن اور گھڑیاں بیت چکی ہیں جس نے رمضان کے امور اچھے طریقے سے انجام دیئے اس پر واجب ہے کہ اسے پورا کرنے پر اللہ کا شکر بجالائے کہ اس نے اسے راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یعنی اسلام جیسی نعمت سے مالامال کیا اور جس سے کوتاہی سرزد ہوئی اور ان ایام کو یوں ہی گزار دیا، اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور انجام بخیر کی خواہش رکھے اس لئے کہ اعمال کا دارومدار تو انجام پر ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس کا آغاز رحمت ہے اور جس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ سے رہائی ہے۔ اس حقیقت سے آگاہ ہوجائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ہر مرد، عورت، آزاد، غلام اور ہر چھوٹے بڑے سب پر فرض کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صدقہ فطر میں کھانے کی اشیاء کا ایک "صاع" یا کھجور، جو، کشمش اور پنیر کا ایک ایک صاع دیا کرتے تھے۔ اس کی ادائیگی کا وقت عید کے دن نماز عید کی ادائیگی تک ہے، زکوٰۃ فطر کی ادائیگی نماز عید سے ایک یا دو دن پہلے بھی جائز ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٩﴾ وَأَنفِقُواْ مِن مَّا رَزَقْنَٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٠﴾ وَلَن يُؤَخِّرَ ٱللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا ۚ وَٱللَّهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اس وقت وہ کہے کہ اے میرے رب کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سے مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہوجاتا۔ حالانکہ کہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے"۔

(المنافقون : ۹ - ۱۱)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم کی برکات سے نوازے اور اس کی آیات اور ذکر حکیم سے ہم سب کو فائدہ بخشے۔ یہ بات کہتے ہوئے میں اللہ عظیم و جلیل سے اپنے لیے، آپ سب کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ہوں۔ پس اے اللہ کے بندو! اسی سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا ہی رحم فرمانے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ عید الفطر

الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر. الله أكبر.
الله أكبر عدد ما صام صائم وأفطر ، الله أكبر عدد ما هلل مهلل وكبّر ،
الله أكبر عدد ما التُزِمَ الملتَزَم . الله أكبر عدد ما أفيض هناك من عبرة وندم
الله أكبر كلما أهلوا من الميقات محرمين ، الله أكبر كلما يمموا عرفة ملبين ،
الله أكبر كلما سعوا بين المروة والصفا الله أكبر كلما هبطوا واديا أو علوا شرفا .
الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله ، الله أكبر الله أكبر ولله الحمد .

تمام تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کے لیے عبادت گزاری کو آسان بنایا اور ان پر اپنی سخاوت کے خزانوں کی بارش کی اپنے بندوں کے لیے ہر سال عید کا دن مقرر فرمایا اور اس کے ذریعے ان کو گناہوں کی آلودگی سے پاک و صاف کیا۔

ابھی ماہ صیام رخصت بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اس کے پاکیزہ گھر کی طرف روانگی اور حج کی ادائیگی کے مہینے آپہنچے۔ میں اللہ رب العزت کی ان گنت نعمتوں پر حمد بیان کرتا ہوں۔ حمد و ثنا اور شکر اسی ذات بے نیاز کے لیے ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول صاحب لواء اور صاحب کوثر ہیں۔ وہ ایسے نبی ہیں جنہیں ایک ماہ کی مسافت کے رعب و دبدبہ سے نوازا گیا۔ یہاں تک کہ "ملک بنی الاصفر" بھی خوف زدہ ہوجاتا تھا۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ جن کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے قدم مبارک پر کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پیروں پر ورم آجاتا تھا۔ یا الٰہی جب تک اس ماہتاب سے کرنیں پھوٹتی رہیں، اس کی روشنی سے کائنات جگمگاتی رہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی آل اولاد پر اور ان کے اصحاب پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ وسلم تسلیماً کثیر ۔ اما بعد۔۔۔۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ خوش بخت وہ نہیں ہے جسے عید کا دن مل جائے، نئے کپڑے پہن لے اور غلام اس کی خدمت کے لیے حاضر رہیں بلکہ خوش بخت تو وہ ہے جس نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرلیا اور ایسی جنت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا جس کی نعمتیں لازوال ہیں اور اس آگ سے بچ گیا جس کی گرمی شدید اور جس کی تہ بہت گہری ہے اور جس میں رہنے والوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا کھانا تھور ہے اور پینا پیپ۔ انہیں پہننے کے لیے تارکول اور لوہے کا لباس دیا جائے گا۔

اے اللہ کے بندو!

نماز کی پابندی کرو، نماز کی پابندی کرو، نماز کی پابندی کرو۔ جس نے نماز کا خیال رکھا اس نے گویا اپنے دین کو محفوظ کرلیا، اور جس نے اسے ضائع کردیا، اس نے ہر چیز کو ضائع کردیا، اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہیں والدین کے ساتھ اچھا حسن سلوک کرنے اورباہمی رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾

”لوگوں کو اس بات کا خیال کرکے ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑے تو مرتے وقت انہیں اپنے بچوں کے بارے میں کیسے کیسے اندیشے لاحق ہوتے۔ پس چاہیے کہ اللہ کا خوف کیا جائے اور راستی کی بات کریں“۔ (النساء : ۹)

تجارت اور لین دین میں سود سے اجتناب کرو۔ سود کا شمار کبائر میں ہوتا ہے۔ یہ سات بڑی ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں میں سے ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے“۔ (البقرہ ۲۷۸ - ۲۷۹)

اے اللہ کے بندو! ناپ تول پورا پورا کیا کرو، لوگوں کی اشیاء میں کمی نہ کرو اور نہ ہی مفسدوں کی طرح زمین میں فتنہ و فساد برپا کرتے پھرو اور اس ذات سے ڈرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ﴿٢﴾ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ﴿٣﴾ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ﴿٤﴾ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥﴾

”تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟" (المطففین ۱ - ۵)

اور آپس کے جھگڑوں میں اللہ کے نام پر اٹھائی ہوئی قسموں کا احترام کرو۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جس نے جھوٹی قسم کھاکر کسی شخص کا مال چھین لیا تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! چاہے وہ معمولی سی چیز ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں چاہے پیلو کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔

اے لوگو! بیت الحرام کا حج کرو۔ حج ارکان اسلام کا ایک رکن ہے اللہ جل شانہ حج کرنے والے کے تمام گناہوں اور لغزشوں کو مٹادیتے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَٰهِيمَ مَكَانَ ٱلْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِى شَيْـًٔا وَطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْقَآئِمِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّن فِى ٱلنَّاسِ بِٱلْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوا۟ مَنَٰفِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا۟ ٱسْمَ ٱللَّهِ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَٰمِ

"یاد کرو اس وقت کو جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں"۔ (الحج : ۲۶ / ۲۷)

الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله ، الله أكبر الله أكبر ولله الحمد .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخری خطبہ

الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله الله أكبر الله أكبر ولله الحمد
الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر الله أكبر

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آدم کو مٹی سے بنایا اور ان کی نسل کو ایک حقیر پانی سے وجود بخشا اور اپنے علم کے ذریعے نسل آدم کو اصحاب شمال اور اصحاب یمین میں تقسیم فرمادیا اور جو تقسیم لکھی گئی تھی سو لکھی گئی، تاہم سعادت و شقاوت کے ایسے نشانات ہیں جو اسے واضح کرتے ہیں۔ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد اس طرح بیان کرتا ہوں جس طرح اس کے نیک بندوں نے بیان کی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ ملک الحق المبین ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول اور صادق و امین ہیں۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد و اصحابه والتابعین ---

اما بعد،

اللہ کے بندو!

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرو، اس کی اطاعت کرو اور اس کے احکام کی تعظیم بجالاؤ۔ اس کی نافرمانی نہ کرو اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ اس لیے کہ نگاہ بد شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيْرِ أُو۟لِى ٱلْإِرْبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفْلِ ٱلَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوٓا إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

"اے نبی مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبی مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہوجائے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی غلام، وہ زیر دست مرد جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں۔ اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہوجائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے"۔ (النور : ۳۰ - ۳۱)

لباس کو لٹکا کر اکڑ اکڑ کر چلنے سے بچو ایسا کرنا نص کتاب و سنت کے مطابق حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ ٱلْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ ٱلْجِبَالَ طُولًا

"زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو"۔ (الاسراء : ۳۷)

حدیث میں ہے جو ازار کو لٹکا کر فخر و تکبر سے چلتا ہے تو اللہ روز قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ جان لو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہیں جس کام کا حکم دیتے ہیں اسے خود بھی پورا کرتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا

"اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو"۔ (الاحزاب : ۵۶)

اے ہمارے اللہ تو اپنے سب سے زیادہ وفادار بندے رسول محمد النبی الہاشمی العربی پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ اے اللہ تو خلفاء اربعہ، موحدین کے سردار حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، تابعین اور تبع تابعین جو سچے اور وفادار تھے ان سے راضی ہو۔ اے اللہ جس طرح تو نے ان پر عفو و کرم، فضل و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احسان کیا اسی طرح ان کے ساتھ ہمیں بھی اپنے عفو سے نواز۔ یا الہ العالمین تو اسلام اور مسلمانوں کو قوت و عزت عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کردے اور حاملان دین کی حمایت فرما۔

یا اللہ! اس پاک سرزمین کو اور سارے عالم اسلام کو امن عافیت کا گہوارہ بنادے۔

یا رب العالمین! پرچم جہاد بلند کردے اہل شرک و فساد کو نیست و نابود کردے اور اپنے ان بندوں پر اپنی رحمت کو سایہ فگن کردے اے وہ ذات جو دنیا و آخرت کا مالک ہے اور انجام کار جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ہماری دعا قبول فرما۔

برادران اسلام! اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔

إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْىِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَـٰهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا۟ ٱلْأَيْمَـٰنَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ ٱللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾

"اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ بناچکے ہو۔ اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے"۔ (النحل ۹۰ - ۹۱)

پس اللہ عظیم و جلیل کو یاد رکھو وہ بھی تمہیں یاد رکھے گا۔ اس کی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤ وہ تمہیں اور نوازے گا اور اللہ ہی کا ذکر سب سے بڑا ذکر ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ ترغیب حج

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندوں کو اسلام جیسی نعمت سے مالا مال کیا۔ اپنے گھر کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی اور ان کے دلوں میں ان مشاعر عظام کی زیارت کا شوق پیدا کیا اور اس کی طرف جانے والی جماعتوں کی تمام لغزشوں اور گناہوں کو مٹادیا، اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم پر اس کی حمد وثنا کرتا ہوں اور اس نے جو توفیق، ہدایت و رہنمائی عطا فرمائی، اس پر اس کا شکر بجالاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول اور بہترین معتقد و پیشوا ہیں۔

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آل و اولاد اور ان کے جلیل القدر صحابہ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما و سلم تسلیما کثیرا، اما بعد،،

اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا اور اس کی بنیاد پر تمہیں تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی اور عظیم نعمتوں سے مالامال کیا۔ تم کو دین کے بارے میں براہین و دلائل سے آراستہ کیا۔" وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَ " "اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس سے تم سوال کرتے ہو۔ اور ارحام (رشتہ دار) کا خیال رکھو۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جنھوں نے اس سے روگردانی کی اور جانوروں اور چوپایوں کے ساتھ چرنا شروع کردیا۔ جان لو حج بیت اللہ الحرام ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر جو اس کی استطاعت رکھتا ہو حج فرض فرمایا ہے اور حج گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں کو مٹانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو جو استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے پھر ان پر "جزیہ" لگادوں۔ ایسے لوگ میرے نزدیک مسلمان کہلانے کے حق دار نہیں ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے قدرت رکھنے کے باوجود فریضہ حج ترک کیا تو اللہ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا عیسائی ہوکر۔ (سنن الترمذی : ۳ - ۱۲۶)

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اسی سال فریضہ حج کی ادائیگی میں جلدی کرو، بیہودہ اور شہوانی باتوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچو۔ ایسی باتیں اس عمل عظیم یعنی حج کو باطل کردیتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث مبارک میں ہے کہ جو دوران حج شہوانی باتوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے دور رہا تو وہ اس دن کی طرح پاک و صاف ہوجائے گا جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (صحیح بخاری ۴ : ۱۲۵) یعنی تمام گناہوں سے پاک و صاف ہوجائے گا۔ دوسری حدیث مبارک میں ہے کہ حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔ (صحیح مسلم ۲ : ۹۸۳)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

۞ وَسَارِعُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِى ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا۟ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا۟ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ ﴿١٣٦﴾

"دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال۔ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کردیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔ اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہوجاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کرکے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کرسکتا ہے۔ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کردے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کے لیے۔" (آل عمران : ۱۳۳ / ۱۳۶)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے اس قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائے اور اس کی آیات اور ذکر حکیم سے ہم سب کو فائدہ بخشے یہ بات کہتے ہوئے اللہ عظیم و جلیل سے اپنے لیے، آپ کے لیے اور سب مسلمانوں کے لیے اور منافقین و کفار کے خلاف جہاد کرنے والوں کے لیے جو ہم میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلبگار ہو۔

(م)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطبہ عید الاضحی

اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر
اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر اللہ أکبر لا إلہ إلا اللہ
اللہ أکبر اللہ أکبر لا إلہ إلا اللہ، اللہ أکبر اللہ أکبر وللہ الحمد

اللہ اکبر! جب تک میقات سے احرام باندھنے والے احرام باندھتے رہیں اور جب تک تلبیہ کہنے والے تلبیہ کہتے رہیں اور ان کی نیکیاں دم بدم بڑھتی رہیں۔

اللہ اکبر! جب تک حاجی مکہ میں پہاڑی راستوں میں حالت امن میں داخل ہوتے رہیں اور جب تک ذکر و تکبیر کہتے ہوئے طواف کعبہ اور صفا و مروہ کے درمیان سفر کرتے رہیں۔

اللہ اکبر جب تک لوگ فرمانبرداری، عاجزی و انکساری سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے وقوف عرفات کرتے رہیں۔

اللہ اکبر جب مشعر الحرام میں بحالت طلب و رغبت کے لوگ وقوف کرتے رہیں۔

اللہ اکبر جب تک کہ حج کرنے والے تکبیر کہیں (حج کے مناسک کے بعد) سر منڈواتے رہیں یا اپنے بالوں کو کترواتے رہیں اور جب تک کنکریاں مارتے رہیں، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر وللہ الحمد....

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آدم کو اپنے ہاتھوں سے ایک چکنی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا اور پاک مقرب فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا۔ سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا جس کے عوض اس کو ذلت و رسوائی کا شکار ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی پشت کو چھو کر اس سے اس کی اولاد کو ایسے نکالا جیسے چیونٹیاں ہوں اور ان کی تقدیریں متعین کیں۔ پھر ان میں سے ایک مٹھی بھری اور کہا یہ سب جنتی ہیں۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ پھر ایک اور مٹھی بھری اور کہا یہ سب جہنمی ہیں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو نہ تو کسی مطیع کی اطاعت کچھ فائدہ پہنچاتی ہے اور نہ ہی کسی کی نافرمانی۔ بلکہ وہی نفع و نقصان کا مالک ہے۔ میں اس کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور جس کا دل و زبان دونوں سراً و علانیہ اظہار کرتے رہتے ہیں اور جس طرح خود رب العالمین نے اپنے وجود کی گواہی دی۔ جس کی وحدانیت کا اظہار و اعلان دل و زبان دونوں نے کیا اور پھر ملائکہ اور اہل علم نے بھی گواہی دی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہی عزیز ہے، غفار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام نماز پڑھنے والوں، قربانی کرنے والوں، حج و عمرہ کرنے والوں --- اور منافقین و کفار کے خلاف جہاد کرنے والوں میں سب سے افضل ہیں

اللهم صل على عبدك ورسولك محمد وعلى آله وأصحابه البرره الأمجاد وسلم تسليمًا كثيراً .

أما بعد :

اے لوگو !

اللہ سے ڈرو جس طرح کہ ڈرنا چاہیے اور ایسے اعمال کی جستجو میں رہو جو اسے پسند ہیں اور جن پر عمل اس کی رضامندی ہے۔ آج بڑی فضیلت کا دن ہے یہ عید مبارک کا دن ہے۔ اللہ رب العزت نے اس کو بڑی قدر و منزلت عطا کی ہے۔ اور اسے حج اکبر کا نام دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا اے لوگو! اپنے رب کی بندگی کرو، نماز پنجگانہ ادا کیا کرو، رمضان کے روزے رکھا کرو، اور حاکم کی اطاعت کیا کرو۔ اور اس طرح تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: " دیکھو میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔" اور یہی وہ دن ہے جس میں حجاج کرام منیٰ میں جمع ہوکر مناسک حج کی تکمیل کرتے ہیں۔ تلبیہ و قربانی سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں اور اس عظیم دن میں قربانی کرکے اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو ادا (تازہ) کرتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے لخت جگر کی قربانی کا حکم فرما کر آزمایا تھا تاکہ ان کا دل اللہ کے لیے بالکل یکسو ہوجائے اور اس کے سوا اس دل میں کسی کا عمل دخل نہ رہے۔ انسان کی تخلیق کی غرض و غایت بھی یہی ہے۔ حضرت ابراہیم کو صرف اور صرف اللہ کے لیے خالص اور یکسو ہوجانے کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بشوق و رغبت اپنے رب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اپنے رب کے حکم کی ادائیگی کے لیے اپنے لخت جگر کو لے کر نکل پڑے اور اپنے بیٹے سے یوں مخاطب ہوئے:

يَٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ فَٱنظُرۡ مَاذَا تَرَىٰۚ قَالَ يَٰٓأَبَتِ ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُۖ

" بیٹا! میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کہا، اباجان جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے اسے کرڈالیے"۔ (الصافات : ۱۰۲)

پس حکم باری تعالیٰ کے ملتے ہی نہ متردد ہوئے نہ جز بز ہوئے اور نہ متفکر ہوئے۔ باپ بیٹے دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس قطعی فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اپنا معاملہ حی و قیوم کے سپرد کردیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو پیشانی کے بل جھکادیا اور چھری ان کے حلق پر چلانا چاہی تو ارحم الراحمین کی رحمت آپہنچی اور صدا آئی "اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں" بے شک یہ ایک بہت بڑی واضح آزمائش تھی۔ ایک دنبہ جنت سے لایا گیا اور اسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فدیہ میں ذبح کردیا۔ تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اس سنت کو زندہ کیا بلکہ اس کی شان و شوکت اور عظمت و شرف میں اضافہ کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں سو اونٹوں کی قربانی دی اور مدینہ میں دو سفید و سیاہ سینگوں والے دنبوں کی قربانی دی۔ ایک محمد و آل محمد اور دوسری امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ (اللہ آپ کا حامی اور مددگار ہو) آپ بھی آگے بڑھیے اور اللہ کے ان برگزیدہ اور منتخب بندوں کی سنت کو زندہ کیجیے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیے جو بخل کرتے ہیں اور درہم و دینار کو "ملک الغفار" کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں۔ علما کی اکثریت قربانی کو مستحب قرار دیتی ہے جبکہ بعض علماء اسے صاحب استطاعت اور خوشحال مسلمانوں کے لیے واجب قرار دیتے ہیں۔ افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور صحت مند ہو، اچھی نسل کا ہو، قیمتی ہو، ایک شخص اور اس کے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کافی ہے۔ ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر ہے۔ سات ماہ کے دنبے، پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور ایک سال کے بکرے کی قربانی جائز ہے۔ ایسا عیب دار جانور جس کا عیب عیاں ہو جیسے بھینگا پن، لنگڑا پن، بیماری، کمزوری، لاغری، کانوں یا سینگوں کا زیادہ کٹا ہوا ہونا۔ تو ایسے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اسے کھڑا کیا جائے اور اس کا بایاں پاؤں باندھ دیا جائے۔ پھر بسم اللہ اللہ اکبر اللھم ان ہذا منک و لک۔ کہتے ہوئے اس کی گردن ماری جائے۔ ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ قربانی فلاں کی طرف سے ہے، گائے اور بکری کو بائیں پہلو پر گرا کر ذبح کیا جائے۔

قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے ایک تہائی گھروالوں کے لیے، دوسری تہائی دوست و احباب کے لیے اور تیسری فقراء کے لیے۔ ذبح کا وقت نماز عید کے بعد سے شروع ہوکر ایام تشریق کے تیسرے دن تک رہتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَـٰٓئِرَ ٱللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى ٱلْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَـٰفِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ
مَحِلُّهَآ إِلَى ٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا۟ ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ
بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَـٰمِ ۗ فَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ فَلَهُۥٓ أَسْلِمُوا۟ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ
قُلُوبُهُمْ وَٱلصَّـٰبِرِينَ عَلَىٰ مَآ أَصَابَهُمْ وَٱلْمُقِيمِى ٱلصَّلَوٰةِ وَمِمَّا رَزَقْنَـٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَٱلْبُدْنَ جَعَلْنَـٰهَا
لَكُم مِّن شَعَـٰٓئِرِ ٱللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَٱذْكُرُوا۟ ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا۟ مِنْهَا
وَأَطْعِمُوا۟ ٱلْقَانِعَ وَٱلْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَـٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾ لَن يَنَالَ ٱللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا
دِمَآؤُهَا وَلَـٰكِن يَنَالُهُ ٱلتَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا۟ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمْ ۗ وَبَشِّرِ
ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾

"اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ تمہیں ایک وقت مقرر تک ان (ہدی کے جانوروں) سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے پھر ان (کے قربان کرنے) کی جگہ اسی قدیم گھر کے پاس ہے۔ ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کردیا ہے تاکہ (اس امت کے) لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔ پس تمہارا اللہ ایک ہی اللہ ہے اور اسی کے تم مطیع فرمان بنو۔ اور اے نبی بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو۔ جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو مصیبت بھی ان پر آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پس انہیں کھڑا کرکے ان پر اللہ کا نام لو۔ اور جب قربانی کے بعد ان کی پیٹھیں زمین پر ٹک جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں ان جانوروں کو ہم نے اسی طرح تمہارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون۔ مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اس نے ان کو تمہارے لیے اس طرح مسخر کیا ہے تاکہ اس کی بخشی ہوئی ہدایت پر تم اس کی تکبیر کرو اور اے نبی بشارت دے دے نیکوکار لوگوں کو"۔ (الحج ۳۲ - ۳۷)

الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله الله أكبر الله أكبر ولله الحمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور خطبہ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو روز جمعہ و عیدین کا مالک ہے، جو آسمانوں کو بغیر ستونوں کے اٹھائے ہوئے ہے جس نے زمین میں پہاڑوں اور چٹانوں سے توازن پیدا کیا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے شمار اور ان گنت نعمتوں پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اس کا شکر بجا لاتا ہوں اور شکر ادا کرنے ہی سے اللہ کی نعمتوں کی بارش ہوتی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں یہ ایسی گواہی ہے جسے میں روز قیامت اپنے لیے بخشش کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول، مقتدا و پیشوا اور راہ مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے والے اور بصیرت و معرفت کے ساتھ اللہ کے دین کی طرف بلانے والے ہیں۔

اللهم صل على محمد وعلى آله وأصحابه البررة الأمجاد وسلم تسليماً كثيراً.

أما بعد:

اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جان لو کہ خوش نصیب وہ شخص نہیں جو عید کو پالے، نیا لباس پہن لے، اچھے صحتمند گھوڑوں کی سواری کرے اور غلام اس کی خدمت میں لگے رہیں۔ خوش نصیب تو وہ ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور اس جنت کا حقدار بن جائے جس کی لذت و آسائش لافانی ہے اور اس آگ سے بچ جائے جس کی حدت شدید اور جس کی تہ بہت گہری ہے۔ جہنمیوں کا کھانا تھوہر اور ان کا مشروب پیپ۔ لباس تارکول و لوہے کا ہے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کے احکام کی بجاآوری کرتے ہوئے اس سے ڈرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، بھلائی کے کاموں کے لیے آپس میں مشورہ کرو اور برے کاموں سے دور رہو یہی شان عبودیت و بندگی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں کوئی حکم دینے سے قبل خود پہل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اے ہمارے اللہ! اپنے سب سے وفادار بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی الہاشمی پر اپنی برکات نازل فرما۔ خلفاء راشدین ابوبکر، عمر، عثمان و علی و تمام صحابہ رضوان اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجمعین جو اہل صدق و وفا ہیں اور تابعین و تبع تابعین جو نیکی اور خلوص سے ان کے طریقہ پر گامزن رہے ان سب سے راضی ہوجا۔

اے اللہ تو ان پر اپنے عفو کرم و احسان کے طفیل ہم سے بھی راضی ہوجا۔ یا الہ العالمین، اے ہمارے رب، بھلائی کرنے والے، بندوں کی خطاؤں سے عفو و درگزر کرنے والے!

اے ہمارے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو قوت و شوکت عطا فرما، مشرک اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کر، چمنستان دین کی حفاظت فرما، اس مقدس شہر اور سارے عالم اسلام میں امن و سلامتی کا بول بالا کر اے ہمارے اللہ ہمیشہ پرچم جہاد بلند رکھ، اہل شرک و فساد کو نیست و نابود کردے۔ تمام نیک بندوں کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لے۔

اے ہمارے پروردگار! دنیا و آخرت کے مالک سب کے لیے ملجا و ہادی ہماری دعا قبول فرما۔

اللہ کے بندو!

اللہ تعالیٰ تمہیں عدل و احسان کی تاکید کرتا ہے قرابت داروں کی حاجت روائی کی تلقین کرتا ہے اور فحش و بیہودہ باتوں اور ناپسندیدہ کاموں سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے شائد کہ تم نصیحت حاصل کرلو اور جب اللہ سے کوئی عہد و پیمان باندھو تو پھر اسے پورا کرو۔ قسموں کو پکا کرنے کے بعد مت توڑو۔ خاص طور پر جیسا کہ تم نے اپنے اوپر اللہ کو کفیل بنالیا ہو۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ اللہ عظیم و جلیل کو یاد کیا کرو، وہ بھی تمہیں یاد رکھے گا۔ اس کی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤ وہ تمہیں اور نوازے گا اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا اور عظیم ذکر ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسویں ذی الحجہ کا خطبہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بعض مہینوں اور دنوں کو بعض پر شرف و فضیلت دینے والا ہے۔ جو وعظ و نصیحت سے غافل دلوں کو بیدار کرنے والا ہے۔ جو رب ہے مالک ہے اور الوہیت صرف اور صرف اس کو زیبا ہے۔ اس کے احسانات و فضل و کرم پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اس کی بے شمار رحمتوں اور ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر بجالاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں جن کو مبعوث فرماکر اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین پر اپنا خاص فضل فرمایا۔ اے ہمارے اللہ تو اپنے بندے و رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اولاد پر اور تمام صحابہ کرام پر اپنی رحمتیں و برکتیں نازل فرما۔
وسلم تسليماً كثيراً۔

أما بعد:

اے لوگو! اللہ سے ڈرو جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ ایسے اعمال صالحہ کے انجام دینے میں سرگرداں رہو جنہیں وہ پسند کرتا اور راضی ہوتا ہو۔ جان لو کہ تم پر عظمتوں رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ سایہ فگن ہے۔ خصوصاً یہ دس بابرکت دن۔ یہ وہی دن ہیں جن کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات محکمات میں اٹھائی ہے۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ اس سنہرے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے نیک اعمال کی انجام دہی میں تیزی دکھائیے۔ زیادہ سے زیادہ نیکیاں بٹورو بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

اللہ کے بندو! یہ وہی دن ہیں جب نیکیاں دو چند ہوجاتی ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت کے دن ہیں۔ یہ انعامات واکرامات کے دن ہیں۔ یہ ظلم و جبر سے بنائے ہوئے غلاموں کی آزادی کے دن ہیں، فائدہ اٹھانے، نیکیاں بٹورنے اور بھلائی کے لیے تگ و دو کرنے کے دن ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو بلند عزائم کے مالک ہیں۔ پس ان دنوں میں گناہوں کو اکھاڑ پھینکو اور تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، استغفار و توبہ بکثرت کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی غفلت و لاپرواہی اور نفسانی خواہشات میں ضائع ہوجائے اور اس وقت پچھتاوا ہو جب کہ پچھتانا بے سود ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ان دس دنوں میں نیک کام جس قدر محبوب ہیں اور دنوں میں نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جہاد فی سبیل اللہ بھی؟ فرمایا ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی مگر وہ شخص جو اس غرض سے اپنی جان و مال لے کر نکلتا ہے اور پھر واپس لوٹ کر نہیں آتا (یعنی شہید ہوجاتا ہے)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔ آپ نے فرمایا: "کہ عرفہ کے دن روزہ (رکھنے) میں اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کی معافی اللہ کے حساب میں ہے"۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

سَابِقُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢١﴾

"دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہوں یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے"۔ (الحدید : ۲۱)

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے لیے قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائے اور اس کی آیات اور ذکر حکیم سے ہم سب کو فائدہ پہنچائے یہ بات کہتے ہوئے اللہ عظیم و جلیل ہے اپنے لیے، آپ کے لیے، اور سب مسلمانوں کے لیے مغفرت کا طلبگار ہوں پس اے اللہ کے بندو! اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتام

اس طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتابوں کا انتخاب اختتام کو پہنچا۔ ہمیں امید واثق ہے کہ قارئین کرام شیخ کی ان جلیل القدر تبلیغی کوششوں سے متعارف اور ان کے شہرہ آفاق علمی کارناموں سے مستفید ہوسکیں گے۔ شیخ اپنی علمی اور دعوتی صلاحیتوں سے لیس ہوکر اس شان اور آن بان سے میدان عمل میں اترے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک مردہ اور بے جان قوم جی اٹھی۔ اس عظیم شخصیت نے پورے ماحول کو جہالتوں، بدعتوں اور خرافات کی آلودگیوں سے پاک کردیا اور ایسی مملکت کا قیام عمل میں آیا جو نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے باز رکھنے کا عظیم ترین فریضہ انجام دے رہی ہے اور سلف صالح کے آثار پر عمل پیرا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی کتاب اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وصلی اللہ علی محمد و آلہ و صحبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

پیش لفظ از چانسلر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی

پیش لفظ اس مترجم ۶

پیش لفظ از مرتب ۸

قرآن کریم کی تفاسیر کا انتخاب

قرآن کی تلاوت اور اس کے سیکھنے سکھانے کی فضیلت ۱۱

علماء قرآن کی تعظیم و تکریم ۱۴

قرآن کریم کے سیکھنے سمجھنے اور سننے اور اس کے نہ پڑھنے والوں کے بارے میں ۱۵

قرآن کو نہ سمجھنے والا منافق ہو سکتا ہے ۱۶

ایک آیت کی تشریح ۱۷

قرآن کی آڑ میں گناہ کرنے والا ۱۸

تفسیر بالرائے آنے والوں کے بارے میں ۲۰

قرآن کو ذریعہ معاش بنانے کے بارے میں ۲۱

قرآن سے بے توجہی برتتے والوں کے بارے میں ۲۲

قرآن کے علاوہ کسی اور سے ہدایت چاہنے والے کے بارے میں

قرآن میں غلو کرنے کا بیان ۲۴

متشابہات کی کھوج میں لگے رہنے والوں کے بارے میں ۲۵

قرآن مجید کے بارے میں بغیر علم کے محض اپنی عقل سے کلام کرنے والوں کے بارے میں ۲۶

قرآن کے سلسلہ میں کج بحثی کرنے کا بیان ۲۷

قرآن میں لفظ یا معنوں کے اختلاف کا بیان

جب تمہارے درمیان اختلاف ہو تو اٹھ کھڑے ہوں۔ ۲۸

ایک آیت کی تشریح ۲۹

خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کا بیان ۳۰

سورہ الفاتحہ ۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ بقرہ کی بعض آیات کی تشریح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۱
سورہ آل عمران کی بعض آیات کی تفسیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۸
سورہ طٰہٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱

کچھ احادیث نبوی کے بارے میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۷

کتاب الصلاۃ

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور عقیدہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۲

کتاب التوحید ۶۳
توحید کی فضیلت اور یہ کہ توحید گناہوں کو مٹا دیتی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۸
حقیقت کو توحید اختیار کرنے والا حساب کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ ۷۰
شرک سے ہوشیار رہنا ضروری ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۳
بعض شبہات کا ازالہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۵
دین اسلام کے تین اصول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۳
اللہ کی عبادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۸
چھ عظیم اور مفید اصول ۱۲۳

سیرت نبوی

سیرت نبوی کے چھ اہم پہلوؤں کی تشریح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۷
حلف الفضول کا واقعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۵
مرتدین سے جنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۹
بنی عبید القداح کا واقعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۷
تاتاریوں کا واقعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۹

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور فقہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۱

قواعد فقہ اور اس کے اصول
پانی کے بارے میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۴
مسائل کے طریقے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۹
اجتہاد اور اس سے متعلق امور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۴
نماز کے لئے جانے کے آداب ۲۳۰

LIBRARY
Lahore
Islamic
University
Book No.
001058
91 Bahar Road ... Lahore

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنے کا طریقہ ۲۳۱
نفل نمازیں ۲۴۵
نماز با جماعت ۲۵۲
وقف کے بارے میں ۲۵۷

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رسائل کا انتخاب

اہل قصیم کے استفتاء پر شیخ کے اپنے عقیدے کی وضاحت ۲۶۸
شام کے شیخ خاتھل آل مزید کے نام شیخ محمد بن عبدالوہاب کا خط ۲۷۴
منجانب محمد بن عبدالوہاب بنام عبدالرحمن بن عبداللہ ۲۷۷
شہر مکہ (حرم) کے تمام علماء کے نام شیخ کا مکتوب ۲۸۱
مدینہ کے ایک جید عالم کے نام شیخ کا مکتوب ۲۸۴
ابن صباح کے نام ۲۹۱
عبداللہ بن سحیم کے نام ۲۹۶
محمد بن عبدالوہاب کی جانب سے عبداللہ بن محمد حفظہ اللہ کے نام ۳۱۳

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خطبات کا انتخاب ۳۳۲

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا پہلا خطبہ ۳۳۵
شیخ کا ایک اور خطبہ ۳۳۷
شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ایک خطبہ ۳۳۹
ایک اور خطبہ ۳۴۱
خطبہ رمضان ۳۴۳
آخر رمضان میں خطبہ ۳۴۶
خطبہ عید الفطر ۳۴۹
آخری خطبہ ۳۵۲
خطبہ ترغیب حج ۳۵۴
خطبہ عید الاضحی ۳۵۸
ایک اور خطبہ ۳۶۰
دسویں ذی الحجہ کا خطبہ ۳۶۲
اختتام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أشرفت على طباعته إدارة الثقافة والنشر بالجامعة

ردمـــــــك : ٩٩٦٠ - ٠٤ - ٠٠٥ - ٤